

# اسلامی حکایات

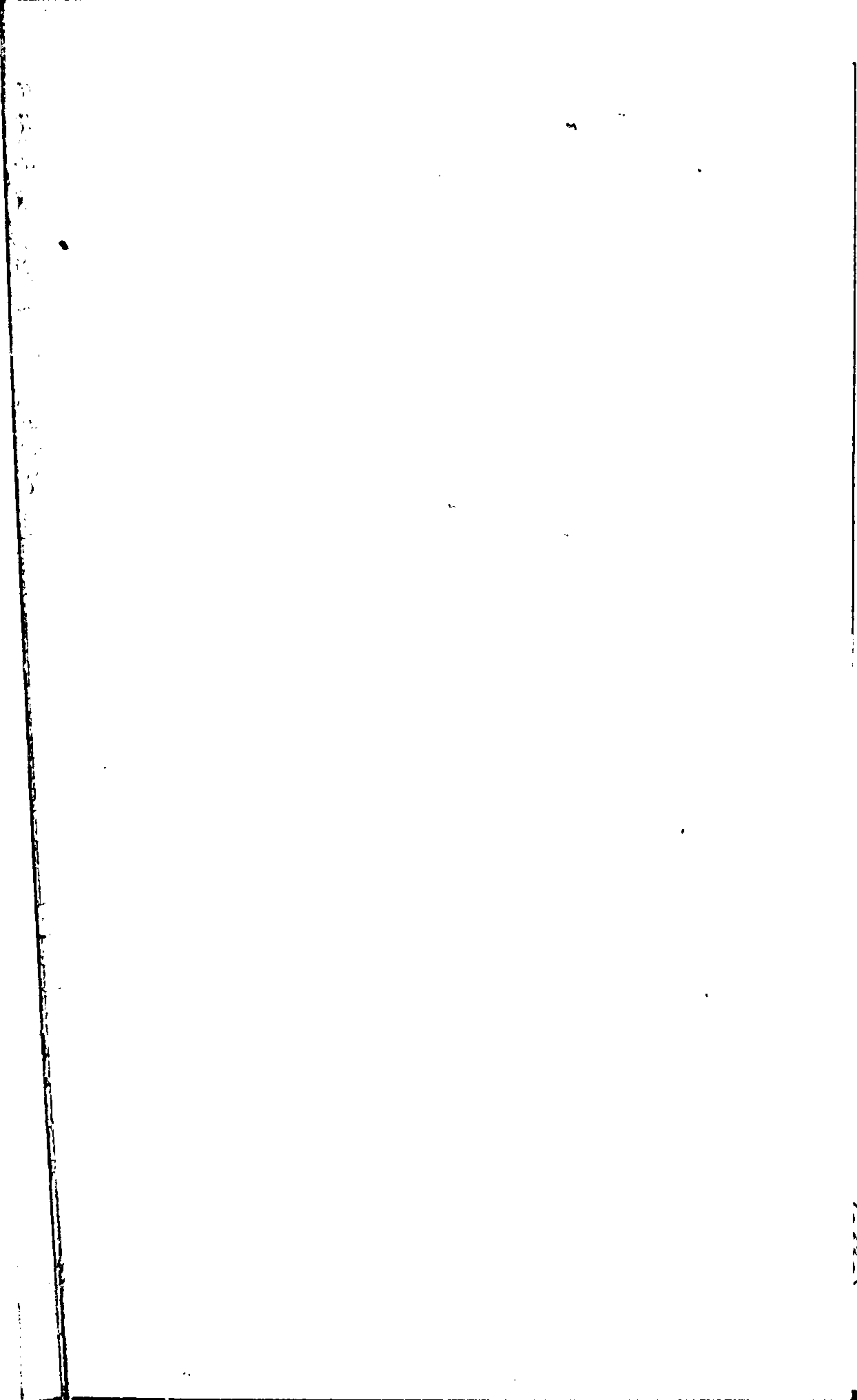


یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور دلچسپ قصوں اور حکایات کو  
پشتون بچے کے لیے حکایات کی شکل میں لکھی گئی ہے تاکہ ان میں  
ذہنی ترقی ہو اور ان کو اپنی زبان اور افسانہ کا شوق پیدا ہو سکے



زاوہ پبلشرز





# اسلامی حکایات

یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور نایاب قصص اور روایات حکایات پر مشتمل ہے۔ یہ روایات حکایات تفریحی نہیں بلکہ سبق آموز ہیں ان میں زیادہ تر تاریخی ہیں، کچھ نیم تاریخی داستان اور افسانہ کا شائبہ ذرا بھی نہیں ہے۔

○

مترجمہ:

نجابت علی تارڑ



زاویہ پبلشرز

C-3 (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 042-7248657

موبائل: 0300-9467047 - 0300-4505466

Email: zaviapublishers@yahoo.com

297

ن 29 جملہ حقوق محفوظ ہیں

2010ء

11111

1000..... باراول

150..... پریس

زیر اہتمام..... نجابت علی ناز

### لیگل ایڈوائزرز

رائے صلاح الدین کمرل ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

### ملنے کے پتے

051-5536111 اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی

051-5558320 احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی

051-5552929 کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی

0301-7241723 مکتبہ بابا فرید، چوک چنی قبر، پاکپتن شریف

0213-4944672 مکتبہ قادریہ، پرانی سہزی منڈی، کراچی

0213-4219324 مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی

0213-2216464 مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی

051-5534669 مکتبہ ضیائیہ، کمیٹی چوک، اتبال روڈ، راولپنڈی

0321-3025510 مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد

055-4237699 مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ

0300-4798782 علامہ فضل حق پبلیکیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور

061-4545486 کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، بوہر گیٹ ملتان

۵۱-۱۰-۲۰۱۳

## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
19	کوشش کا انجام	11	علم کا فضل جہل پر
20	سوال و جواب	11	علم اور جاہل
21	علم کی قیمت	12	علم اور دولت
22	سعی و کوشش	13	جامع العلم
23	علم اور لباس	14	گہوارہ سے گورتک
24	علم کی قیمت	15	علم اور عمل
24	علم کی تواضع	16	علم بے عمل
25	علم اور عبادت	16	علم اور جہل کی ذلت
26	علم نافع	17	جہل تاریکی ہے
27	عمل اور اس کی فضیلت	19	علم کا درجہ
27	ارشادات نبوی	19	روشن مثال

جان بیکر

۱۵۰/۱

۱

49	فلسفہ حیات	30	محنت کی کمائی
49	نثر عیوب	31	کام خزانہ ہے
49	بولنے سے پہلے سوچ لو	32	کام کی لذت
50	حاضر جواب	33	کام میں استقلال
50	سقراط سے ایک سوال	35	ادب کی فضیلت
51	انڈوں کی قیمت	35	نسب سے بہتر
52	دو چیزیں اچھی بھی اور بری بھی	35	سونے سے عمدہ
52	بیان جادو ہے	36	ادب صدیق
53	امام حسن رضی اللہ عنہ کا صدقہ	36	مراعات ادب
55	سچائی کی فضیلت	37	خلیفہ مامون کی مثال
55	اخلاق الانبیاء	38	عالم کا ادب
56	بلالؓ کی سچائی	39	سید العرب
56	حجاج کے سامنے	39	کمال ادب
57	راہ نجات	41	حسن اخلاق
58	معاویہؓ کے دربار میں	41	اخلاق کی تعلیم
59	سلطان الحق	42	اسوۂ نبوی ﷺ
61	جھوٹ کا انجام	46	سلف صالح کی مثالیں
61	امام بخاریؒ کا واقعہ	48	اتحق اور عاقل
61	گناہ سے نجات		

79	62	موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں	معاملہ فہم قاضی
80	63	نبوت کا مدعی	دروغ بے دروغ
81	65	امیر معاویہ اور یزید	ذہانت و ذکاوت
82	65	حریتِ ضمیر	یحییٰ بن اسلم کی مثال
84	65	وفائے عہد	حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ
84	66	حضرت عمرؓ اور ہرمزان	رشید اور ایک لڑکا
84	66	عہد ماموں کا ایک واقعہ	ذکاوت و وفائت
86	68	وفائے عہد کی ناقابلِ فراموش مثال	امین اور ماموں
88	68	پاسِ وعدہ	ذہین لڑکا
89	69	نعمان بن منذر اور طائی	ماموں اور ایک دو شیرہ
91	71	ماموں اور عبداللہ بن طاہر	معیارِ انسانیت
93	71	کافور کی وفاداری	حکیم افلاطون کا قصہ
96	72	اولاد کی قربانی	خلیفہ ہشام کی بدزبانی
98	73	حلم و بردباری	حضرت ابو بکرؓ کی کیفیت
98	73	امیر معاویہ کا حلم	حضرت عمرؓ کی فرض شناسی
	74	حضرت زین العابدینؓ کا عفو و	عمرؓ سے زیادہ عالم
99	75	احسان	حضرت حسنؓ کی تواضع
99	76	ہارون رشید کی بردباری	عمر بن عبدالعزیزؓ کا انکسار
101	76	سید الاخلاق	علم کا احترام
102	77	صبر ایوبی	امین اور ماموں کا قصہ
			ہارون رشید اور بہلول

126	عفو و درگزر	102	نو شیرواں اور بزرگمہر
126	عفو نبوی ﷺ	103	عبدالملک اور حجاج
126	فاح مکہ کا عفو	105	عدل و انصاف کے واقعات
128	حق سے زیادہ بہتر اور افضل	105	حضرت عمرؓ اور قیصر روم کا سفیر
128	حاتم طائی کی لڑکی	105	حضرت عمرؓ کا انصاف
129	حضرت جعفر صادقؑ	110	حضرت عمرؓ اور نو مسلم بادشاہ
129	قیدی یا مہمان	111	حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا
130	محمد بن عمران اور مامون	113	حضرت عمرؓ کا امتحان
130	حاضر جواب مجرم	114	حضرت علیؓ کا عدل
131	خلیفہ کا مجرم	115	حضرت علیؓ کا فیصلہ
134	عفت اور نزاہت	115	ہارون رشید اور بلخی
134	علیؓ اور بنت علیؓ	116	مامون کا عدل
135	ابن ہند اور ابن فاطمہؓ	118	امیر معاویہؓ اور ایک عورت
136	حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ	119	ایاس بن معاویہؓ کا انصاف
137	دیانت کی انتہا	120	عدل کی شان
137	خلیفہ کی بیٹیاں	122	صلاح الدین کا انصاف
138	کون بازی لے گیا؟	123	نو شیرواں کا عدل
140	ابراہیم بن ادھمؓ	124	ابو یوسفؓ اور معتضد باللہ
141	امانت و دیانت	124	نور الدین زنگی
141	نہی امین ﷺ	125	عدل منصور
142	امانت کا امتحان		



157	142	ابوعبیدہ بن الجراحؓ
157	143	امین تاجر
158	144	امانت دار فقیر
158	145	جود و سخا
159	145	حضرت عثمانؓ کی دریا دلی
159	145	مدینہ کا قحط
160	146	دریا دلوں کی کہانیاں
162	147	صلاح الدین ایوبی
162	148	دشمن سے فیاضانہ سلوک
162	148	صلاح الدین اور رچرڈ
163	151	شجاعت و شہامت
164	151	شجاعت رسول ﷺ
165	151	حضرت علیؓ کی بہادری
166	152	فاتح خیبرؓ
167	153	ہادی اور ایک خارجی
169	154	خدا کا شکر
169	155	اقتصاد اور میانہ روی
169	155	حضرت عمرؓ کا سوال
170	155	خلیفہ منصور
171	156	جزری کا نتیجہ
172	156	فقیر اور خراج

197	منجوس کون ہے؟	173	غیبت
198	ایک عابد اور ہارون رشید		پڑوسی کے حقوق
199	شاعر کی نصیحت	174	مشورے کے فائدے
200	بدترین دشمن	174	ثبات و استقامت
201	ابن حمران اور ابوالفضل	174	آمام ابوحنیفہؒ اور ان کا پڑوسی
202	لطیفہ	175	سعید بن عاصؓ
203	عضد الدولہ کا انصاف	176	حسن سلوک
205	بخل، ایثار اور احسان	177	اسلمی اور محلب
205	بخل کی بدبختی	178	نیت کا پھل
206	ایثار علیؓ	179	استقامت کی برکت
207	ایثار کی انتہا	187	طمع و قناعت
208	لرزہ خیز ایثار	187	قناعت کی شان
209	حضرت عثمانؓ اور بیت رسول ﷺ	187	عجیب و غریب نسخہ
210	امام حسن علیہ السلام	188	کنجوس سے سوال
210	حاتم طائی کا امتحان	188	بہت بڑا پیڑ
211	حاتم کا دشمن	189	طلب دنیا کا انجام
	خود اعتمادی! عزت	190	چاہ کن را چاہ در پیش
214	نفس اور شجاعت	193	لطیفہ
214	ہمت بلند	195	ظلم و انتقام
215	اعتماد نفس	195	مومن کی فراست
218	عزت نفس	196	حاضر جواب باورچی

230	218	حضرت علیؑ کی امانت	صلاح الدین ایوبیؒ
230	220	ابو ہریرہؓ اور بحرین کی آمدنی	تیمور لنگ
231	221	قاضی ابو حازم کا عدل	ابو جعفر منصور
232	224	قاضی اور خلیفہ	موت کے دروازہ پر
234	225	احنف بن قیس	ہارون رشید کا طبیب
236		اسرار و حکم	ادب، ضبط نفس، عفو و
236	227	حضرت علیؑ کی وصیت	عدل صدق و امانت
236	227	حضرت عمرؓ گھر کے اندر	باپ اور بیٹا
237	227	رسولؐ کا برتاؤ حیوانوں کیساتھ	سکندر اعظم اور اس کا معلم
238	228	امام احمد بن حنبلؒ کی روایت حدیث	واثق باللہ کا ادب
240	229	حضرت ابو بکرؓ کی استقامت	حضرت عمرؓ کی بہو



اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرنا  
 اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جانا۔ وہی مشرق اور مغرب کا  
 پروردگار ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کو اپنا کارساز بناؤ

# علم کا فضل جہل پر

## عالم اور جاہل

کوئی طالب علم ایک بڑے عالم کے دروازہ پر پہنچا۔ اور پکارا:  
 ”اے مرد بزرگ، خدا نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس سے مجھے بھی نواز۔“  
 عالم نے اسے کچھ زر نقد دیا اور ملازم کو اس کیلئے کھانا لانے کا حکم دیا، لیکن اس نے شکریہ  
 ادا کرتے ہوئے، دونوں چیزیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:  
 میں تیرے دروازے پر زر نقد اور طعام لذیذ کا دریوزہ گر بن کر نہیں آیا، میں تو تیرے علم  
 کا سائل بن کر آیا ہوں!“  
 یہ سن کر عالم بہت خوش ہوا، مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر اپنا مہمان بنایا اور اسے اپنے علم  
 سے بہرہ مند کر دیا، جب طالب علم وہاں سے رخصت ہوا تو بہت خوش اور مسرور تھا اور زبان  
 حال سے کہہ رہا تھا:

عِلْمٌ هَادٍ إِلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ      خَيْرٌ مِّنْ مَّالٍ جَزِيلٍ  
 یعنی وہ علم جو سیدھا راستہ دکھائے مال و دولت کی فراوانی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔  
 کسی نے کتنی سچی بات کہی ہے:

”علم..... مال سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ علم تمہارا نگہبان بن جاتا ہے اور مال کی  
 حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے..... اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال..... خرچ کرنے  
 سے گھٹتا ہے۔“

## علم اور دولت

حکایت یہ ہے کہ:

ایک دولت مند آدمی کے تین بیٹے تھے، جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا اور کہا:

”موت قریب آگئی ہے امید کی رسی کٹ رہی ہے، جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو میری وصیت نہ بھولنا:

(۱)..... علم حاصل کرنا۔

(۲)..... استقلال اور حلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

(۳)..... صحت کا خیال رکھنا۔

(۴)..... اپنی اور میری آبرو پر حرف نہ آنے دینا۔

باپ کے انتقال کے بعد دونوں بڑے بھائیوں نے چھوٹے بھائی سے جھگڑا کیا، سارا مال آپس میں بانٹ لیا، اور اس غریب کو خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا، چھوٹے بھائی نے پروا بھی نہ کی، اس کے سامنے صرف باپ کی وصیت تھی، وہ جانتا تھا، دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے اور علم وہ چیز ہے جس پر کبھی زوال نہیں آسکتا اس نے طے کر لیا کہ علم حاصل کرے گا۔ پس وہ بڑے بڑے علماء اور فضلاء کے دامن سے چمٹ گیا، اور آخر کار مراد کو پہنچا، اور خود بھی صاحب علم و فضل بن گیا۔

اب دونوں بڑے بھائیوں کا ماجرا سنئے۔ دولت نے ان کی آنکھ پر پٹی باندھ دی، وہ غلط راستے پر جا پڑے اور خود اپنے ہی کرتوتوں سے ہلاکت اور بربادی کے دہانے پر پہنچ گئے، گناہ اور عیاشی میں پڑ کر شیطان کا نمونہ بن گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کوڑی کے محتاج ہو گئے، صبح کھالیا تو شام کا کچھ ٹھیک نہیں۔

چھوٹے بھائی کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو باپ کی وصیت کے پیش نظر وہ تمام پچھلی باتوں کو فراموش کر کے دونوں بھائیوں کے پاس گیا، ان کے ادب سے ہاتھ چوے، اگلے خود ان

سے اپنی تا کردہ خطاؤں کی معافی مانگی، ان دونوں نے بھی شرمناک حضور میں اپنی غلطیوں کی معذرت کی، چھوٹے بھائی نے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے دونوں بڑے بھائیوں کی ہر غلطی معاف کر دی اور خوش ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا:

رَضِينَا قِسْمَةَ النَّجَارِ فِينَا      لِنَا عِلْمٌ وَالْجُهَّالُ مَالٌ  
فَبِإِنَّ الْمَالَ يَفْنَى عَنْ قَرِيبٍ      وَإِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا يَزَالُ

”ہم علم پر قانع ہیں جو ہم میں ہمیشہ رہے گا اور جو لوگ دولت کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ جاہل ہیں۔“

”کیونکہ دولت آنی جانی چیز ہے، جو بہت جلد فنا ہو جائے گی اور علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے۔“



## جامع العلم

ایک عالم کی نظر، ایک جاہل دولت مند پر پڑی، جو زرق برق کپڑے پہنے ایک شاندار گھوڑے پر سوار سڑک پر ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا، سراپا غرور، دولت کے نشہ میں چور، عالم نے اپنے ساتھی سے کہا:

”ذرا اس بیوقوف کو دیکھو۔ کیسے زرق برق کپڑے پہنے گھوڑے کی سواری کر رہا ہے؟“  
ساتھی نے جواب دیا:

”اس شخص کی مثال، اس مورت کی سی ہے، جو نہایت مکروہ ہو لیکن سونے کے یانی پالش اس پر کر دی گئی ہو، اگر یہ شخص ریشم کے کپڑوں میں ملبوس نہ ہوتا اس کے سر پر عمامہ نہ ہوتا اور یہ گھوڑے کا مالک نہ ہوتا، تو اس کی بہترین اور موزوں ترین جگہ اصطبل تھی!“  
عالم نے یہ سن کر کہا:

”سچ کہتے ہو، عقلمند عالم نفس کا غنی اور دولت سے مالا مال ہوتا ہے، اور مرد جاہل، اگرچہ اپنے دروازے پر سونے کے پتر چڑھالے، گھر کو زبرد کا بنا لے، اعلیٰ سے اعلیٰ ریشم اور دیا

کے کپڑے پہنے، پھر بھی لوگوں کی نظر میں وہ وقعت و منزلت نہیں حاصل کر سکتا، نہ اس کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

”علم خزانہ ہے، جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا، نہ اس سے بڑھ کر کوئی رفیق اور دمساز ہو سکتا ہے۔“

ایک آدمی مال بڑی محنت سے جمع کرتا ہے، پھر اس سے محروم بھی ہو جاتا ہے، اور ذلت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص علم کا جامع ہوتا ہے اس سے لوگ حسد نہیں کرتے، رشک کرتے ہیں، اور یہ وہ دولت ہے جو نہ چینی جاسکتی ہے۔ نہ ختم ہو سکتی ہے۔

اے علم والے، کتنی اچھی دولت تو نے جمع کی ہے، جس کا مقابلہ نہ سونا کر سکتا ہے نہ موتی، نہ ہیرے، نہ جواہر، کوئی چیز بھی نہیں۔



## گہوارہ سے گورتک

حکایت ہے کہ:

ابراہیم بن مہدی ایک روز، مامون کے پاس آیا اس کے پاس کئی عالم بیٹھے مسائل فقہ پر بات کر رہے تھے، مامون نے ابراہیم سے کہا:

”اے چچا ان لوگوں کی باتوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“

ابراہیم نے جواب دیا:

”اے امیر المؤمنین، ان باتوں کا زمانہ گزر گیا، اب میں بوڑھا ہونے کو آیا۔“

مامون نے پوچھا:

”تو اب آپ یہ علوم کیوں نہیں سیکھتے؟“

وہ بولا:

”اب بڑھاپے میں؟..... بوڑھے طوطے بھی کہیں پڑھے ہیں؟“

مامون نے جواب دیا:



”ہاں! خدا کی قسم طلب علم میں موت کا آجانا، اس زندگی سے بہتر ہے جو جہل پر قائم  
ہو!“

ابراہیم نے دریافت کیا:

”مجھے طلب علم کا سلسلہ کب تک جاری رکھنا چاہیے؟“

مامون نے کہا:

”جب تک زندگی ساتھ دے..... علم حاصل کرنے کا سلسلہ گود سے لے کر قبر تک جاری  
رہنا چاہیے!“

☆.....☆.....☆

## علم اور عمل

ایک بہت بڑے عالم نے تیرنا سیکھنے کا ارادہ کیا، اس نے فن تیرا کی پر بہت سی کتابیں جمع  
کیں، اور انہیں بڑی توجہ سے پڑھ ڈالا، اپنے کمرہ میں، کبھی بستر پر کبھی فرش پر، وہ تیرنے کی  
مشق بھی کیا کرتا تھا، رفتہ رفتہ اس نے یقین کر لیا کہ اب اسے اچھی طرح تیرنا آ گیا اور بغیر کسی  
اندیشہ کے وہ دریا یا سمندر میں تیر سکتا ہے۔

ایک روز اس نے اپنے تمام شاگردوں، دوستوں اور معاصر علماء کو جمع کیا، کہ ان سب کے  
سامنے دریا میں تیر کر اپنی تیرا کی کے جوہر دکھائے، سب لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے۔

وہ سب کو لے کر دریا کے کنارے آیا، اور سب کو کنارے پر چھوڑ کر، دھڑام سے دریا میں  
کوڈ پڑا، لیکن موجوں نے اسے زیر و زبر کر دیا، کبھی وہ اوپر آتا، کبھی نیچے، وہ اب تیرنے کے  
بجائے ڈوب رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ غرق دریا ہو جائے، کہ بعض تیراک دریا میں کودے اور  
بڑی مشکلوں سے اسے موجوں کے پنجے سے چھڑا کر لائے۔

یہ شخص اگر دریا میں کودنے سے پہلے، علم کو عمل کی کسوٹی پر کس لیتا اور تجربہ حاصل کر کے،  
تیرتا تو ضرور کامیاب ہوتا کیونکہ علم اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

☆.....☆.....☆

## علم بے عمل

بادشاہ کا دربار سجا ہوا تھا، ارد گرد بہت سے عالم جمع تھے، اتنے میں ایک بڑا حاکم حضور شاہ میں باریاب ہوا، جو بہت کم پڑھا لکھا تھا، بادشاہ نے اس سے کہا:

”کاش تم بھی علم کی لذت سے آشنا ہوتے، کیونکہ رتی برابر علم جاہل کے ایک ہزار سال کے جہاد سے افضل ہے!“

حاکم نے دست بستہ گزارش کی:

”میرے مالک آپ نے سچ فرمایا، لیکن ایسے علم سے کیا فائدہ جو عمل سے نا آشنا ہو۔ علم بے عمل ایسا ہی ہے، جیسے بغیر شہد کے مکھی، اور بے عمل عالم کی مثال اسی مشعل کی سی ہے جو اپنی مشعل سے دوسروں کو توراہ دکھاتا ہو، لیکن خود اس کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو۔“



## علم اور جہل کی ذلت

ایک طالب علم سبق چھوڑ چھاڑ کر مدرسہ سے بھاگ کھڑا ہوا، ایک باغ میں پہنچا اور ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر قدرت کا کرشمہ دیکھنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا ہے، درخت پر ایک چڑیا بیٹھی اپنے بچوں کو اڑانا سکھا رہی ہے۔ پہلے شاخ کے نشیمن سے وہ نکلی، پھر بچہ کو دکھاتی ہوئی نیچے کی شاخ سے اوپر والی شاخ پر اڑ کر بیٹھ گئی، پھر اڑی اور وہاں سے ایک پاس والی شاخ پر پہنچ گئی، پھر اڑی اور ایک دوسری شاخ پر جو بہت دور تھی، جا کر بیٹھ گئی، وہ بچہ برابر ماں کی پیروی کی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس میں یہ قدرت پیدا ہو گئی، کہ ایک شاخ سے پھدک کر پاس والی شاخ پر جا بیٹھے پھر وہ چڑیا اس بچہ کو چھوڑ کر اڑی اور دوسرے بچہ کو لے آئی، اور اسے بھی سکھانے لگی، یہ بچہ پہلے ذرا جھجکا، اس کے پر ڈگمگائے ایک آدھ دفعہ گر بھی پڑا، لیکن تھوڑی دیر میں اپنے بھائی کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ اڑنے اور گانے لگا، اب یہ ساری وسیع و عریض فضا اس کے گھر کا مکن تھی جہاں وہ پھدکتا تھا، اڑتا تھا، گاتا تھا۔

یہ تماشا دیکھتے دیکھتے طالب علم کے دل میں خیال آیا:

”اگر اپنی زندگی کا مختصر سا حصہ، اس پرندے کی طرح میں بھی سیکھنے میں صرف کر دوں، تو کیا اسی طرح، پھر ساری زندگی اطمینان اور عافیت کے ساتھ بسر نہ کر سکوں گا؟“

یہ سوچ کر مدرسہ واپس گیا اور بہت جلد، سیادت اور سعادت حاصل کر لی، امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں کیا خوب کہا ہے:

”جو تھوڑی دیر کیلئے سیکھنے کی ذلت نہیں برداشت کرتا وہ زندگی بھر جہالت کی ذلت برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے!“

ایک آدمی نے ارسطو سے کہا:

”علم کی مشقت برداشت کرنے کی مجھ میں تاب و طاقت نہیں۔“

ارسطو نے جواب دیا:

”پھر ساری زندگی، ذلت برداشت کرتے رہو۔“

☆.....☆.....☆

## جہل تاریکی ہے

کسی جاہل نے دیکھا کہ بعض لوگ جب کچھ لکھتے پڑھتے ہیں، تو عینک لگا لیتے ہیں، یہ دیکھ کر اسکے دل میں خیال آیا ہونہ ہو یہ اسی عینک کی برکت ہے، جو انہیں لکھنا پڑھنا سکھا دیتی ہے۔

یہ سوچتے ہی وہ فوراً بازار گیا، عینک کی دوکان پر پہنچا اور کہا:

”عینک خریدنی ہے۔“

دوکاندار نے بہت سی عینکیں لا کر سامنے ڈھیر کر دیں اور کہا:

”پسند کر لیجئے!“

جاہل نے ایک عینک اٹھائی، اسے ناک پر رکھا، سامنے ایک کتاب رکھی تھی، اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا، لیکن کچھ بھی نہ پڑھ سکا،

دوکان والے سے کہا:

”یہ عینک تو ٹھیک نہیں۔“

دوکاندار نے دوسری عینک پیش کی۔

”اسے ملاحظہ کیجئے۔“

جاہل نے یہ عینک بھی کھٹ سے ناک پر رکھی اور پڑھنا شروع کر دیا لیکن اب وہی ڈھاک کے تین پات، کیا مجال ہے، جو ”الف بے“ کا فرق بھی عینک سے معلوم ہوا ہو، جاہل نے بڑی کوشش کی یہ عینک ایک حرف بھی پڑھا دے لیکن ناکامی ہوئی، ایک حرف بھی عینک نہ پڑھا سکی، آخر اس نے جھنجھلا کر دوکاندار سے کہا:

”یہ تو پہلی عینک سے بھی بدتر ہے!“

وہ بھی جلا بیٹھا تھا، اس نے کہا:

”پڑھنا لکھنا آتا بھی ہے؟“

وہ بولا:

”بالکل نہیں..... اگر پڑھنا لکھنا آتا ہوتا، تو عینک خریدنے یہاں کیوں آتا؟“

یہ سن کر دوکاندار ہنس پڑا جو دوسرے لوگ دوکان میں موجود تھے وہ بھی اپنی ہنسی نہ روک

سکے، ایک آدمی نے کہا:

”یہ دوکان مدرسہ نہیں ہے اگر وہی بات ہوتی، جو تم سمجھ رہے ہو کہ عینک پڑھنا لکھنا سکھا

دیتی، تو آج دنیا میں ایک جاہل بھی نہ ہوتا۔“

## علم کا درجہ

### روشن مثال

مسٹر ہوور، ولایات متحدہ امریکہ کے صدر رہ چکے ہیں، ہر اخبار میں اور سیاستدان شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے، اس وقت وہ دنیا کے ان چند بڑے لوگوں میں ہیں، جن کی رائے کو بین الاقوامی معاملات میں بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔

لیکن مسٹر ہوور کی زندگی کی ابتداء کیا تھی؟ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔

زندگی کے ابتدائی دنوں میں یہ ہا کرتے تھے، اور سڑکوں پر اخبار بیچا کرتے تھے، لیکن پڑھنے لکھنے کا شوق بھی بہت تھا، اس کام سے جو وقت بچتا تھا اسے مطالعہ اور حصولِ علم میں صرف کرتے تھے، ذہن اور دماغ بھی بڑا اچھا پایا تھا، بہت جلد ترقی کر لی، رفتہ رفتہ سیاست کے میدان میں آئے اور اتنے اونچے گئے کہ آخر امریکہ کی صدارت تک کے منصب پر فائز ہوئے اور بہت کامیاب رہے۔



## کوشش کا انجام

ایک لڑکا سیر کیلئے اپنی بڑی بہن کے ساتھ جا رہا تھا، چلتے چلتے تھوڑی دیر کے بعد وہ رونے لگا، بہن نے پوچھا:

”کیا بات ہے؟“

وہ اور زیادہ رونے لگا، بہن نے پھر پوچھا:

”کچھ کہو، رونے کا سبب کیا ہے؟“

وہ بولا: ”کلاس میں استاد نے ایک لمبی سی نظم زبانی یاد کرنے کا لڑکوں کو حکم دیا ہے، اور کہا ہے جو یاد کرے گا اسے بڑا اچھا انعام دیا جائے گا، میرا انعام لینے کو بڑا جی چاہتا ہے لیکن نظم اتنی لمبی ہے کہ کسی طرح یاد نہیں ہوتی“

بہن نے کہا: ”بس اتنی سی بات ہے؟“

پھر وہ چیونٹی کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی:

”دیکھو کتنی مشکل سے یہ چیونٹی درخت پر چڑھ رہی ہے؟ اس کی رفتار کتنی سست ہے، اور اس کی منزل کتنی دور ہے۔ یہ جڑھتے جڑھتے گر بھی پڑتی ہے اور پھر جڑھنے لگتی ہے، یہاں تک کہ یہ جہاں پہنچنا چاہتی ہے وہاں پہنچ کر ہی دم لے گی۔“

لڑکا ستار ہا، بہن نے کہا:

”جانتے ہو اس کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ صرف مسلسل کوشش..... اگر تم بھی تھوڑی

تھوڑی نظم ہر روز یاد کرو اور مسلسل یاد کرتے رہو تو بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے، اور پوری نظم بڑی اچھی طرح تمہیں یاد ہو جائے گی!“

یہ بات لڑکے کے دل میں جم گئی۔ یہاں تک کہ چند روز میں وہ ساری نظم حرف بحرف اسے از بر ہو گئی، جب امتحان کا وقت آیا تو وہ سب سے آگے رہا استاد نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور انعام دیا۔

حدیث میں آیا ہے، ”جو کوشش کرے گا وہ پائے گا!“

☆.....☆.....☆

## سوال و جواب

استاد نے بڑی عمر کے ایک گند ذہن طالب علم سے پوچھا:

”تمہیں کس نے پیدا کیا؟“

وہ جواب نہ دے سکا، اور ادھر ادھر دیکھنے لگا، استاد نے پھر پوچھا:

”بتاؤ، تمہیں پیدا کرنے والا کون ہے؟“

۱۱۷۱۷

وہ بولا: میرے ماں باپ!

استاد نے یہی سوال ایک دوسرے لڑکے سے کیا، جو پہلے سے بہت چھوٹا تھا، اس نے چھوٹے ہی کہا:  
"اللہ نے۔"

استاد نے اسے شاباش دی اور پھر بڑی عمر کے لڑکے سے کہا:  
"یہ تم سے چھوٹا ہے، لیکن اس نے کتنا اچھا جواب دیا، تم سے یہ جواب کیوں نہ بن پرا؟"  
وہ کہنے لگا:

"مجھے پیدا ہوئے زیادہ زمانہ گزرا، لہذا میں بھول گیا کہ کس نے مجھے پیدا کیا ہے؟ اور یہ چھوٹا لڑکا میرے بعد پیدا ہوا، لہذا اسے یاد ہے کہ اس کا خالق کون ہے؟"  
یہ جواب سن کر استاد اور طلباء سب ہنس پڑے اور سب نے فیصلہ کیا، یہ پرلے درجے کا جاہل ہے اور دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتا!  
پھر استاد نے ذیل کے یہ دو شعر پڑھ کر سنائے:

اخو العلم حی خالد بعد موتہ و اوصالہ تحت التراب رمیم  
و ذوالجہل میت و هو ماش علی التری یظن من الاحیاء و هو عدیم  
یعنی: صاحب علم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ حالانکہ اس کا گوشت پوست زمین کے نیچے خاکستر ہو چکتا ہے۔

اور جاہل اگر چہ زمین پر چلتا پھرتا ہے لیکن مردہ ہوتا ہے اگر چہ اپنے بارے میں اس کا گمان بھی ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے حالانکہ وہ معدوم ہے۔

☆.....☆.....☆

## علم کی قیمت

ایک دولت مند شخص، یونان کے ایک حکیم کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی کہ "آپ میرے بچے کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت اپنے ذمہ لے لیجیے!"

حکیم نے کہا: ”معاوضہ کیا دو گے؟“

امیر نے کہا: ”فرمائیے کیا لیں گے آپ؟“

وہ بولا: ”پانچ سو نقرئی سکے!“

یہ سن کر امیر کی تیوریاں چڑھ گئیں، اس نے اس حقیر رقم کو بہت بڑا معاوضہ سمجھ کر ذرا غصہ کے ساتھ کہا:

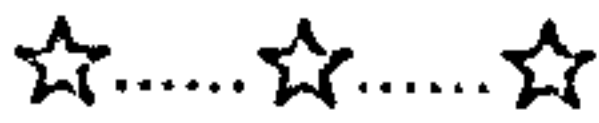
”اس سے کم رقم میں تو میں ایک غلام خرید سکتا ہوں۔“

حکیم نے اس مہمل بات کے جواب میں کہا:

”ضرور خرید لیجیے، تاکہ آپ دو غلاموں کے مالک بن جائیں۔“

یعنی ایک نیا غلام، اور دوسرے خود یہ صاحبزادے، کیونکہ جاہل امیر بھی جہالت کا غلام

ہی ہوتا ہے۔



## سعی و کوشش

حکایت ہے کہ:

ایک نوجوان نے کالج میں داخلہ سے پہلے چاہا کہ فن جبر و مقابلہ میں جو خامی ہے وہ دور کر لے، چنانچہ ایک استاد کے پاس اس سلسلہ میں وہ جانے لگا ایک روز استاد نے تین مسائل حل کرنے کو دیئے، دوسرے روز دو مسئلے تو وہ حل کر کے لے آیا، لیکن تیسرے میں اٹک گیا، اسے نہ حل کر پایا، معلم نے کہا:

”کیا تم چاہتے ہو میں حل کر دو؟“

وہ بولا: ”ہرگز نہیں میرے استاد میں خود حل کروں گا، آپ مجھے ایک دن کی مہلت اور دیجیے!“

استاد نے کہا: ”ایک دن نہیں دو دن کوشش کرو!“

لیکن دو دن کے بعد بھی بات جہاں کی تھاں رہی، وہ تیسرا مسئلہ حل نہ ہو سکا معلم نے

اس کی مجبوری دیکھ کر کہا:



”میں حل کر کے بتاؤں؟“

وہ بولا: ”ہرگز نہیں، میرے استاد میں خود حل کروں گا، ایک روز کی مہلت اور۔“

معلم نے کہا: ”تمہیں مہلت دی جاتی ہے، کوشش کرو!“

تیسرے دن وہ طالب علم آیا تو مسرت و کامیابی کی شگفتگی چہرے سے پھوٹی پڑتی تھی،

اپنا حل اس نے معلم کے سامنے پیش کیا، اور بالکل صحیح!

اس کے بعد وہ ترقی ہی کرتا چلا گیا، ہر مشکل سے مشکل مسئلہ کو اپنے استقلال اور محنت

سے وہ چنگی بجاتے میں حل کر لیتا، یہاں تک کہ وہ بہت بڑا اور کامیاب ماہر ریاضی بن گیا!

☆.....☆.....☆

## علم اور لباس

ایک کسان زادے کو علم کا بڑا شوق تھا، وہ آبائی پیشہ میں بھی مصروف و منہمک رہتا تھا اور

تحصیل علم کیلئے بھی سرگرواں رہتا تھا، ایک روز وہ امتحان دینے کیلئے گاؤں سے شہر آیا، چھوٹا سا

قد لے لے جوتے، ہاتھ میں ایک موٹی سی لکڑی بہت بڑا اور مضحکہ خیز عمامہ، جیسے ہی وہ امتحان

کے ہال میں داخل ہوا لڑکوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ طرح طرح کے فقرے

بیچارے پر چست کئے جانے لگے، لیکن وہ اللہ کا بندہ نہ ہنسانہ رویا، نہ اس نے کسی بات کا

جواب دیا، چپ چاپ ان لوگوں کے مذاق کا ہدف بننا رہا، اور اپنی جگہ بت کی طرح جما بیٹھا

رہا، یہاں تک کہ اس کی باری آئی۔

جب وہ استاد (ممتحن) کے سامنے آیا تو سب ہی چوکس ہو کر بیٹھ گئے، اور ہمہ تن اس کی

طرف متوجہ ہو گئے۔ اب تک وہ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اس کی نظر ممتحن کی طرف اور توجہ

سوالات کی طرف تھی، اب وہ ہوشیار ہو بیٹھا، ہر ہر سوال کا نہایت نپاٹلا جواب اس نے دیا،

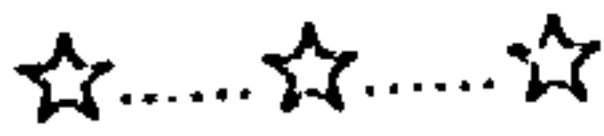
کہیں بھی چوک نہیں ہوئی غلطی نہیں کی، حالانکہ سوالات پیچیدہ بھی تھے اور مشکل بھی، نہ اس

میں کسی قسم کی جھجک تھی، نہ اس کی زبان میں لکنت تھی، ہوش و حواس کی پوری صحت اور سلامتی

کے ساتھ ہر ہر سوال کا نہایت معقول اور موزوں جواب متانت اور سنجیدگی سے وہ دے رہا تھا،

یہ رنگ اور اس کی ذہانت و حاضر جوابی کی یہ کیفیت دیکھ کر تمام حاضرین دنگ رہ گئے کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ یہ بے شکم سا غریب اور نادار لڑکا جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس بیٹھا ہے اس طرح اپنی ذکاوت کا سکہ سب پر بٹھا دے گا۔

نتیجہ جب شائع ہوا۔ تو لڑکا سب سے اڈل آیا۔ سب پر بالا رہا، اس کے ساتھیوں اور ہم جماعتوں نے یقین کر لیا کہ آدمی کی اصل قدر و قیمت اس کے ظلم و دماغ سے ہوتی ہے نہ کہ لباس اور فیشن سے۔



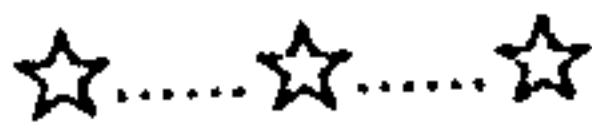
## علم کی قیمت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حماد نے سورہ فاتحہ ختم کر لی، تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے معلم کو ایک ہزار درہم عطا کئے، معلم نے امام سے کہا:

”میں نے کون سا ایسا بڑا کام کیا ہے کہ اتنی بڑی رقم آپ نے عطا فرمادی؟“

امام رحمۃ اللہ علیہ نے معلم کو جواب دیا:

”تم نے میرے بچے کو جو کچھ سکھایا ہے اسے حقیر مت سمجھو، خدا کی قسم اگر میرے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی، تو میں بے تامل وہ بھی دے ڈالتا۔“



## علم کی تواضع

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ پہنچا، اسے معلوم ہوا، یہاں ایک صاحب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو بہت بڑے عالم حدیث ہیں، لوگوں کو اپنی کتاب ”موطا“ کا درس دیتے ہیں۔ اور لوگ جوق در جوق اس میں شریک ہوتے ہیں، خلیفہ کو یہ سن کر ”موطا“ دیکھنے کا اشتیاق ہوا اس نے امام کو پیام بھیجا کہ آپ موٹا لے کر حاضر دربار ہوں، تاکہ میں اسے سن سکوں۔

امام مالک نے خلیفہ کے قاصد سے کہا:

”خليفة کو میرا سلام کہنا، اور کہنا علم خود کہیں نہیں جاتا لوگ اس کے پاس آتے ہیں!“

خليفة کو جب یہ پیام پہنچا تو وہ جزبہ ہوا، ذرا دیر میں خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں آگئے خلیفہ نے سر و قد کھڑے ہو کر تعظیم کی اور کہا:

”میں نے آپ کو بلایا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔“

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

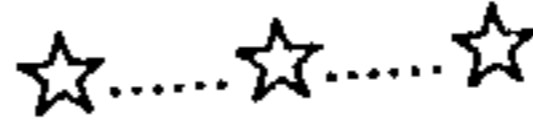
”میری خواہش یہ ہے کہ امیر المؤمنین علم کو سر بلند کریں، تاکہ خدا انہیں سرفراز کرے!“

خليفة امام مالک کے پاس مسند پر بیٹھ گیا تاکہ موطا کی قرأت سنے۔

امام مالک نے خلیفہ سے کہا:

”اے امیر المؤمنین! ہم لوگ علم کی تواضع پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔“

خليفة یہ سن کر مسند سے نیچے اتر آیا، اور امام کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گیا۔



## علم اور عبادت

امام حنبلیؒ، امام شافعیؒ کی بڑی عظمت کرتے تھے، اکثر اپنی مجلسوں میں موصوف کے علم و فضل کی تعریف کیا کرتے، امام حنبلیؒ کی ایک صاحبزادی تھیں، بڑی عالمہ اور صالحہ، رات کو عبادت کرتیں، دن کو روزے رکھتیں، عالموں اور زاہدوں کے حالات پڑھتیں اور سنتیں، اپنے والد سے امام شافعیؒ کا ذکر سنتے سنتے ان کی نادیدہ مشاقب ہو گئیں۔

اتفاقاً ایک روز امام شافعیؒ امام حنبلیؒ کے ہاں آئے، امام حنبلیؒ کی صاحبزادی کو اس محترم مہمان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی وہ سوچنے لگیں اتنے بڑے یگانہ عصر عالم کی باتیں سنیں گی اور اس کے طور طریقے دیکھیں گی۔ جب رات ہوئی تو امام حنبلیؒ ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے، اور امام شافعیؒ اپنے بستر پر جا کر سو گئے۔

صبح کو امام حنبلیؒ کی صاحبزادی نے اپنے پدر محترم سے کہا:

”آپ امام شافعیؒ کی اتنی بڑائیاں بیان کرتے ہیں، لیکن میں تو ساری رات جاگتی رہی،

میں نے تو انہیں ذکر و ورد میں ذرا مشغول نہیں پایا۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ امام شافعی آگئے، امام حنبلی نے ان سے پوچھا۔

”کہتے رات کیسے گزری۔“

امام شافعی نے جواب دیا: ”بڑی اچھی، بڑی مبارک۔“

امام حنبلی نے دریافت کیا: ”وہ کس طرح۔“

امام شافعی نے فرمایا: آج کی رات میں نے بہت سے فقہی مسائل بستر پر لیٹے لیٹے

مرتب کر ڈالے۔“

یہ باتیں کر کے امام شافعی چلے گئے۔ امام حنبلی نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا:

”دیکھا تم نے؟ انہوں نے سوتے میں جو کام کر ڈالا، وہ میں جاگتے میں نہ کر سکا۔“

(نور الابصار)



## علم نافع

ابوعلیٰ الحسن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

امام ابو یوسفؒ جب امام ابو حنیفہؒ کے پاس تھے، تو عسرف اور فلاکت کی زندگی بسر کرتے

تھے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی امام ابو حنیفہؒ کے فیض صحبت کا سلسلہ منقطع کر کے تلاش معاش کیلئے مجبور

ہو جایا کرتے تھے، فقر و فاقہ کے باوجود امام ابو یوسفؒ کا شوق علم دیکھ کر ایک مرتبہ امام ابو حنیفہؒ

نے انہیں دعادی کہ تم ہمیشہ عیش و تنعم کی زندگی بسر کرو گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ ہارون رشید کے قاضی القضاة بن گئے، اور اپنی فراخ دستی کے

زمانے میں بھی اپنے استاد کی دعا کو یاد کر کے اظہار شکر کیا کرتے تھے۔ اس اثر شکر گزاری

کا سبب ایک مرتبہ ہارون رشید نے امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا۔ آپ نے سارا ماجرا،

اپنے استاد امام ابو حنیفہؒ کی دعا کا قصہ بے کم و کاست بیان کر دیا، جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔



# عمل اور اس کی فضیلت

## ارشاداتِ نبویؐ

سب سے پہلے ہم اسوۂ نبویؐ پیش کرتے ہیں، کہ خدا نے خود اپنے کلام میں فرمایا ہے:  
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.  
ایک اثر میں وارد ہوا ہے:

غزوۂ خندق میں آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے دوش بدوش خندق کی کھدائی میں حصہ لیا، کبھی آپ ان کے ساتھ مل کر مٹی اٹھاتے، کبھی خندق کے کھودنے میں حصہ لینے لگتے، گا ہے گا ہے آپ بعض اشعار بھی پڑھتے تھے۔  
امام بخاریؒ کی روایت ہے:

صحابہ خندق کھود رہے تھے، مٹی اپنی پیٹھ پر ڈھور ہے تھے اور آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے:  
اللَّهُمَّ ان العيش عيش الآخرة  
اے اللہ! اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے،  
فاغفر الانصار والمهاجره  
اے اللہ! انصار اور مہاجر کی مغفرت فرما۔  
اور صحابہ رضی اللہ عنہم نعرہ لگا رہے تھے:

نحن الذين بايعوا محمداً  
على الجهاد وما بقينا ابداً  
”ہم لوگ وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے دست مبارک پر جہاد کیلئے بیعت کی ہے، جب  
تک ہم زندہ ہیں۔“

(۲)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی فقر و فاقہ کی شکایت کرتا ہوا آیا، اس نے کہا:  
 ”یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ گھر واپس جانے  
 کے بعد لوگوں کو بھوک سے مرا ہوا دیکھوں گا۔“

آپ نے فرمایا:

”جاؤ جو کچھ تمہارے پاس ہو لے آؤ۔“

وہ چلا گیا پھر ایک چادر اور ایک پیالہ لے کر آیا، اس نے کہا:

”یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ ایک بڑی سی چادر ہے، جس کا کچھ حصہ ہم بچھاتے تھے، اور کچھ  
 اوڑھتے تھے، اور یہ پیالہ جس سے پانی پیتے تھے۔“

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

”یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں کون لے گا؟“

ایک شخص نے کہا: ”میں یا رسول اللہ۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”کوئی ایک درہم سے زیادہ بھی دینے کو تیار ہے؟“

ایک آدمی نے کہا: ”میں دو درہم دوں گا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”یہ دونوں چیزیں تمہاری ہو گئیں۔“

پھر آپ نے اس آدمی کو بلایا اور اسے کام کرنے کی ہدایت کی، اس نے کچھ چھوٹا موٹا کام

کیا اور دس درہم کما لئے، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض گزار ہوا:

”یا رسول اللہ! (ﷺ) اللہ نے مجھے برکت دی۔“

آپ نے فرمایا:

”یہ اس سے اچھا ہے کہ تم قیامت کے دن فقیر بن کر حاضر ہوتے۔“

(۳)

ایک قریشی آپ کے پاس مال طلب کرتا ہوا آیا، آپ نے اس کی حاجت پوری کر دی، پھر فرمایا:

”اونچا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) نیچے ہاتھ (لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔“

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ اس بندہ کو پسند کرتا ہے، جو اپنے لوگوں کی مدد سے بے نیاز ہو کر اپنی روزی محنت سے کماتا ہے۔“

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایک روز حسب معمول بیٹھی ہوئی چکی پیس رہی تھیں، آپ کی انگلیاں چکی پیتے پیتے زخمی ہو گئی تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا، اتنے میں آپ کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے شکایت کی، آپ نے کہا: آنحضرت ﷺ سے کہو، وہ کسی خادمہ کا بندوبست کر دیں گے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں، اور ان سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! مجھے ایک خادمہ کی ضرورت ہے جو کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے، اور گھر کے دوسرے کاموں میں میری مدد کرے۔“

آنحضرت ﷺ نے اپنی چہیتی اور محبوب بیٹی کو نصیحت کی کہ اپنے سارے کام خود ہی انجام دے لیا کرو، کسی دوسرے کی محتاجی ٹھیک نہیں۔ پھر آپ نے ایک دعا بتائی کہ اگر اسے تین مرتبہ پڑھ لیا کرو گی تو تمھن سے محفوظ رہو گی وہ دعا یہ تھی:

سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ.

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی بغیر خادمہ کے گزار دی۔

## محنت کی کمائی

ایک دانا حکیم کی روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ میرے سامنے ایک فقیر آیا، اس نے سوال کیا، میں نے ایک روپیہ دے دیا  
سامنے ہی ایک اور آدمی کھڑا تھا، اس نے فقیر سے کہا:

”میاں یہ بھیک کی ذلت گوارا کرتے تمہیں شرم نہیں آتی؟ اگر مانو تو ایسی ترکیب بتاؤں  
کہ لکھتی ہو جاؤ۔“

مرد بزرگ کی اس بات پر مجھے بھی ہنسی آگئی، اور وہ فقیر بھی ہنس پڑا، اس آدمی نے  
سنجیدگی سے کہا:

”تم دونوں شاید اس لئے ہنس رہے ہو کہ میری بات پر تمہیں یقین نہیں آیا؟“

پھر اس نے کہا:

”ایک زمانہ تھا کہ میں بھی بھیک مانگا کرتا تھا اور راستہ چلنے والوں کے دامن پکڑ کر ان  
سے خیرات طلب کیا کرتا تھا، لیکن بھیک کی ذلت طبعاً مجھے ناگوار تھی، میرے پاس جب کچھ  
روپے جمع ہو گئے، تو میں نے پرانے کپڑوں کا بیوپار شروع کر دیا، احتیاط کی زندگی بسر کرتا،  
کھاتا بھی، کھاتا بھی اور جمع بھی کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ میرا کاروبار چمک اٹھا، اور اب خدا  
کے فضل سے اپنے وطن کے چند چوٹی کے سرمایہ داروں میں سے ایک میں بھی ہوں۔“

وہ تو یہ کہہ کر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ فقیر جسے میں نے ابھی روپیہ دیا تھا اپنی جگہ پر  
پپ چاپ کھڑا کچھ سوچ رہا ہے، میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور اپنا راستہ لیا۔  
میں برس گزر گئے۔

ایک مرتبہ ایک دور دراز شہر میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا، ایک روز کسی ضرورت سے ایک  
بڑی دوکان میں داخل ہوا، جس کی مالیت لاکھوں روپیہ سے متجاوز ہوگی، مالک کی جگہ پر جو شخص  
بیٹھا تھا اسے دیکھتے ہی خیال ہوا کہ اسے میں نے کہیں ضرور دیکھا ہے، وہ بھی مجھے ایسی  
نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ میری اس کی شناسائی رہ چکی ہے، تھوڑی دیر میں ہم



دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا، اور جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔

آپ نے پہچانا یہ کون شخص تھا؟

وہی فقیر، جسے میں نے ایک دن روپیہ دیا تھا۔

ہم دونوں میں گھل مل کر باتیں ہونے لگیں اور اس نے بتایا کہ کس طرح اس مرد بزرگ کی باتوں سے وہ متاثر ہوا، پھر تھوڑا بہت پس انداز کر کے ایک نئے شہر میں کاروبار کی طرح ڈالی، اور بالآخر خدانے کامیاب کر دیا۔ اس لئے کہ عمل رائیگاں نہیں جاتا۔

☆.....☆.....☆

## کام خزانہ ہے

حکایت ہے کہ:

ایک شخص کا بہت بڑا باغ تھا، اس کی رکھوالی میں وہ اور اس کے بیٹے لگے رہتے تھے، بوڑھا جب مرنے لگا، تو اس نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا:

”اس باغ میں بہت بڑا خزانہ ہے، میں اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، تم جانو اور تمہارا کام، لیکن میری تمنا یہ ضرور ہے کہ تم اس کی تلاش سے غافل نہ ہونا، اگر پا گئے، تو زندگی بھر مزے کرو گے۔“

باپ کے مرنے کے بعد لڑکوں نے سارا باغ کھود ڈالا، اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ اس کی پیداوار بڑھ گئی، آدمی میں اضافہ ہو گیا، لیکن خزانہ نہ ملنا تھا نہ ملا، لڑکے آپس میں کہنے لگے کوئی کونہ تو ہم نے چھوڑا نہیں لیکن وہ خزانہ آخر گیا کہاں؟

ان میں جو سب سے زیادہ سمجھدار لڑکا تھا اس نے کہا:

”والد کا مطلب خزانہ سے روپیہ نہیں تھا، بلکہ خود یہ باغ تھا، ہم نے اس کی اچھی طرح رکھوالی کی، تو اس کی پیداوار اور ہماری آمدنی میں اضافہ ہو گیا تھا، کیا یہ بجائے خود ایک خزانہ نہیں ہے؟ ضرور ہے، کیونکہ کام ہی تو اصل خزانہ ہے۔“

## کام کی لذت

ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کارخانہ میں داخل کر دیا اور تاکید کی کہ ہر شام کو جو اجرت ملے وہ لاکر میرے حوالہ کر دے۔

لڑکے کی ماں، جہالت کے ساتھ اپنے بچے پر جان چھڑکتی تھی، اسے یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا بچہ کارخانے میں کام کرے اور محنت و مشقت کی زندگی بسر کرے اس نے بچے سے کہہ دیا: ”تو خوب کھیا کر، میں شام کو اجرت دے دیا کروں گی، تو اپنے باپ کو دے دیا کرتا۔“ یہی ہونے لگا۔ لڑکا دن بھر ادھر ادھر مشغلت کرتا اور طرح طرح کے کھیل کھیلا کرتا۔ شام ہوتے ہوتے گھر آجاتا، ماں سے مزدوری لیتا اور چپ چاپ جا کر باپ کو دے آتا، باپ اجرت لے کر زور سے کھڑی کی طرف پھینک دیتا، گویا اس نے یہ اجرت ضائع کر دی، لیکن آنکھ بچا کر اسے اپنے پاس رکھ لیتا اور پھر حفاظت و احتیاط کے ساتھ ایک صندوق میں بند کر دیتا۔

اسی طرح بہت دن گزر گئے۔

یہاں تک کہ ماں کی جمع جیتھا ختم ہو گئی، اور اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ رہی، ایک روز اس نے اپنے بچے کو بلایا اور کہا:

”بیٹا میرے پاس جو کچھ پونجی تھی، وہ بالکل ختم ہو گئی، اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ اب تو کارخانے جایا کر، بغیر اس کے کام نہیں چلے گا۔“

باپ کے ڈر سے مجبور بیٹے کو ماں کی یہ بات ماننی پڑی اور وہ کارخانے جانے لگا۔

دن بھر لڑکے نے کارخانہ میں کام کیا، شام کو اجرت لے کر آیا اور باپ کو دے دی باپ نے حسب معمول وہ رقم منٹھی میں لے کر کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا، یہ دیکھ کر وہ لڑکا چیخا: ”ابا ایسا نہ کیجیے، اسے نہ پھینکنے، یہ رقم میں نے پسینہ بہا کر کمائی ہے، میری محنت اکارت نہ کیجئے۔“

باپ نے کہا: ”بیٹے تو نے سچ کہا، جب تک محنت نہ کی جائے کام کی لذت اور کمائی کی

راحت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔“

پھر باپ نے شفقت سے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار بھرے لہجہ میں اسے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھنے لگا:

لیس الحیات بانفاس نرودھا      ان الحیاة حیات الفکر و العمل  
یعنی، زندگی صرف سانس کے آنے جانے کا نام نہیں ہے، اصل زندگی تو فکر و عمل کی  
زندگی ہے۔



## کام میں استقلال

ایک رات ایک دانا حکیم بیٹھا اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کر رہا تھا اور کام (عمل) کی رغبت دے رہا تھا، باتیں کرتے کرتے اس نے کہا:

”اگر استقلال کے ساتھ کسی کام کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو آدمی کی صلاحیت اور قوت درجہ کمال کو پہنچ سکتی ہے، جو آدمی استقامت کے ساتھ اپنا کام جاری رکھتا ہے، اس کے راستے میں موانع اور مشکلات آتے ہی نہیں۔“

پھر باپ نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے ایک عجیب قصہ بیان کیا کہنے لگا:

”پرانے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو ایک شہر سے دوسرے شہر کا چکر لگایا کرتا تھا، اس کے پاس ایک موٹا تازہ بیل تھا، اس بیل کو وہ اپنے کاندھے پر لئے لئے گھوما کرتا تھا، لوگ اس کی قوت کا یہ کمال دیکھتے تھے اور حیران رہ جاتے تھے، وہ سوچا کرتے تھے، اس بلا کی قوت اس معمولی سے شخص میں کہاں سے آگئی ہے؟ یہ کیا کھاتا ہے؟ کہاں سے یہ قوت لایا ہے؟“

ایک مرتبہ لوگوں میں سے ایک نے اس کا یہ کمال دیکھ کر پوچھا:

”اتنی زبردست قوت و طاقت تم نے کہاں سے اور کیسے حاصل کر لی؟“

وہ بولا:

”اس بیل کو جب یہ ذرا سا بچھڑا تھا میں روز اپنے کاندھے پر اٹھانے کا عادی ہوں، کوئی

دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ میں اسے اپنے کاندھے پر نہ اٹھاتا ہوں۔ اس مشق اور مداومتِ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے جیسے اس کا وزن بڑھتا گیا پیری قوت و طاقت بھی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اب اگرچہ یہ پورا سا ٹھہ بن چکا ہے لیکن اسے اپنے کاندھے پر اٹھالینے میں مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔



# ادب کی فضیلت

## نسب سے بہتر

حکایت ہے کہ:

ایک لڑکا خلیفہ مامون رشید کے سامنے حاضر ہوا، اس نے بڑے ادب اور سلیقہ سے باتیں کیں، جن سے خلیفہ بہت متاثر اور محظوظ ہوا، اس نے پوچھا:

”تو کون ہے؟“

وہ بولا: ”ابن ادب، یا امیر المؤمنین“۔

مامون نے کہا: ”اے بیٹے ادب سے بہتر کوئی نسب نہیں۔“

پھر مامون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سب ذیل شعر پڑھا:

کن ابن شنت واکتسب ادبا      یغنیک محفوظہ عن النسب

یعنی، ”تو جس کا چاہے بیٹا بن، لیکن ادب سیکھ، ادب کی خوبی تجھے نسب سے بے نیاز کر دے گی۔“

☆.....☆.....☆

## سونے سے عمدہ

احمد: ”علی یہ تم انگشتری کیسی پہنے ہوئے ہو؟“

علی: ”یہ سونے کی انگوٹھی ہے اور اس کا نگینہ بہترین الماس کا ہے۔“

احمد: دوست میں دیکھتا ہوں، اس انگوٹھی نے تم میں نخوت اور پندار کی کیفیت پیدا

کر دی ہے۔

علی: کیوں نہ ہو بھائی، دیکھتے نہیں ہو، اس سے ہاتھ کی زینت ہے، یہ ثروت کا نشان ہے۔“

احمد: انسان کی قیمت اس کا علم اور ادب ہے، نہ کہ سونے اور چاندی کی زینت۔“

☆.....☆.....☆

## ادبِ صدیقِ رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ مسجد میں رونق افروز تھے، صحابہ کرام آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب تشریف لائے وہ کھڑے ہو گئے، اور حاضرین کو سلام کیا، پھر ایک نظر مجلس پر ڈالی کہ کہاں بیٹھیں؟ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ پر ایک نظر ڈالی کہ کون حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کی جگہ دیتا ہے؟“

حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے دہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے، وہ ذرا اپنی جگہ سے کھسک گئے اور کہا:

”ابو الحسن (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت) آؤ، یہاں بیٹھو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھے گئے: انس کہتے ہیں کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس طرز سے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

☆.....☆.....☆

## مراعاتِ ادب

حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حسن ادب کا بڑا خیال رہتا تھا ایک مرتبہ آپ دونوں چلے جا رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی پر نظر پڑی جو وضو کر رہا تھا، لیکن نہایت بے ڈھنگے طرز پر، نہ اس نے منہ صحیح طور پر دھویا تھا، نہ ہاتھوں کا ٹھیک طرح سے غسل کیا تھا اور

پاؤں کا کچھ حصہ خشک چھوڑ دیا تھا۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو چاہا اسے ٹوکیں، لیکن وہ شخص عمر میں ان دونوں سے کہیں بڑا تھا، لہذا اس کی بزرگی کی وجہ سے یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوا کہ آپ نے وضو غلط کیا ہے اسے پھر سے دہرائیجیے کیونکہ اس سے اس کی خجالت کا اندیشہ تھا، اور یہ مقصود نہیں تھا۔

آخر کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد دونوں بھائیوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا: ”اے مرد بزرگ! یہ میرا بھائی، یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ سے بہتر اور صحیح تر وضو کرتا ہے، لہذا ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے۔“

پھر دونوں نے بہت اچھی طرح تمام ارکان کے ساتھ وضو کیا وہ شخص دیکھتا رہا اور سمجھ گیا میری اصلاح کی جا رہی ہے، اس نے کہا:

”میرے عزیزو! میں تمہاری اس باادب نصیحت کا شکر گزار ہوں، تم دونوں سے میں نے سیکھ لیا کیسے وضو کرنا چاہیے، دیکھو میں تمہارے سامنے پھر سے اپنا وضو ہر اتا ہوں۔“



## خليفة مامون کی مثال

ایک بڑے فقیہ کا بیان ہے، کہ خلیفہ مامون کو ادب اور آداب کا بڑا لحاظ رہتا تھا، پھر وہ خود اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

”ایک رات میں نے مامون کے ساتھ گزاری، رات گئے اس کی آنکھ کھل گئی، اسے پیاس لگی، مجھے سوتا دیکھ کر غلام کو پکارنا مناسب نہ سمجھا، وہ چپکے سے بستر سے اٹھا، کمرہ سے باہر نکل کر خود ہی پانی پی آیا، اور چپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ گیا وہ آہستگی سے آیا اور گیا کہ گویا پھونک پھونک کر پاؤں رکھ رہا تھا کہ کہیں میری آنکھ نہ کھل جائے، کچھ دیر کے بعد اسے کھانسی نے ستایا، میں نے دیکھا اس نے اپنی آستین منہ پر رکھ لی، تاکہ میں اس کی آواز نہ سنوں اور جاگ نہ پڑوں۔“

جب فجر کا وقت آیا تو اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا، لیکن مجھے دیکھ کر سوتا بن گیا یہاں تک کہ نماز قضا ہوئے کا اندیشہ ہونے لگا، پھر اس نے کہا:

اللَّهُ أَكْبَرُ.

پھر اس نے غلام کو آواز دی، وہ آیا تو اسے حکم دیا کہ  
”ابنیں جگا دو۔“

میں نے کہا:

”اے امیر المؤمنین، ساری رات آپ کی نقل و حرکت میں دیکھتا رہا اور میں نے اندازہ کر لیا، خدا نے آپ کو ہم سب پر حسنِ ادب کے اعتبار سے بھی فضیلت دی ہے، اور آپ کو بالکل مناسب طور پر امیر بنایا ہے۔“

☆.....☆.....☆

## عالم کا ادب

وزیر نظام الملک طوسی کا یہ دستور تھا کہ جب اکابر مملکت میں سے کوئی شخص اس کے پاس آتا تھا، تو وہ سر و قد کھڑا ہو کر اس کی تعظیم کرتا تھا اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تھا، لیکن اس کا ایک محترم عالم جب آتا تو وہ سر و قد کھڑا ہو کر اس کی تعظیم بجالاتا تھا، پھر اسے اپنی مسند پر بٹھاتا تھا اور خود مودب ہو کر دوزانو اس کے سامنے بیٹھ جاتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی منہ چڑھے پوچھا:

”اس فرق و امتیاز کی علت و سبب کیا ہے؟“

نظام الملک نے جواب دیا:

”اکابر مملکت جب میرے پاس آتے ہیں تو میرے منہ پر میری تعریف و توصیف کرتے ہیں، جس سے میرے پندار اور نخوت میں اضافہ ہوتا ہے میں گناہ اور معصیت میں اور زیادہ شیر ہو جاتا ہوں، اور یہ عالم فاضل جب آتا ہے تو میرے عیوب مجھے یاد دلاتا ہے۔ خیر کی طرف میزبانی کرتا ہے میرے نفس میں انکسار اور فروتنی کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ اور



بہت سی برائیوں سے مجھے بچا لیتا ہے۔“

## سید العرب

ایک مرتبہ جب حاجب بن زرادہ، بادشاہ نوشیروان کے پاس آیا اور دربان سے کہا:  
”میری اطلاع کر دو۔“

نوشیروان نے دربان سے کہا:

”پوچھ کون ہے وہ؟“

دربان کو حاجب نے جواب دیا:

”یکے از افرادِ عرب۔“

پھر جب وہ نوشیروان کے سامنے آیا، تو نوشیروان نے اس سے پوچھا:  
”تم کون ہو؟“

وہ بولا: ”سید العرب“ (یعنی سردارِ عرب)

نوشیروان نے کہا:

”کیا تم ایک عرب نہیں ہو؟“

وہ بولا: ”بیشک یکے از افرادِ عرب تھا، لیکن جب بادشاہ نے مجھے شرفِ گفتگو سے ممتاز فرمایا، تو میں سردارِ عرب بن گیا۔“

نوشیروان نے اس حسنِ ادب سے متاثر ہو کر حکم دیا:

”اس کا منہ موتیوں سے بھر دو۔“

☆.....☆.....☆

## کمالِ ادب

رجاء بن حیات نے عبدالعزیز سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:  
آپ کے والد سے زیادہ باادب اور سراپاِ حلم و تواضع میں میں نے کوئی دوسرا شخص کبھی

نہیں دیکھا۔“

پھر انہوں نے کہا:

”ایک رات میں ان کے پاس مہمان کی حیثیت سے گیا، ہم لوگ باتوں میں مصروف ہو گئے، اتنے میں چراغ بجھ گیا، خادم سوچکا تھا، میں نے کہا:

”اے امیر المؤمنین چراغ بجھ گیا اور خادم سوچکا ہے اس کا جگانا مناسب نہیں اگر آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اسے ٹھیک کر دوں؟“

فرمایا: ”یہ بات انسانی شرافت اور ادب سے بعید ہے کہ مہمان سے کام لیا جائے۔“

پھر انہوں نے چادر اتار کر پھینک دی، خود بہ نفس نفیس اٹھ کر چراغ کے پاس گئے، تیل ختم ہو چکا تھا، اسے تلاش کیا، پھر روغن ڈال کر بتی اکسائی اور خود اسے جلایا اور آ کر پھر سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، گویا انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ادب اور حسن ادب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ایک شاعر نے کتنا اچھا اور سلجھا ہوا خیال ظاہر کیا ہے، وہ کہتا ہے: (ترجمہ)

”اگر کسی اچھے عالم کی صحبت میں آ جائے تو آئیے جاہل بھی ادیب اور عالم بن سکتا ہے۔“



# حُسْنِ اخْلَاقِ

## اخلاق کی تعلیم

حُسْنِ اخْلَاقِ کے سلسلہ میں قرآن مجید کے اندر متعدد آیتیں وارد ہوئی ہیں، ایک جگہ ارشاد ہے:

”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“

یعنی: ”اے محمد ﷺ آپ خلاقِ عظیم کے مالک ہیں۔“

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

”بِعَثِّ لَانِمٍ مَّكَارِمِ الْاِخْلَاقِ“

یعنی: ”میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے (اس دنیا میں) بھیجا گیا ہوں۔“

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً“

یعنی: ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“

ایک اور موقع پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

”اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم اخلاقاً“

یعنی: ”ایمان کی رُو سے مکمل مسلمان وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔“

ایک اور موقع پر سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مکارمِ الْاِخْلَاقِ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ“

یعنی: ”مکارمِ اخلاق، اہلِ جنت کے اعمال میں سے ہیں۔“

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے آئینہ میں اپنی شبیہ مبارک ملاحظہ فرمائی تو کہا:

”اللَّهُمَّ كَمَا حَسَنْتَ خُلُقِي، فَحَسِّنْ خُلُقِي“

یعنی: ”اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے حسن صورت سے مالا مال کیا ہے اس طرح حسن اخلاق کی دولت بھی عطا فرما۔“

آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْأَخْلَاقِ“.

یعنی: ”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شقاق سے، نفاق سے اور بد اخلاقی سے۔“

☆.....☆.....☆

### اُسوۂ نبوی ﷺ

آنحضرت اپنے اخلاق و معاشرت کے لحاظ سے انسانوں میں سب سے برتر تھے، آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک آپ کی چاکری کی، مگر اس مدت میں آپ ﷺ نے (ڈانٹا تو کجا) کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا نہ میرے کسی کام کے بارے میں پوچھا:

”تو نے ایسا کیوں کیا؟“

اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو آپ نے یہ بھی نہیں دریافت کیا:

”ایسا تو نے کیوں نہیں کیا؟“

ایک مرتبہ سفر میں آپ نے صحابہ سے بکری پکانے کو کہا:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

”میں اسے ذبح کروں گا۔“

دوسرے نے فرمایا: ”میں اس کی کھال اتار دوں گا۔“

تیسرے نے ارشاد کیا: ”میں اسے پکاؤں گا۔“

یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”میں لکڑیاں چن کر لاؤں گا۔“

صحابہ نے عرض کیا: ”ہم لوگ لے آئیں گے، ہم کافی ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک تم کافی ہو، یہ کام کر لو گے، لیکن مجھے یہ بات ناپسند ہے، کہ میں اپنے لئے امتیازی برتاؤ روا رکھوں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے ناپسند فرماتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہے۔“

ایک مرتبہ عید کا دن تھا، اور آپ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے راہ میں کچھ بچے کھیل کود رہے تھے، ایک بچہ منگوم وافرودہ، سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا اور کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ”کیا بات ہے؟“ اس نے کہا:

”میں یتیم ہوں، میری ماں نے دوسری شادی کر لی ہے، کوئی نہیں جو میری سرپرستی کرے۔“

آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا:

”کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ محمد ﷺ تمہارا باپ ہو اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہوں، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہاری بہن ہو۔“

بچہ خوش ہو گیا، اور پھر وہ، باپوں میں سب سے بہتر باپ، ماؤں میں سب سے بڑی ماں، اور بہنوں میں سب سے افضل ترین بہن کے دامن شفقت میں پہنچ گیا۔

کتاب الذخائر میں یہ واقعہ منقول ہے کہ:

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ بازار تشریف لے جا رہے تھے آپ ﷺ کے پاس آٹھ درہم تھے۔ آپ ﷺ نے ایک عورت کو راستہ میں روتے دیکھا، تو دریافت فرمایا:

”تم کیوں رورہی ہو؟“

وہ بولی: ”گھر والوں نے دو درہم دے کر کچھ چیزیں خریدنے بھیجا، وہ مجھ سے کہیں گم ہو گئے۔“

آپ ﷺ نے دو درہم اس کے دے دیئے اور چھ درہم لے کر بازار تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے ایک قمیص خریدی، اسے پہنا اور واپس تشریف لائے راستے میں آپ ﷺ نے

ایک ننگے بدن بوڑھے مسلمان کو دیکھا جو کہہ رہا تھا:

’مجھے جو لباس پہنائے گا، خدا سے لباسِ رحمت عطا کرے گا۔‘

آنحضرت ﷺ نے اپنی قمیص اسے پہنا دی اور پھر بازار واپس تشریف لے گئے، دو

درہم میں پھر ایک قمیص خریدی، اور اسے زیب تن فرمایا، واپسی پر پھر وہ عورت روتی ہوئی نظر

آئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

’اب کیا بات ہے؟‘

وہ بولی: ’میرے ماں باپ، آپ پر قربان یا رسول اللہ! (ﷺ) گھر سے نکلے ہوئے بڑی

دیر ہو گئی ہے، ڈر لگتا ہے کہیں گھر والے سزا نہ دیں۔‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

’گھر واپس جاؤ۔‘

وہ چلی تو آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، اتنے میں بعض انصار کے گھر نظر

آئے، مرد باہر گئے ہوئے تھے، عورتیں گھر میں موجود تھیں، آپ ﷺ نے انہیں مخاطب

کر کے فرمایا:

’اے بیویو! تم پر خدا کی سلامتی اور رحمت ہو۔‘

عورتوں نے آپ کی آواز سن لی، مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔

آپ ﷺ نے دوبارہ پھر سلام کیا۔

مگر پھر وہی خاموشی۔

تیسری بار پھر آپ ﷺ نے سلام کیا۔

سب عورتوں نے مل کر کہا:

’یا رسول اللہ! (ﷺ) ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ پر خدا کی سلامتی

رحمت ہو۔‘

آپ نے دریافت فرمایا:

’کیا تم نے میرا پہلا سلام نہیں سنا تھا؟‘

وہ بولیں: ”ہاں سنا تھا، لیکن ہمارا جی چاہا کہ آپ ﷺ کے منہ سے نکلے ہوئے بابرکت بول ہم اور ہمارے بچے زیادہ دیر تک سن سکیں۔“

آپ نے فرمایا:

”تمہاری اس کنیز کو دیر ہوگئی، یہ ڈر رہی ہے کہ کہیں اسے سزا نہ دی جائے، لہذا اس کی سزا مجھے بخش دو۔“

وہ کہنے لگیں:

”یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ آپ کے ساتھ آئی ہے ہم اسے آزاد کرتے ہیں۔“

واپس ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ آٹھ درہم کتنے برکت والے تھے، ان کی وجہ سے اللہ نے ایک خائف کو امن دیا، دو آدمیوں کی ستر پوشی کی، ایک کنیز آزاد ہوئی، اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے تو جب تک اس کے بدن پر وہ کپڑے رہتے ہیں، پہنانے والے کی اللہ حفاظت کرتا ہے۔“

ابن الطفیل روایت کرتے ہیں:

میں بچہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور قریب آ کر کھڑی ہوگئی، آپ ﷺ نے اس کیلئے اپنی چادر بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئی۔

میں نے لوگوں سے پوچھا:

”یہ کون تھی؟“

جواب ملا: ”اس کی ماں نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خلیق کوئی بھی نہ تھا، جب آپ ﷺ کے صحابہ میں سے یا اہل بیت میں سے کوئی آپ ﷺ کو پکارتا تھا، تو اس کے جواب میں آپ فرماتے تھے:

”لیک“ (حاضر)

## سلف صالح کی مثالیں

روایت ہے کہ:

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنے غلام کو آواز دی، مگر اس نے جواب نہیں دیا، پھر پکارا مگر اس نے سنی کی ان سنی کر دی، تیسری مرتبہ پکارا مگر پھر بھی کوئی جواب نہ آیا، آپ خود اس کے پاس گئے تو دیکھا وہ لیٹا ہوا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا:

”کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟“

وہ بولا: ”سنی میرے آقا۔“

آپ نے پوچھا:

”پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا؟“

وہ کہنے لگا:

”یہ اطمینان ہے کہ آپ سزا نہیں دیں گے۔ لہذا اب کاہلی پیدا ہو گئی ہے مجھ میں۔“

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جا تجھے خدا کیلئے آزاد کیا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے کسی غلام کو اچھی طرح نماز پڑھتے دیکھتے تھے اسے آزاد کر دیتے تھے، چنانچہ بعض غلام صرف آپ کو دکھانے کیلئے اچھی طرح نمازیں پڑھنے لگے، آپ برابر سب کو آزاد کرتے رہے۔

ایک مرتبہ اس بارے میں آپ سے سوال کیا گیا کہ ایسے لوگوں کو بھی جو محض آپ کو دکھانے کیلئے اچھی طرح نماز پڑھتے ہیں، آپ کیوں آزاد کر دیا کرتے ہیں؟

فرمایا: ”جو خدا کیلئے ہمیں دھوکا دیتا ہے، ہم اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔“

حکایت ہے کہ:

ایک عامی نے حضرت احنف بن قیس کو، ان کی جلالتِ شان اور عظمت کے باوجود



گالیاں دینا شروع کیں، آپ سنتے رہے، مگر کوئی جواب نہیں دیا، چپ چاپ اپنے راستے چلتے رہے۔

جب احنف اپنے قبیلہ کے قریب پہنچے تو چلتے چلتے رک گئے اور اس آدمی سے کہا:  
”اگر اور کچھ باقی ہو تو وہ بھی کہہ لو، ورنہ آگے چل کر اگر میرے قبیلہ کے کسی آدمی نے تمہاری یہ گالیاں سن لیں تو وہ تمہیں ایذا پہنچائے گا۔“

جعفر بن سلیمان کے ایک حاشیہ نشین نے ان کا قیمتی ہیرا چرا لیا اور بہت سے روپے لے کر اسے ایک جوہری کے ہاتھ بیچ ڈالا، لیکن جوہری کو کچھ شبہ ہوا اس نے اس آدمی کو پکڑا اور سیدھا جعفر بن سلیمان کے پاس پہنچا۔

جعفر نے اپنے مصاحب پر نظر ڈالی تو اس کا چہرہ فق تھا۔ جعفر نے اس آدمی سے کہا:  
”کیا فلاں دن یہ ہیرا تم نے مجھ سے نہیں مانگا تھا؟ اور میں نے تمہیں نہیں بخش دیا تھا؟ شاید تم بھول گئے۔“

پھر جعفر نے جوہری کو اس کی قیمت لوٹادی اور ہیرا لے کر اس آدمی کو دے دیا اور کہا:  
”اب یہ تمہارے لئے حلال ہے اسے جس طرح چاہو فروخت کرو۔“

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز منصب خلافت پر مامور ہوئے تو ایک رات وہ اپنے ذاتی نگہبان کے ساتھ باہر نکلے، مسجد پہنچے، اندھیرا تھا، پاؤں ایک آدمی پر پڑ گیا، جو اطمینان سے لیٹا ہوا سو رہا تھا۔

وہ آدمی چونک پڑا، اور اس نے سر اٹھا کر پوچھا:  
”کیا تو پاگل ہے؟“

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا:  
”نہیں۔“

اس گستاخی پر سپاہی کو غصہ آیا، اور اس نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا، حضرت عمر نے کہا:

”خبردار“

پھر اپنے سپاہی سے کہا:

”اس آدمی نے مجھ سے پوچھا، کیا تم پاگل ہو؟ میں نے جواب دے دیا۔ نہیں، بس

قتلہ ختم۔“

☆.....☆.....☆

## احمق اور عاقل

ایک بے وقوف نے ایک عقلمند شخص کے خلاف نازیبا باتیں کیں اور گالیاں دیں، لیکن وہ

اس کی طرف ملتفت بھی نہیں ہوا۔

بقول شاعر:

اذا نطق السفیہ فلا تجلیہ

فخیر من اجابة السکوت

”یعنی بیوقوف شخص کی بات کا جواب نہ دو اسے جواب دینے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔“

عقلمند شخص کے ایک ساتھی نے کہا:

”آپ اس کی سرکوبی کیوں نہیں کرتے، اس کی گستاخی بہت بڑھ گئی ہے۔“

عقلمند نے جواب دیا:

”اگر کتا بھونکے تو کاتم بھی بھونکنے لگو گے؟“

وہ بولا: ”نہیں۔“

اگر بیل سینگ مارے تو تم بھی اس کے سینگ مارو گے؟“

”ہرگز نہیں۔“

عقلمند نے کہا: ”بے وقوف اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔“

☆.....☆.....☆

## فلسفہ حیات

### ستر عیوب

ایک مرتبہ قیس بن ساعدہ اور اکثم بن صغی کی ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے سے پوچھا:  
”آپ نے آدمی میں کتنے عیوب پائے؟“

جواب ملا: ”اتنے جن کی گنتی نہیں ہو سکتی..... لیکن میں ایک ایسی خصلت بھی جانتا ہوں  
کہ اگر وہ آدمی میں ہو تو اس کے سارے عیوب ڈھکے رہیں گے۔“

پوچھا: ”وہ کیا“

کہا: ”زبان کی نگہداشت۔“

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ترجمہ: ”انسان کی سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ اپنے عیوب تو بھول جاتا ہے، اور  
اپنے بھائی کے یاد رکھتا ہے۔“

اگر اس میں ذرا بھی عقل ہو، تو وہ کبھی کسی کا عیب بیان نہ کرے، خود اسی میں اتنے عیب  
ہیں کہ اگر انہیں دیکھے تو وہ کافی ہیں۔“



### بولنے سے پہلے سوچ لو

ایک شخص اپنی ذکاوت اور ذہانت کے اعتبار سے بہت ممتاز تھا اور یہ خصوصیت اس عالم  
میں بچپن ہی سے پائی جاتی تھی۔

جب وہ نو سال کا ہوا، تو ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی اس نے کہا:

”اتنی تیز ذہانت اگر بچپن ہی میں ہو تو بڑھاپے میں انسان غمی اور کند ذہن ہو جاتا ہے۔“

اس نے فوراً جواب دیا:

”پھر تو آپ بچپن میں بہت زیادہ ذکی اور ذہین ہوں گے۔“

یہ جواب سن کر وہ بہت نادام ہوا اور چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

## حاضر جواب

دو بادشاہوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ بڑھتا گیا، پہلے بادشاہ نے ارادہ کیا کہ وہ دوسرے کے پاس اپنا ایلچی بھیجے، جو اسے جا کر کھری کھری سنا آئے چنانچہ اس نے درباریوں میں سے ایک وزیر کو منتخب کیا، اسے بلایا اور کہا:

”ہم یہ چاہتے ہیں اور اس کام کیلئے ہم نے تمہیں چنا ہے۔“

لیکن وزیر نے معذرت کی، اور کہا:

”وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔“

بادشاہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا:

”بالکل مت ڈرو، اگر اس نے تمہیں ذرا بھی ضرر پہنچایا، تو میری مملکت میں اس کی جتنی

رعایا ہے سب کی گردن کاٹ لوں گا۔“

وزیر نے دست بستہ عرض کیا:

”لیکن جہاں پناہ، یہ جتنے سر آپ کاٹیں گے ان میں سے کوئی بھی میرے بدن پر، خود

میرے سر سے زیادہ فٹ نہیں آئے گا۔“

بادشاہ ہنس پڑا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

## سقراط سے ایک سوال

سقراط حکیم بہت کم کھاتا تھا، اس کے ایک ہم عصر نے اس سے پوچھا:

”تمہارا خیال ہے کہ ہر ذی روح سے رحم کا برتاؤ کرنا چاہے آپ خود بھی تو ذی روح ہیں، لیکن کم غذا کر کے اپنے اوپر ظلم کیوں کرتے ہیں:

سقراط نے جواب دیا:

”میں زندہ رہنے کیلئے کھاتا ہوں، کھانے کیلئے نہیں زندہ رہنا چاہتا۔“

ایک اور، معصر نے سقراط سے ایک مرتبہ دریافت کیا:

”آپ کم کیوں بولتے ہیں؟“

سقراط نے جواب دیا:

”اللہ نے دوکان پیدا کئے ہیں، اور ایک زبان، تاکہ انسان جتنا بولے اس سے دوگنا

سنے.....“

☆.....☆.....☆

## انڈوں کی قیمت

انگلستان کا بادشاہ جارج اول ایک مرتبہ دورے پر نکلا، راستے میں اسے بڑے زور کی بھوک لگی، ایک آدمی اسے اپنے گھر لے گیا، اس نے دو انڈے لیے اور کھا گیا۔ کھانے کے بعد مکان والے نے بادشاہ کے سامنے بل پیش کیا، جس میں انڈوں کی قیمت بیس پونڈ طلب کی گئی تھی۔

بادشاہ نے اس سے کہا:

”یہ اتنی زبردست گرانی کیسے؟ کیا انڈے نایاب ہو گئے ہیں؟“

صاحب خانہ نے جواب دیا:

”یہ اتنی زبردست گرانی کیسے بادشاہ کا غریب خانہ پر آنا ضرور نادر ہے۔“

بادشاہ خوش ہو گیا اور اس نے مطلوبہ رقم ادا کر دی۔

☆.....☆.....☆

دو چیزیں، اچھی بھی اور بری بھی

لقمان حکیم کو ان کے آقا نے ایک مرتبہ ایک بکری دی اور حکم دیا:

”اسے ذبح کرو اور اس کی بدترین جو چیز ہو میرے پاس لاؤ۔“

لقمان نے بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے دل اور زبان لا کر پیش کر دیا۔

دوسری مرتبہ پھر آقا نے اسے ایک بکری دی اور کہا:

”اس مرتبہ جو سب سے اچھی چیز ہو، وہ لا کر پیش کرو۔“

اب کی بار بھی لقمان نے وہی دونوں چیزیں پیش کیں اور کہا:

”اے میرے آقا یہ دونوں چیزیں اگر بد ہوں تو ان سے بڑھ کر بدترین کوئی نہیں اور اگر

نیک ہوں تو ان سے بڑھ کر بہترین کوئی نہیں۔“

☆.....☆.....☆

بے شک بیان جادو ہے

ایک شخص نے یحییٰ بن معاذ رازی سے کہا: ”آپ کو دنیا بہت مرغوب ہے۔“

وہ بولے: ”بتاؤ آخرت، اطاعت سے حاصل ہو سکتی ہے یا معصیت سے؟“

وہ بولا: ”طاعت سے۔“

رازی نے پھر پوچھا: اب بتاؤ، طاعت زندگی میں ممکن ہے یا موت سے؟“

اس نے کہا: ”زندگی سے۔“

رازی نے پھر پوچھا: ”اچھا یہ بتاؤ، زندگی قوت سے حاصل ہوتی ہے یا بغیر قوت کے؟“

وہ بولا: ”قوت سے۔“

رازی نے دریافت کیا: ”اب یہ فرمائیے قوت دنیا میں حاصل کی جا سکتی ہے یا آخرت

میں؟“

کہنے لگا: ”دنیا میں۔“

رازی نے کہا: ”پھر مجھے دنیا کیوں نہ مرغوب ہو؟“

پھر وہ بولے:

”دنیا میں مجھے قوت مل سکتی ہے، وہیں مجھے زندگی ملتی ہے وہیں میں اطاعت پاسکتا ہوں..... اور بغیر ان چیزوں کے حاصل کئے آخرت مل نہیں سکتی۔“

وہ آدمی بولا: ”إِنَّ مِنَ الْبَيِّنَاتِ لَسِحْرًا“.

”بعض باتیں جادو کی طرح اثر انگیز ہوتی ہیں۔“

☆.....☆.....☆

## امام حسن رضی اللہ عنہ کا صدقہ

ایک روز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا، ضرور تمند تھا، لہذا صدقہ کے طور پر آپ سے کچھ طلب کیا، لیکن حضرت کے پاس نان جوئیں کیلئے بھی کچھ نہ تھا، بالکل خالی ہاتھ تھے، صاف انکار کرتے ہوئے آپ کو شرم آئی، آپ نے کہا:

”کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس میں ثواب بھی ہے اور فائدہ بھی؟“

وہ بولا: ”فرمائیے۔“

حضرت نے ارشاد کیا: ”خلیفہ کے پاس جاؤ، اس کی بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی خدمت میں اچھی سی تعزیت پیش کرو۔“

اس آدمی نے کہا: ”بتائیے کیا کہوں جا کر؟“

حضرت نے فرمایا: اس سے کہنا ”وہ خدا سزاوار ستائش ہے جس نے اپنی بندی کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ کو اس کی قبر پر آنے اور فاتحہ پڑھنے کا موقع دیا، اور اسے یہ غم نہ دیا کہ وہ زندہ رہتی اور آپ کی قبر پر آ کر بیٹھتی۔“

وہ آدمی سیدھا خلیفہ کے پاس گیا اور تعزیت میں یہی الفاظ کہے:

یہ الفاظ سن کر خلیفہ کا غم کم ہو گیا اور اس نے اسے انعام مرحمت فرمایا، پھر کہا:

”سچ کہنا یہ الفاظ تمہارے ہی ہیں؟“

وہ بولا: ”نہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے۔“

خليفة نے کہا: ”سچ ہے، وہ نصاحت کا معدن ہیں۔“

خليفة نے اس آدمی کی سچی بات پر اسے پھر انعام مرحمت فرمایا۔





# سچائی کی فضیلت

## اخلاق الانبیاء

سب جانتے ہیں، ابو جہل آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا، ایک مرتبہ اس کے دوست نے اس سے پوچھا:

”دوست! یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں جو ہماری باتیں سن سکے، یہ بتاؤ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟“

ابو جہل نے کہا:

”خدا کی قسم محمد ﷺ سچے ہیں۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔“

اس اعتراف کے باوجود، ابو جہل نے اسلام نہیں قبول کیا، اس کی وجہ محض اس کا تہرڈ اور تکبر تھا، چنانچہ وہ شرک ہی کی حالت میں مارا گیا۔

بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے جو آنحضرت ﷺ کے دعوائے رسالت کے سخت ترین مخالفوں میں سے ایک تھے، دریافت کیا:

”کیا تم نے کبھی محمد ﷺ کو اس دعویٰ رسالت سے پہلے جھوٹ بولتے سنا؟“

ابوسفیان نے کہا: ”کبھی نہیں۔“

نضر بن حارث، بن علقمہ بن قلدہ ابن عبداللہ الدارقرشی نے ان اصحاب قریش کو، جو آنحضرت ﷺ کے پیام رسالت کے منکر اور مخالف تھے،

”محمد ﷺ نے بچپن تمہارے درمیان گزارا، پرورش تمہاری آنکھوں کے سامنے پائی،

جوانی کی منزل تک تمہارے سامنے پہنچے تم نے انہیں ہمیشہ سچا، راست گو اور راست باز پایا، تم نے انہیں سب سے ایماندار اور امین پایا، یہاں تک کہ تم نے ان کی کنپٹیوں میں بڑھاپے کی آمد دیکھ لی اور پھر وہ تمہارے پاس وہ پیام لے کر آئے جسے تم خوب اچھی طرح جانتے ہو۔

اور اب تم کہتے ہو:

”محمد ﷺ ساحر ہیں۔“

”نہیں خدا کی قسم وہ ساحر نہیں ہو سکتے، وہ سچے ہیں۔“

☆.....☆.....☆

## بلال رضی اللہ عنہ کی سچائی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کیلئے ایک قرشی عورت کو پیام دیا اور اس کے گھر

والوں سے کہا:

”ہم جو کچھ ہیں تمہیں معلوم ہے، ہم دونوں غلام تھے، لیکن خدا نے ہمیں آزادی عطا

فرمائی، ہم دونوں گمراہ تھے لیکن خدا نے ہمیں راہ ہدایت دکھائی، ہم دونوں بے ہر دو سامان تھے

لیکن خدا نے ہمیں غنی کر دیا، اب میں اپنے بھائی کا تمہاری فلاں بڑکی سے پیام دیتا ہوں۔“

پھر حضرت بلال نے کہا:

”اگر تم یہ پیام قبول کرو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اگر رد کردو تو اللہ سب سے بڑا ہے، (یعنی اگر تم

اپنے آپ کو میرے بھائی سے بلند اور بڑا سمجھتے ہو تو یاد رکھو اللہ سب سے بڑا ہے لہذا کبریائی

سے بچو اور ڈرو) بلال رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر وہ لوگ متاثر ہوئے اور ان کے بھائی کی

قرشی عورت سے شادی ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

## حجاج کے سامنے

دو آدمی اس الزام میں گرفتار کر لئے گئے کہ وہ حجاج کو برا بھلا کہہ رہے تھے، حجاج کو فہ کا

گورنر تھا اور نہایت ہی سخت گیر اور ظالم شخص تھا، اس نے ان دونوں کو جیل بھیج دیا۔  
دوسرے دن اس نے دونوں کو سزا دینے کیلئے دربار میں طلب کیا۔

ان دونوں میں سے ایک نے کہا:

”میرا آپ پر ایک حق ہے یا امیر المؤمنین!“

حجاج نے کہا: ”وہ کیا؟“

وہ بولا: ”ایک مجلس میں آپ کی برائیاں ہو رہی تھیں مگر میں نے آپ کی مدافعت کی تھی۔“

حجاج نے کہا: ”اپنا دعویٰ ثابت کرو۔“

وہ بولا: ”اس مجلس میں میرا یہ رفیق زندان بھی حاضر تھا۔“

حجاج نے اس سے پوچھا: ”کیا تمہارا ساتھی سچ کہہ رہا ہے؟“

وہ بولا: ”ہاں سچ کہہ رہا ہے۔“

حجاج نے سوال کیا: ”کیا تم نے بھی اپنے ساتھی کی طرح مدافعت کی تھی؟“

بولا: ”جی نہیں۔“

حجاج نے دریافت کیا: ”کیوں؟“

وہ بولا: ”اس لیے کہ میں آپ سے کراہت کرتا ہوں۔“

یہ سن کر حجاج نے کہا:

”میں ان دونوں آدمیوں کی خطا معاف کرتا ہوں۔“

پھر وہ بولا: ”پہلے کی اس لئے کہ اس کا واقعی میرے اوپر ایک حق ہے اور دوسرے کی اس

لئے کہ اس نے بے جھجک سچی بات کہہ دی۔“

☆.....☆.....☆

## راہِ نجات

ایک دولت مند باپ نے اپنے ایک کم عمر بچے کو ایک چاقو دیا جو اس سے کھلنے لگا اور کھلتے  
کھلتے خانہ باغ میں پہنچ گیا، اور چھوٹے چھوٹے پودوں اور درختوں کو کاٹتے کاٹتے ڈھیر

لگا دیا، اور دل ہی دل میں اپنے اس کارنامہ پر بہت خوش ہوا۔

دوسرے دن صبح ہی باپ بیٹے کو لے کر باغ میں چہل قدمی کیلئے گیا، وہاں یہ تماشا دیکھا

تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے بلند آواز میں کہا:

’اگر وہ آدمی مجھے مل جائے، جس نے یہ حرکت کی ہے تو میں اسے ایسی سزا دوں کہ وہ

زندگی بھر یاد کرے۔“

یہ سن کر لڑکارو نے لگا، اس نے کہا:

”یہ حرکت تو مجھ ہی سے سرزد ہوئی ہے۔“

باپ نے بیٹے کو گلے لگالیا، خوب ساپا رکیا اور کہا:

”تیرا سچ، مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، تم اپنی اس عادت پر قائم رہنا، مجھے اس نقصان

کی ذرا پروا نہیں۔



## معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں

روایت ہے، امیر معاویہ بن ابوسفیان اپنے دربار میں بیٹھے تھے، ان کے ارد گرد بہت

سے مصاحب اور دوست موجود تھے۔

معاویہ نے کہا: ”لوگو! میں سب سے زیادہ ماں، باپ، نانا، نانی، ماموں اور ممانی کے

اعتبار سے افضل ہوں۔“

یہ سن کر لقمان بن عجلان اٹھے، انہوں نے کہا: ”نہیں بلکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔“

”یہ وہ ہے جس کے باپ علی بن ابی طالب، ماں فاطمہ الزہراء، نانا محمد ﷺ، نانی خدیجہؓ،

چچا جعفرؓ، چچی ام ہانی، ماموں قاسم اور ممانی زینبؓ ہیں۔ اور یہ وہ شرف ہے، جو دنیا میں کسی

شخص کو حاصل نہیں۔

معاویہ نے گردن جھکالی، کچھ نہ کہا۔



## سُلطان الحق

مالک بن انس روایت کرتے ہیں:

خلیفہ ابو جعفر منصور نے مجھے اور ابن طاؤس کو بلایا، ہم دونوں پہنچے وہ مسند پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سامنے چڑے کی ایک چادر پڑی تھی (جس پر مجرموں کو سزائے قتل دی جاتی تھی، تاکہ ان کا خون زمین پر نہ بہے) جلاؤنگو اور سونتے ہوئے کھڑے تھے کہ جس کے بارے میں حکم ہو اس کی گردن اڑادیں، خلیفہ نے ہمیں دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، بڑی دیر تک ہم سے غافل رہا، پھر ابن طاؤس کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے کہنے لگا: ”اپنے والد کے بارے میں کچھ کہو۔“

انہوں نے کہا: ”میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو اللہ کا کسی کو شریک بنائے اور جس کا ظلم عدل پر غالب ہو۔“

مالک کہتے ہیں: ”یہ سن کر میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ ان کے قتل کا خون مجھے نہ لگے۔“

پھر خلیفہ ابو جعفر نے ابن طاؤس سے کہا: ”مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔“

ابن طاؤس گویا ہوئے:

”کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ (السی قولہ تعالیٰ) الَّذِينَ طَغَوْفِي  
الْبِلَادِ، فَاكْتَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ إِنَّ  
رَبُّكَ لَبِالْمُرْصَادِ.

مالک کہتے ہیں:

اس ڈر سے میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے، کہیں ابن طاؤس کا قتل ہوتے وقت خون میرے نہ لگے، کچھ دیر منصور خاموش رہا پھر اس نے کہا:

”اے ابن طاؤس یہ دوات جو تمہارے ہاتھ میں ہے ذرا مجھے دینا۔“

لیکن ابن طاؤس نے دوات نہیں دی، چپ چاپ بیٹھے رہے۔

خلیفہ نے کہا: ”تم نے مجھے دوات کیوں نہیں دی؟“

جواب دیا: ”مجھے ڈر ہے تم اس سے کوئی گناہ کی بات لکھو گے جس میں گویا میری شرکت

بھی ہوگی۔“

جب منصور نے یہ سنا تو کہا: ”تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ۔“

ابن طاؤس نے کہا: ”یہی تو ہم چاہتے تھے۔“ (عقد الفرید)



## جھوٹ کا انجام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت امام بخاریؒ طلب حدیث میں ایک شخص کا شہرہ سن کر اس کے پاس پہنچے۔ اس شخص کا گھوڑا بھاگ گیا تھا، اور وہ اپنی چادر کی گٹھڑی بنا کر اسے دکھاتے ہوئے بلا رہے تھے، گویا اس میں اناج ہے جو اسے دیں گے، گھوڑا لالچ میں آ گیا، اپنے مالک کے پاس پہنچا، انہوں نے اسے پکڑ لیا۔

امام بخاریؒ نے اس شخص سے پوچھا:

”کیا آپ کے پاس اناج تھا؟“

وہ بولا: ”نہیں میں نے تو یونہی اسے پکڑنے کیلئے گٹھڑی بنا کر دکھائی تھی۔“

امام بخاریؒ نے کہا:

”اس شخص سے میں حدیث کا علم نہیں حاصل کر سکتا، جو جانور تک سے جھوٹ بولتا ہو۔“

(نزہۃ المجالس)

☆.....☆.....☆

## گناہ سے نجات

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے کی نیت سے حاضر ہوا، کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

”بہت سے گناہ ایسے ہیں یا رسول اللہ! جنہیں ترک کرنے کی میں قدرت نہیں رکھتا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تم مجھ سے صرف ایک عہد کرو گے؟..... یعنی جھوٹ نہ بولنے کا؟“

وہ بولا: ”میں یہ عہد کرتا ہوں۔“

یہ عہد کر کے وہ واپس چلا گیا، اور دل ہی دل میں بہت خوش اور مسرور تھا اور کہہ رہا تھا:

”نہی کریم نے کتنی بہل اور آسان بات کا مجھ سے مطالبہ کیا ہے۔“

اس عہد کے بعد اس شخص نے چوری کا ارادہ کیا، لیکن یہ ارادہ کرتے ہی دل میں خیال آیا:

”اگر میں نے چوری کی، اور رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، تو کیا جواب دوں گا؟ اگر اقرار کرتا ہوں تو سزا سے نہیں بچ سکوں گا اور انکار کرتا ہوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے جھوٹ بولا اور معاہدہ کے خلاف مجھ سے حرکت سرزد ہوئی..... لہذا بہتر یہ ہے کہ چوری نہ کروں۔“

یہ سوچ کر آخر کار وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا اور اس نے چوری نہ کی۔

اس کے بعد جب بھی اس کا نفس لمارہ اسے گناہ اور معصیت کی ترغیب دیتا تھا، اور وہ یہ ارادہ کرتا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ کرے معا اس کے دل میں خیال آ جاتا تھا کہ آنحضرت ﷺ اس سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد لے چکے ہیں اور وہ سوچنے لگتا:

”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پاداش سے نہ بچ سکوں گا، اور اگر مکر گیا تو عہد شکنی کا مجرم ہوں گا۔ اور اس کی سزا بہر حال، جلد یا بدیر مجھے مل کر رہے گی.....“

آخر اس کی حالت سدھر گئی اور وہ وقت کے بہت بڑے صلحاء اور پرہیزگاروں میں شمار ہونے لگا۔

☆.....☆.....☆

## معاملہ فہم قاضی

ایک تاجر کی تھیلی کھو گئی جس میں چار سو دینار تھے، اس نے ڈھول پٹوا دیا کہ:

”اس اس طرح کی تھیلی کھو گئی ہے جو اسے تلاش کر کے لائے گا اسے تھیلی کی مالیت کا نصف دے دیا جائے گا۔“

یہ تھیلی ایک غریب ملاح کو ملی، وہ سیدھا لے کر مالک کے پاس انعام کی توقع میں پہنچا، لیکن مالک اپنی تھیلی دیکھ کر دھوکے پر آمادہ ہو گیا، اس نے ملاح سے کہا:



”اس تھیلی میں نہایت قیمتی زمرد بھی تھے، کیا وہ بھی اس کے اندر ہیں؟“

ملاح یہ سن کر گھبرا گیا، لیکن یہ بھی سمجھ گیا کہ یہ دھوکا کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے وعدے سے پھر جائے اور کچھ دینا نہ پڑے۔

اب ملاح اور تھیلی کے مالک میں جھگڑا ہو پڑا، آخر یہ دونوں لڑتے ہوئے فیصلہ کیلئے قاضی کے پاس پہنچے، قاضی نے ملاح سے زمرد کے بارے میں پوچھا، ملاح نے قسم کھا کر کہا: ”تھیلی میں مجھے دیناروں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ملی۔“

اب قاضی نے مالک سے پوچھا:

”بتاؤ وہ زمرد کیسے تھے؟“

مالک نے جواب تو دیا، لیکن اوٹ پٹانگ، اس کی بے سرو پا باتیں سن کر قاضی نے سمجھ لیا یہ جھوٹ بول رہا ہے اور جھوٹ سے مقصد اس کا یہ ہے کہ ملاح کو وہ انعام نہ دے جس کا خود اعلان کر چکا ہے۔

قاضی نے کہا:

”اے شخص تیرا دعویٰ ہے کہ تیری تھیلی کھوئی گئی جس میں زمرد تھے اور وہ ایسے ایسے تھے اور یہ تھیلی جو ملاح لایا ہے، اس میں کوئی زمرد نہیں لہذا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ تھیلی تیری ہے ہی نہیں، لہذا تو اپنی گمشدہ تھیلی کیلئے پھر سے اعلان کرا، ممکن ہے تیری گمشدہ پونجی تجھے مل جائے اور تو بامراد و کامران بن جائے بہر حال یہ تیری نہیں ہے۔“

پھر قاضی ملاح سے مخاطب ہوا، اور اس سے کہا:

”یہ ہمیانی چالیس (۴۰) روز تک احتیاط سے رکھ اگر اس کا کوئی دوسرا سچا دعویٰ نہ پیدا ہوا تو یہ تیری ہے۔“

☆.....☆.....☆

دروغ بے فروغ

ایک کسان کا گھوڑا چوری ہو گیا۔

دوسرے دن بازار لگ رہا تھا، وہ ایک نیا گھوڑا خریدنے کیلئے بازار پہنچا۔ وہاں ایک اصطلیل میں دوسرے گھوڑوں کے ساتھ اپنا گھوڑا بھی بندھا ہوا دیکھا، اصطلیل کے مالک سے اس نے کہا:

”یہ تو میرا گھوڑا ہے، جو کل رات کو چوری ہو گیا تھا۔“

اصطلیل کے مالک نے جواب دیا:

”بالکل غلط..... یہ تو سال بھر سے میرے پاس ہے، تمہیں دھوکا ہوا ہے میرے بھائی۔“

کسان نے گھوڑے کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور کہا:

”تمہیں خدا کی قسم سچ سچ کہنا..... بتاؤ یہ کس آنکھ سے اندھا ہے؟“

اصطلیل کے مالک نے کہا: ”دائیں آنکھ سے۔“

کسان بولا: ”جھوٹ“

اصطلیل کے مالک نے کہا:

”ہاں مجھ سے غلطی ہوئی، بائیں آنکھ سے یہ نہیں دیکھتا۔“

کسان نے کہا:

”یہ بھی جھوٹ..... گھوڑے کی دونوں آنکھیں صحیح و سلامت ہیں یہ دیکھو۔“

پھر کسان نے کہا:

”ظاہر ہو گیا کہ تو پر لے درجے کا جھوٹا مسکار اور چور ہے۔“

اب تو اصطلیل کا مالک لا جواب ہو گیا، اس کی لگھی بندھ گئی اور اس سے کوئی جواب نہ بن

پڑا، وہ چپ چاپ خاموش کھڑا رہا۔

کسان نے کہا:

”میں چلا، اور گھوڑے کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں۔“

یہ کہہ کر کسان نے گھوڑے کو باہر نکالا اس پر بیٹھا ایڑ لگائی اور ہوا ہو گیا۔

اصطلیل کا مالک ٹکر ٹکر دیکھتا رہا۔

## ذہانت و ذکاوت

### یحییٰ بن ائثم کی مثال

یحییٰ بن ائثم نے ایک مرتبہ خلیفہ مامون رشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:  
”یا امیر المؤمنین“۔

خدا مجھے آپ پر قربان کرے آپ طب میں جالینوس ہیں، آپ فن حساب میں ہرمس ہیں، فقہ میں علی بن طالبؓ، سخاوت میں حاتم، صدق میں ابوزید، کرم میں کعب، وفا میں سموال بن عادیا ہیں۔

مامون واقعی ان تمام باتوں میں یکتا تھا، یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا، انعام دیا، تکریم و احترام ہو گیا اور اس کا چہرہ بشاش ہو گیا۔



### حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ فاروق چلے جا رہے تھے، ایک گلی میں پہنچے تو وہاں کچھ لڑکے کھیل کر دوڑ رہے تھے، حضرت عمرؓ کی ہیبت سب پر چھائی ہوئی تھی، انہیں دیکھ کر سب بتر بتر ہو گئے، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جہاں کے تہاں جمے رہے، اپنی جگہ سے کھسکے بھی نہیں۔

حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے جواب بھی کم سن تھے دریافت کیا:

”تم کیوں نہیں بھاگے؟“

وہ بولے: ”راستہ تنگ نہیں تھا کہ آپ کیلئے اپنی جگہ چھوڑتا، نہ میں نے کوئی گناہ کیا تھا کہ

آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا۔“

”حضرت عمرؓ اس صراحت اور شہامت سے بہت خوش ہوئے، اور شاباش دی۔“

## رشید لڑا ایک لڑکا!

خلیفہ ہارون رشید، ایک مرتبہ اپنے ایک وزیر کے ہاں گیا، وہاں اس کا ایک لڑکا بھی نظر آیا، رشید نے اس سے پوچھا:

”بتاؤ ہمارا گھرا چھا ہے یا تمہارا۔“

لڑکے نے جواب دیا: ”ہمارا گھر۔“

خلیفہ نے پوچھا: ”کیوں بھلا؟“

وہ بولا: ”اس لئے کہ آپ میرے گھر میں ہیں۔“

رشید یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور لڑکے کو گراں قدر انعام سے نوازا۔

☆.....☆.....☆

## ذکات و وطنیت

خلیفہ معتمد باللہ نے فتح بن خاقان سے ایک مرتبہ پوچھا:

”کیوں، کبھی تم نے میری اس انگشتی سے بہتر بھی کوئی چیز دیکھی ہے؟“

فتح نے کہا:

”دیکھی ہے یا امیر المؤمنین۔“

خلیفہ نے کہا: ”بتاؤ وہ کیا چیز ہے؟“

فتح نے جواب دیا: ”آپ کی وہ انگلی، جس سے انگوٹھی کو شرف حاصل ہوا ہے۔“

خلیفہ اس جواب سے بہت متاثر ہوا اور مسرور ہوا، انگوٹھی انگلی سے اتاری اور فتح کو عطا کر دی۔

خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے مامون سے کہا:

”میں نے مصر کی ولایت (گورنری) جو ہر صقلی کو عطا کی ہے تم پر واز لکھ دو۔“

مامون نے لکھا:

”تکو اپنی دھار سے پہچانی جاتی ہے، قلم اپنے مد سے جانچا جاتا ہے، غلام اپنی سعادت سے پرکھا جاتا ہے، نہ کہ اپنے باپ اور دادا (یعنی حسب و نسب) سے ہم نے تجھے مصر کی گورنری پر فائز کیا۔“

رشید یہ تحریر پڑھ کر اپنے بیٹے کی ذہانت و فطانت سے بہت خوش ہوا، اور اسے بہت بڑا انعام دیا۔

خلیفہ ہارون رشید کا بیٹا، مامون، امام کسائی کا شاگرد تھا، اور اس کے پاس پڑھنے کیلئے جایا کرتا تھا، مامون ابھی نو عمر ہی تھا، کسائی کی عادت یہ تھی کہ وہ مامون کی قرأت سنا کرتا تھا، اگر وہ صحیح پڑھتا تھا تو وہ گردن ہلاتا رہتا تھا اور اگر پڑھنے میں کہیں غلطی کرتا تھا تو وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا، مامون خود ہی اپنی غلطی محسوس کر لیتا تھا اور پھر اسے ٹھیک کر لیتا تھا۔

ایک روز مامون نے سورہ صف کی یہ آیت پڑھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ.

”یعنی اے مسلمانو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں کرتے نہیں۔“

یہ آیت سن کر امام کسائی نے سر اٹھایا، اور مامون کو دیکھنے لگا مامون نے دوبارہ یہ آیت پڑھی اور اسی طرح پڑھی، کیونکہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی امام کسائی خاموش ہو گیا۔

تعلیم کے بعد مامون اپنے باپ خلیفہ ہارون رشید کے پاس گیا اور اس سے کہا:

”اے امیر المؤمنین آپ نے امام کسائی سے کوئی وعدہ کیا تھا، اور وہ آپ کو اسے یاد

دلاتے ہوئے شرماتا ہے۔“

ہارون نے کہا:

”ہاں امام کسائی نے مجھ سے قرآن کے بارے میں کچھ مدد چاہی تھی اور میں نے وعدہ کر لیا

تھا..... کیا تم سے امام کسائی نے کچھ کہا؟

مامون نے کہا: ”نہیں۔“

خلیفہ نے پوچھا: ”پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“

مامون نے آیت والا سارا ماجرا سنا دیا، خلیفہ اپنے بیٹے کی ذکاوت اور ذہانت سے بہت خوش ہوا۔



## امین اور مامون

حکایت ہے کہ:

امّ جعفر یعنی امین کی والدہ نے ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید سے شکایت کی۔ ”آپ مامون کو بہت چاہتے ہیں، مگر میرے بیٹے امین کو نہیں چاہتے۔“ یہ سن کر ہارون رشید نے ایک خادم کو بلا دیا اور اس سے کہا:

”تم الگ الگ امین اور مامون کے پاس جاؤ، اور ان میں سے ہر ایک سے کہو، جب آپ کو خلافت ملے گی، تو آپ کیا کریں گے؟“  
خادم نے یہی کہا۔

امین نے جواب دیا: ”میں تجھے بہت سا انعام دوں گا۔“  
اور مامون نے کہا:

”تو مجھ سے پوچھتا ہے، جب امیر المؤمنین انتقال فرمائیں گے میں کیا کرونگا؟ کم بخت میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہم سب ان پر قدا ہو جائیں۔“

یہ ماجرا سن کر خلیفہ نے ام جعفر سے کہا:

”کہو اب کیا کہتی ہو؟“

وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئیں۔



## ذہین لڑکا!

ایک آدمی نے ایک کم سن لڑکے سے پوچھا:

”میاں صاحبزادے! یہ تو بتاؤ، اللہ سے قبل کیا تھا؟“

لڑکے نے جواب دیا:

”پہلے ایک سے دس تک گنیے پھر جواب دوں گا۔“

آدمی نے کہا:

”ایک..... لڑکے نے تڑ سے کہا:

”وہی اللہ، اول و آخر ہے، جس طرح ایک سے پہلے کچھ نہ تھا، خدا سے پہلے کچھ نہ تھا۔“

وہ آدمی اس لڑکے کی سمجھ سے بہت خوش ہوا، اسے گلے لگا لیا، اور انعام دیا۔



## مامون اور ایک دوشیزہ

خلیفہ مامون ایک مرتبہ شکار کیلئے نکلا، گھوڑے پر بیٹھا اور بہت دور تک نکلا چلا گیا، نہر فرات کے کنارے پہنچا، تو اس نے ایک حسین و جمیل دوشیزہ دیکھی، جس کے چہرے اور بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی عرب خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشکیزہ تھا، جس میں پانی بھرا تھا، یہ پانی وہ نہر سے بھر کر لائی تھی، نشیب سے فراز پر آئی ہوئی وہ مشکیزہ نہ سنبھال سکی۔ اس نے مدد کیلئے اپنے باپ کو آواز دی لیکن ایسے فصیح و بلیغ اور دل نشین جملے کہے کہ مامون کو اس کی فصاحت اور بلاغت پر بڑی حیرت ہوئی، مامون نے پوچھا:

”اے لڑکی تو کس قبیلہ سے ہے؟“

وہ بولی: ”بنی کلاب سے۔“

مامون: ”ایسے قبیلہ میں کیوں پیدا ہوئیں تم؟“

دوشیزہ: ”میں ایسے قبیلہ سے ہوں، جو معزز ہے، جس پر کوئی الزام نہیں، وہ لوگ مہمانوں

کی عزت کرتے ہیں، تلوار چلانے میں تیز دست ہیں، لیکن اے شخص تو کس قبیلہ سے ہے؟“

مامون: ”کیا تم علم الانساب جانتی ہو؟“

دوشیزہ: ”ہاں جانتی ہوں۔“

مامون: "میں معتز حرا کا فرد ہوں۔"

دوشیزہ: "کون سا معتز؟"

مامون: "وہ جو نسب کے لحاظ سے نسب میں مکرم اور حسب کے اعتبار سے سب میں معظم ہے۔"

دوشیزہ: "میں سمجھ گئی، تم کنانہ میں سے ہو، لیکن کنانہ کی کس شاخ سے؟"

مامون: "جس کے بچے سب میں زیادہ شریف اور متین ہوتے ہیں۔"

دوشیزہ: "ہاں میں نے جان لیا، تم قریش میں سے ہو، لیکن قریش کے کس خاندان سے؟"

مامون: "جس کا ذکر سب سے بلند اور جس کا فخر سب سے اونچا ہے۔"

دوشیزہ: "خدا کی قسم، تم بنی ہاشم میں سے ہو، لیکن بنی ہاشم کے کس گھرانے سے؟"

مامون: "جس کے گھر سب سے اونچے، جس کا قبیلہ سب سے اشرف جس سے ہاشم

ہیبت زدہ تھے۔"

یہ سن کر دوشیزہ نے ادب سے سر جھکایا اور کہا:

"السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ"

مامون اس لڑکی کی ان باتوں سے بہت خوش ہوا، اس کی فصاحت و بلاغت، حاضر

دماغی، برجستہ گوئی، ذہانت، ہر چیز نے خلیفہ کو بہت متاثر کیا۔

مامون نے اسی وقت اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اور اپنے ساتھ لے آیا، اسی کے لطن سے

عباس پیدا ہوا، خلیفہ اس کی دلچسپ اور دل نشین باتوں سے ہمیشہ لطف اندوز ہوا کرتا تھا، وہ

اس کے محل میں ایک چمکتا ہوا چراغ تھی، جس سے تاریکی میں اجالا ہو جاتا ہے۔

(حادثات السلوک)

☆.....☆.....☆



## معیارِ انسانیت

### حکیم افلاطون کا قصہ

”اولمپک“ کھیل یونانِ قدیم کی ایجاد ہے، یہ ہر چوتھے سال منعقد ہوا کرتا تھا، اس کی شہرت چار داگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی، ایک مرتبہ حکیم افلاطون، اولمپک کھیل دیکھنے کیلئے نکلا، راستہ میں وہ ایک ایسی جگہ مقیم ہوا، جہاں کے لوگ اسے نہیں پہچانتے تھے نہ وہ انہیں جانتا تھا، دورانِ قیام میں اس کے کردار کی پاکیزگی اور طبیعت کی بلندی نے لوگوں کا دل موہ لیا، اور وہ اس سے محبت کرنے لگے، اس کی تواضع، انکسار، سچائی، اخلاق، ان سب چیزوں سے وہ بہت متاثر تھے، اس ساری مدتِ قیام میں افلاطون نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ اندازہ ہو سکتا کہ اسے علم اور فلسفہ کی ہوا بھی لگی ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا:

”اے معزز انسان تیرا نام کیا ہے؟“

وہ بولا: ”مجھے افلاطون کہتے ہیں۔“

جب اولمپک کھیل ختم ہو گئے تو سب لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے افلاطون بھی اپنے شہر اٹینا میں واپس آ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ جن کے پاس افلاطون ٹھہرا تھا، کسی کام سے اٹینا میں آئے، اور افلاطون کے پاس ہی ٹھہرے، افلاطون نے بڑے چاؤ سے ان لوگوں کی دعوت اور مہمان داری کی۔ باتوں باتوں میں ان لوگوں نے کہا۔

”ہمارے اس شہر میں آنے کا مقصد ایک یہ بھی تھا کہ ہم آپ کے ہم وطن اور ہم نام مشہور فلسفی افلاطون کی زیارت کریں، کیا یہ ممکن ہے؟ کیا آپ اس سلسلہ میں ہماری امداد

کریں گے؟“

یہ سن کر افلاطون مسکرایا، اس نے شرم سے گردن جھکالی اور کہا:

”جس افلاطون کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ میں ہی ہوں۔“

انہوں نے جب یہ سنا تو بہت متعجب ہوئے اور کہا:

”آپ کے دیدار سے پہلے ہم نے آپ کی تعریف سنی تھی، اب ہم نے آپ کو دیکھ بھی لیا

اور پہچان بھی لیا، اور جتنا کچھ سنا تھا اس سے کہیں بہتر پایا۔“

☆.....☆.....☆

## خلیفہ ہشام کی بدزبانی

ہشام ایک مرتبہ ایک شخص سے خفا ہو گیا اور خفگی کے عالم میں اسے بہت سی گالیاں دے

ڈالیں وہ شخص ستارہ ستارہ ہا، پھر اس نے کہا:

”آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ مجھے گالیاں دے رہے ہیں حالانکہ آپ اس صفحہ ارض پر

خدا کے خلیفہ ہیں۔ کیا خدا کے خلیفہ کو ایسا ہی بدزبان اور زبان دراز ہونا چاہیے۔

یہ کھری کھری باتیں سن کر ہشام بہت شرمندہ ہوا اس نے کہا:

”بدلہ لے لو۔“

وہ شخص گویا ہوا:

”بدلہ لے لوں؟..... گویا میں بھی آپ کی طرح حماقت کا ارتکاب کروں اور گالیاں بکنے

لگوں؟“

ہشام نے کہا: ”اچھا ایسا کرو، جتنا مال چاہو معاوضہ میں مجھ سے لے لو۔“

وہ کہنے لگا: ”یہ بھی نہیں ہو سکتا، گالیوں کا معاوضہ مال نہیں ہو سکتا۔“

ہشام نے کہا: ”اچھا تو پھر یہ کرو کہ میری غلطی حَسْبَةَ لِلّٰهِ مَعَاْفٍ كَرُوْا۔“

وہ بولا: ہاں یہ ہو سکتا ہے، میں نے معاف کیا۔“

ہشام نے سر جھکالیا۔

پھر کہا: ”خدا کی قسم اب ایسی غلطی نہیں کروں گا۔“

☆.....☆.....☆

## حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کیفیت

عمر بن اسحاق روایت کرتے ہیں:

علمائے سیر کا بیان ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ (ضرورت مندوں کیلئے) دودھ دیا کرتے تھے، جب آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا:

”اب ہمیں دودھ دودھ کر کون دیا کرے گا؟“

حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا:

”میں..... خلافت کا منصب میرے اعمال و کردار میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا۔“

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کہا پورا کیا اور قبیلہ کے ضرورتمندوں کو خلافت کے زمانہ میں بھی ان کی بکریوں کا دودھ دودھ کر دیتے رہے آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔  
(محاسن الآثار)

☆.....☆.....☆

## حضرت عمرؓ کی فرض شناسی

حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک رات حضرت عمرؓ نے مجھے یاد فرمایا، میں پہنچا تو کہا:

”مدینہ کے دروازے پر ایک قافلہ اتر رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو لوگ سو جائیں اور

ان کے ہاں چوری ہو جائے۔“

یہ کہہ کر وہ چل کھڑے ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا، جب ہم قافلہ کے حدود

میں پہنچ گئے، حضرت عمرؓ نے کہا:

”تم اب سو جاؤ۔“

پھر وہ سناری رات پہرہ دیتے رہے، کیا مجال ہے جو پلک بھی جھپکی ہو۔

☆.....☆.....☆

”عمرؓ سے زیادہ عالم!“

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے، اتنے میں انہوں نے سنا، ایک

اعرابی اپنے رب کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔

”یا اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنا دے۔“

یہ سن کر حضرت عمرؓ متعجب ہوئے۔ فرمایا:

”اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔“

وہ جب سامے آیا، تو فرمایا۔

”اے اعرابی! تیری ایسی نوالی دعا میں نے آج تک نہیں سنی آخر اس کا مطلب کیا ہے؟“

اعرابی نے جواب دیا: ”آپ کو معلوم نہیں یا امیر المؤمنین۔“

اب تو آپ کا تعجب اور بڑھا۔ آپ نے فرمایا:

”کس طرح معلوم ہے مجھے؟“

اعرابی نے کہا: ”کیا آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:۔“

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشُّكُورُ..... یعنی میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار بندے

ہیں..... لہذا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے اور چونکہ

ایسے شکر گزار بندے کم ہیں، لہذا ان ہی کم یعنی قلیل بندوں میں سے ایک فرد مجھے بنا دے۔“

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: ”سچ کہا تو نے، اب تو جاسکتا ہے۔“

پھر آپ نے فرمایا: ”ہر شخص عمرؓ سے زیادہ عالم اور واقف ہے۔“

☆.....☆.....☆

## حضرت حسنؑ کی تواضع

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ اپنے گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں کچھ مساکین نظر پڑے جو گھریار سے محروم ہونے کے باعث، سر راہ بیٹھے ہوئے دال دلیا کھا رہے تھے۔

حضرت امام حسنؑ جب قریب پہنچے تو انہوں نے سلام کیا، حضرت نے بھی سلام کا جواب دیا، پھر ان لوگوں نے کہا:

”اے ابن رسول ﷺ آئیے دو لقمے ہمارے ساتھ بھی تناول فرمائیے۔“

آپ نے فرمایا:

”ضرور.....“ پھر آپ سواری سے اتر پڑے، ان کے ساتھ بیٹھ گئے، اور جو کچھ موجود تھا وہ کھالیا۔

پھر سلام کیا، سواری پر سوار ہوئے اور چلے گئے۔ (عوارف المعارف)

حضرت امام حسنؑ ہی کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں کچھ لڑکے ملے جو روٹی کھا رہے تھے، انہوں نے آپ کو مدعو کیا، آپ سواری سے اتر پڑے اور ان کے ساتھ کھانے لگے۔

پھر انہیں اپنے گھر لے گئے اور طرح طرح کے اچھے اچھے کھانے کھلائے اور نئے نئے کپڑے پہننے کو دیئے، پھر فرمایا:

”جو انہیں میسر تھا انہوں نے دیا، جو مجھے میسر تھا، میں نے پیش کر دیا۔“

(اسعاف الراغبین)



## عمر بن عبدالعزیز کا انکسار

نضر بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ اپنی ایک کنیر سے کہا:

”ذرا پنکھا جھل دے تاکہ میں سو رہوں۔“

وہ پنکھا جھلنے لگی اور آپ سو گئے۔“

کچھ دیر کے بعد پنکھا جھلتے جھلتے کنیر پر نیند غالب آ گئی، وہ بھی اوجھتے اوجھتے سو گئی، پنکھا

بند ہوا، حضرت کی آنکھ کھل گئی، آپ نے چپکے سے پنکھا لے لیا اور کنیر کو جھلنے لگے۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو کنیر کے لگی، اس کی آنکھ کھل گئی یہ ماجرا دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی،

حضرت نے اس سے فرمایا:

”مت ڈرو تم بھی میری طرح بشر ہو جس طرح مجھے گرمی لگتی ہے تمہیں بھی لگتی ہے، تم نے

بہت دیر تک مجھے پنکھا جھلا، اگر ذرا دیر میں نے جھل دیا تو کیا ہو گیا۔ (الرحیق الفائق)

☆.....☆.....☆

## علم کا احترام

خليفة ہارون رشید علماء کا بہت احترام اور خیال کیا کرتا تھا، ابو معاویہ ضریر کہتے ہیں وہ خود

بھی بہت بلند پایہ عالم تھا۔

ابو معاویہ کا بیان ہے:

”ایک روز میں نے رشید کے ساتھ کھانا کھایا، کھانے کے بعد ایک آدمی نے آ کر میرے

ہاتھ دھلائے، پھر خلیفہ نے مجھ سے پوچھا:

”اے ابو معاویہ! جانتے ہو تمہارے ہاتھ کس نے دھلائے تھے؟“

میں نے کہا:

”نہیں، اے امیر المؤمنین!“

خلیفہ نے کہا: ”میں نے“۔

میں نے کہا:

میں جانتا ہوں یہ آپ نے علم کا احترام کیا۔“

خلیفہ نے کہا: ”ہاں یہی بات ہے۔“ (الفخری)

☆.....☆.....☆

### امین اور مامون کا قصہ

امام کسائی، امین اور مامون (خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹوں) کی تادیب و تعلیم پر مامور تھا، ایک روز وہ پڑھا کر اٹھنے لگا، دونوں بھائی لپکے کہ جلدی سے جوتا اٹھا کر استاد کے سامنے رکھ دیں، اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا کہ کون استاد کے سامنے اس کا جوتا رکھے؟ امام کسائی نے یہ دیکھ کر یوں صلح کرائی۔

”یوں کرو کہ تم میں سے ہر ایک..... ایک ایک جوتا اٹھا کر لائے۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے امام کسائی کو بلایا، جب وہ آیا تو پوچھا ”سب سے زیادہ معزز کون ہے؟“

اس نے جواب دیا: ”امیر المؤمنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے؟“

خلیفہ نے کہا: ”نہیں وہ شخص جس کیلئے ولی عہد سلطنت اور اس کا بھائی اس بات پر جھگڑیں کہ کون جوتا پہلے اٹھائے۔“

امام کسائی گھبرا گیا، سمجھا خلیفہ برہم ہے، ہارون رشید سمجھ گیا۔

اس نے کہا:

”اگر تم میرے لڑکوں کو اس سے منع کرتے تو میں تم سے خفا ہو جاتا اور تمہیں مستحق تعزیر سمجھتا..... اس فعل سے میرے لڑکوں کی عزت اور شرف میں کمی نہیں ہوتی، بلکہ اور انصاف

ہو گیا، ان کا جو ہر نمایاں ہو گیا، ان کے کردار کا شرف ظاہر ہو گیا۔“

پھر خلیفہ نے کہا:

”آوی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو لیکن وہ ان تین سے بڑا نہیں ہو سکتا۔

(۱) ... بادشاہ سے،

(۲) والدین سے،

(۳) استاد سے،

پھر خلیفہ نے اس حسنِ تادیب پر امام کسائی کو دس ہزار درہم انعام کے عطا کئے۔

☆.....☆.....☆

## ہارون رشید اور بہلول

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے بغداد سے نکلا، کوفہ میں پڑاؤ کیا، کوفہ کے لوگ خلیفہ کے دیدار کیلئے انبوه اور ہجوم کی صورت میں جمع ہو گئے، اونٹ پر ہودج تھا اور ہودج میں خلیفہ متمکن تھا۔

بہلول نے آواز دی: ”ہارون، ہارون“۔

خلیفہ نے کہا: ”یہ کون شخص ہے جو اس جرأت سے میرا نام لے کر مجھے پکار رہا ہے۔“

جواب ملا: ”یہ بہلول ہے۔“

خلیفہ نے ہودج کا پردہ اٹھایا، بہلول نے کہا:

”اے امیر المؤمنین، عبد اللہ العامری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو حج کیلئے جاتے ہوئے دیکھا، نہ آپ کے ساتھ خدم و حشم تھے، نہ ہٹو بچو کے نعرے، نہ

آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ٹیپ ٹاپ اس سفر کے راستہ میں آپ کو بھی تواضع سے کام لینا

چاہیے تھا اور طمطراق سے کنارہ کشی کرنی چاہیے تھی۔“

یہ سن کر ہارون رشید پر رقت طاری ہو گئی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری لگ گئی

اور آنسو زمین پر گرنے لگے، ہارون نے بہلول سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے بہلول، تم نے بڑی اچھی بات بتائی، کچھ اور کہو۔“



بہلول نے کہا:

”جس شخص کو خدائے بزرگ و برتر، مال عطا کرے، حسن کی دولت دے، سلطانی اور فرمانروائی بخشے، اسے چاہیے کہ مال خدا کی راہ میں خرچ کرے، جمال کو عفت سے طاہر اور پاک رکھے اور سلطانی و فرمانروائی کو عدل و انصاف سے مستحکم کرے۔“

ہارون رشید نے کہا: ”بہت خوب کہا تم نے۔“

پھر حکم دیا کہ بہلول کو ایک رقم خطیر انعام کے طور پر ابھی اور اسی وقت عطا کی جائے۔ لیکن بہلول نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا:

”مجھے یہ رقم نہیں چاہیے..... یہ رقم ان لوگوں کو واپس کر دو جن سے لی گئی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ خاموش ہو گیا۔“

پھر اس نے بہلول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”اچھا آج سے تمہارا کھانا پانی ہمارے ذمہ رہا۔“

بہلول نے خلیفہ وقت کی یہ پیش کش بھی قبول نہیں کی اور خلیفہ سے برسر عام آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

”یا امیر المؤمنین میں اور آپ، اللہ کے عیان ہیں، اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ وہ آپ کو یاد رکھے اور مجھے فراموش کر دے۔“

☆.....☆.....☆

## موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں

ایک دولت مند شخص تنہا جا رہا تھا، راستے میں کچھ قبریں پڑیں، اس نے ان سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی، اپنے زور و قوت، حسن و جمال اور دولت و ثروت کے خیال میں سرمست مصروف خرام رہا، اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی، جو ایک قبر کے پاس بیٹھا کسی مردہ کی کھوپڑی کو بے نگاہ عبرت دیکھ رہا تھا اور تاثر و عبرت کا ایک خاص عالم اس پر ظاری تھا۔ وہ دولت مند شخص قریب آیا اور تمسخر و استہزاء کے رنگ میں اس نے پوچھا:

”اے شخص مجھے بتا اس کھوپڑی میں کیا رکھا ہے جسے تو اتنے غور اور توجہ سے دیکھ رہا ہے، یہ تو شخص ٹوٹی پھوٹی اور بے جان ہڈیوں کا ایک شکستہ ڈھانچا ہے اس میں ایسی کون سی چیز ہے، جس پر تجھے حیرت ہو، یا تو اتنی یکسوئی سے اس پر غور کرے؟“

اس مرد مفکر نے خشکی اور سرد مہری کے ساتھ دو ہمت مند شخص کو دیکھا اور کہا:

”میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ کھوپڑی کسی امیر کی ہے یا غریب کی؟ کسی بڑے آدمی کا سر

ہے یا چھوٹے آدمی کا؟“

یہ سن کر دولت مند بہت متاثر ہوا، اپنی عظمت و کبریائی بھول کر اپنی حیثیت کا صحیح احساس

کر کے اس نے کہا:

”موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں۔“

## نبوت کا مدعی

خليفة مامون رشيد کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، مامون نے اسے پکڑ

بلایا، اور کہا:

”اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو۔“

وہ بولا: ”فرمائیے کون سا معجزہ؟“

مامون نے کہا: ”حضرت ابراہیم کا معجزہ..... ہم تمہیں آگ میں ڈالتے ہیں، اگر سچے ہو

تو اسے اپنے اوپر گلزار بنا لو۔“

وہ بولا: ”نہیں اس سے کوئی آسان معجزہ طلب کیجئے، یہ تو بہت سخت ہے“

مامون نے کہا: ”اچھا برہان موسیٰ..... انہوں نے اپنا عصا پھینکا اور وہ اڑ دہا بن گیا، تم

بھی دکھاؤ!“

وہ کہنے لگا: ”یہ تو پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے، کوئی اور آسان معجزہ طلب کیجئے۔“

مامون نے کہا: ”اچھا برہان عیسیٰ..... وہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، تم بھی ایسا

کردکھاؤ۔“

وہ کہنے لگا: ”اب آپ نے کہا..... ٹھیک ہے یہ میں کردکھاؤں گا۔“  
 قاضی دربار، یحییٰ بن اکثم خلیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھ کر بولا:  
 یہ یحییٰ بن اکثم بیٹھے ہیں، میں ابھی ان کی گردن مارتا ہوں، جب ان کی کھوپڑی جسم سے  
 الگ ہو جائے گی، اور یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں گے زندگی کی رمت ذرا بھی ان میں باقی نہیں  
 رہے گی، تو میں انہیں فوراً زندہ کر دوں گا۔“  
 یہ سن کر یحییٰ نے کہا: سب سے پہلے میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور تمہاری نبوت کی تصدیق  
 کرتا ہوں۔“

مامون ہنسنے لگا! بات آئی گئی ہو گئی۔



### امیر معاویہ اور یزید

جب امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو ایک سرخ رنگ کی چھو لداری اس کیلئے دربار  
 میں نصب کی، لوگ جو حاضر دربار ہوتے تھے، وہ پہلے امیر معاویہ کو سلام کرتے تھے، پھر یزید کو،  
 ایک روز ایک آدمی آیا اس نے بھی اسی معمول پر عمل کیا۔ پھر وہ معاویہ کے پاس آیا اور کہا:  
 ”یا امیر المؤمنین! اگر آپ یزید کو ولی عہد نہ بناتے تو مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچتا۔“  
 احنف دربار میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے ان سے معاویہ نے کہا:  
 ”اے ابو بکر تمہاری کیا رائے ہے۔“

احنف نے کہا: ”اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈرگتا ہے اگر سچ کہوں تو آپ سے خوم معلوم  
 ہوتا ہے۔“

معاویہ نے کہا:

”تم نے جو کچھ کہا، خدا اس کی تمہیں جزا دے، اور اچھی جزا دے۔“

جب احنف دربار سے نکلے تو باہر دروازہ پر، اسی منافق شخص کو انہوں نے کھڑا دیکھا، وہ

شخص انہیں دیکھ کر پاس آگیا اور بڑے دوستانہ اور رازدارانہ لہجہ میں ان سے کہا:

”اے ابو بکر..... میں جانتا ہوں یہ یزید اللہ تبارک و تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے شراکیز اور فتنہ جو ہے، لیکن انہی کم بختوں کے ہاتھ میں اللہ نے دولت، ثروت جاہ و حشم اور خزانے دنیاوی کی کنجیاں دے رکھی ہیں، ہم چاہتے ہیں یہ دولت ان کے ہاتھ سے نکلے، اور ان کے ہاتھ سے روپیہ کھینچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔“

پھر اس نے کہا:

”اور وہ صورت کیا ہے، وہ ابھی تم دربار میں دیکھ اور سن چکے ہو۔“

احنف نے کہا: ”اے شخص اپنے دین پر قائم رہ، اس لئے کہ دوزخا شخص اس لائق نہیں کہ خدا کو منہ دکھائے۔“

☆.....☆.....☆

### خریتِ ضمیر!

ایک شخص کو حکومت کی طرف سے اس کے سنگین جرم کے پیش نظر نہایت سخت سزا دی گئی، اس کے اعزاء دربار اور بادشاہ کے منہ چڑھے تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ بادشاہ پر اثر ڈال کر اس کی سزا بخشوا لیں اور اسے رہا کرالیں۔

بڑی دوز دھوپ کے بعد، بالآخر اپنی کوششوں میں وہ کامیاب ہو گئے، اور بادشاہ نے مہر دار کو جس کے پاس شاہی مہر رہتی تھی طلب فرمایا، وہ شخص بڑا ایماندار اور با اصول تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا:

”شاہی مہر لاؤ، تو اس عفو نامہ پر ہم اپنی مہر لگا دیں۔“

مہر دار نے کہا:

”اے میرے آقا! نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، ایسے سخت گناہگار پر، معافی نہیں جاری

ہو سکتی.....“

بادشاہ یہ سن کر برہم ہو گیا، اس نے نہایت خفگی کے ساتھ کہا:

”فورا مہر حاضر کرو۔“

مہر دار نے فورا مہر حاضر کر دی، بادشاہ نے غفونا مہ پر وہ مہر لگا دی۔  
اس کام سے فارغ ہو کر بادشاہ نے مہر، پھر مہر دار کو واپس کرنے کیلئے ہاتھ بڑھا، لیکن  
اس نے مہر لینے سے انکار کر دیا، کہا:

”اے میرے آقا! اب یہ تاپاک ہو گئی ہے میں اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔“

اس عدیم المثال جرأت پر بادشاہ ہرنگا بنگارہ گیا، ایسا منظر اس کے سامنے کبھی پیش نہیں آیا  
تھا، بادشاہ نے وہ مہر لے کر فورا آگ میں ڈال دی، اور خاموش ہو گیا، مہر دار سے کچھ نہیں کہا:  
لیکن مہر دار نے وہ مہر والی انگٹھی آگ میں سے نکال لی اور کہا:

”اب میں اطاعت اور وفاداری کے پورے جذبہ کے ساتھ لے رہا ہوں، اس لئے کہ  
آگ میں پڑنے کے بعد ہر چیز پاک اور طاہر ہو جاتی ہے۔“



## وفاء عہد

### حضرت عمرؓ اور ہرمزان!

ملک فارس کا ایک مجرم ہرمزان کہ جو اپنے ملک کے اکابر میں شمار ہوتا تھا، اور جس کے قتل کا حکم صادر کیا جا چکا تھا، حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا، ہرمزان نے کہا ”یا امیر المؤمنین!..... میں تھوڑا سا پانی پینچا چاہتا ہوں، جب تک میں پیسا ہوں مجھے قتل نہ کیجئے۔“

حضرت عمرؓ نے یہ بات مان لی، اور حکم دیا اس کیلئے پانی لایا جائے، جب پانی اور پیالہ ہرمزان نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا، تو کہا:

”اے امیر المؤمنین جب تک میں یہ پیالہ نہ پی لوں مجھے امان ہے؟“

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”ہاں.....!“

ہرمزان نے پیالہ پھینک دیا، پانی بہا دیا، اور کہا:

”اے امیر المؤمنین پاس وعدہ ضرور ہے۔“

حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا:

”اسے چھوڑ دو قتل نہ کرو۔“

اس برتاؤ سے ہرمزان اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا اور رفتہ رفتہ وہ حضرت عمرؓ کا مشیر بن گیا۔



### عہدِ مامون کا ایک واقعہ

جب مامون مسندِ خلافت پر متمکن ہوا، تو اس کے چچا ابراہیم بن مہدی نے خروج کیا،

ماموں نے اس کے مقابلہ کیلئے ایک لشکر تیار کیا، ابراہیم دہشت کھا گیا اور روپوش ہو گیا، ماموں نے اس شخص کیلئے ایک ہزار دینار انعام کا اعلان کیا جو اس کی نشان دہی کرے۔

ابراہیم ایک روز ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ ایک فوجی سپاہی کی اس پر نظر پڑ گئی، وہ خوش ہو کر پکارا:

”واللہ یہی وہ شخص ہے جس کی امیر المؤمنین کو تلاش ہے۔“

یہ سن کر ابراہیم پر خوف طاری ہوا، سپاہی نے اس کا پیچھا کیا دونوں گتھم گتھا گئے، بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے، لیکن ابراہیم بھاگ نکلا، اور ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا، یہاں ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا، آؤ دیکھا نہ تاؤ، اسی میں داخل ہو گیا، سامنے ایک باوقار عورت بیٹھی تھی، ابراہیم کو دیکھ کر اس نے پوچھا:

”کیا کام ہے تجھے؟“

ابراہیم نے جواب دیا: ”وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے، مجھے اپنی جان کا خوف ہے، میں تمہارے پاس پناہ لینے آیا ہوں۔“

وہ بولی: ”میں تمہیں پناہ دوں گی، آؤ آ جاؤ، یہاں تمہیں امن ہے۔“

پھر اس نے اسے ایک کونٹھڑی میں داخل کیا، اور باہر سے کنڈی لگالی ابراہیم کی سانس ابھی نہیں ٹھہری تھی کہ اس نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی، جھروکے میں سے جھانکا تو وہی سپاہی اور ایک جم غفیر، سپاہی ابراہیم سے گتھم گتھا ہونے کے بعد کافی زخمی ہو گیا تھا، اس سے اچھی طرح چپا نہیں جا رہا تھا، سر پر کچھ پٹیاں بھی بندھی تھیں، وہ آتے ہی فرش پر گرا، ابراہیم یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا، اور اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ اب جان بچنی مشکل ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا:

”میزی موت یہاں مجھے لائی ہے، خدا کی مرضی میں کوئی چارہ نہیں۔“

ان لوگوں کو دیکھ کر عورت ذرا بھی نہ گھبرائی، جب لوگ چلے گئے تو سپاہی نے کہا:

”میں نے اسے پکڑ لیا ہوتا لیکن وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔“

عورت نے سپاہی کی مرہم پٹی کی، اس سے لطف و مدارات کا برتاؤ کیا اور اس سے دل ہی

دل میں باتیں کرتی رہی، آخر کچھ آرام پا کر وہ سپاہی وہیں سو گیا، اور اس کی تکلیف کسی حد تک کم ہو گئی۔

جب وہ سپاہی سو گیا، تو وہ عورت دبے پاؤں اٹھنی اور ابراہیم کے پاس آئی اور کہا:  
 ”میرا خیال ہے کہ سارے ہنگامہ کی جڑ تم ہی ہو؟“  
 ابراہیم نے کہا: ”ہاں“۔

وہ کہنے لگی: ”کوئی حرج نہیں، میں تمہیں پناہ دے چکی ہوں، نقض عہد نہیں کروں گی۔“  
 پھر وہ بولی: ”اب تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔“  
 ابراہیم وہاں سے رخصت ہو گیا۔

وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، کیسی عجیب و غریب ہے یہ عورت، یہ جانتی تھی کہ مجھے گرفتار کر کے پانچ ہزار دینار مل سکتے ہیں، یہ جانتی تھی میں نے اس کے آدمی کو زخمی کیا ہے۔ پھر بھی اس نے جو وعدہ کیا تھا وہ نباہا، اور چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم رہی۔  
 کچھ عرصہ بعد مامون نے ابراہیم کی خطا بخش دی، اور سوال کیا:  
 ”اپنی روپوشی کے دور کا کوئی اہم ترین واقعہ سناؤ۔“  
 ”ابراہیم نے اسی صاحب کردار عورت کی کہانی سنا دی۔“  
 مامون یہ سن کر بہت خوش ہوا، اس نے عورت کو بلایا، اور اس کو پاس عہد کے سلسلہ میں بہت بڑا انعام دیا۔



## وفاء عہد کی ناقابل فراموش مثال

سموال بن عاینا، عربوں کی تاریخ میں وفاء عہد کیلئے ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔  
 واقعہ یوں ہے کہ امراؤ القیس مشہور عرب ذور جاہلیت کی یگانہ اور نادر روزگار شاعر جب قیصر روم کے دربار میں طلب کیا گیا، تو جاتے وقت وہ اپنی زرہ اور اسلحہ اور بہت سامان سموال کے پاس امانت رکھ گیا۔



جب امراء القیس اس دنیا سے رخصت ہو گیا، تو کندہ کے بادشاہ نے، جو امراؤ القیس کا بدترین دشمن تھا، سوال سے امانت رکھی ہوئی تمام چیزیں، ایک فرمان کے ذریعہ طلب کیں۔ سوال نے جواب دیا:

امراؤ القیس کی امانت، یا تو میں اس کی بیٹی کو لوٹاؤں گا یا دوسرے ورثاً کو بادشاہ کو نہیں سوئپ۔ سکتا، اس لئے کہ وہ مستحق نہیں ہے۔“

بادشاہ نے پھر اصرار کیا، لیکن اس مرتبہ بھی سوال نے صاف انکار کر دیا، اور کہا:

”میں امانت میں خیانت نہیں کر سکتا، میں ترکِ وفا نہیں کر سکتا، میں دھوکے اور فریب کا مجرم نہیں بن سکتا۔“

یہ سن کر کندہ کا بادشاہ بہت برہم ہوا، وہ لشکرِ گراں لے کر چڑھ دوڑا، سوال اپنے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا، بادشاہ کے لشکر نے ہر چہار طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا۔

اتفاق سے سوال کا لڑکا، کسی طرح قلعہ سے باہر رہ گیا تھا، کندہ کے بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا، اور قید کر دیا، پھر اس نے سارے قلعہ کے ارد گرد چکر لگایا، اور سوال کو پکارا:

آواز سن کر سوال قلعہ کی برجی پر چڑھا اور باہر کی طرف جھانکا بادشاہ نے اس سے کہا:

”میں نے تمہارے لڑکے کو گرفتار کر لیا ہے، یہ دیکھو وہ میرے ساتھ ہے۔“

پھر وہ گویا ہوا:

”پس اگر تم اپنے لڑکے کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً امراؤ القیس کی زرہ اور سامانِ جنگ، اسلحہ اور جملہ مال و متاع میرے حوالے کر دو، ایسا کرو گے تو میں تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا، محاصرہ اٹھالوں گا، تمہارا بیٹا تمہیں واپس کر دوں گا، اور اگر اب بھی تم نے پہلے کی طرح انکار کیا تو یاد رکھو، اس لڑکے کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دوں گا، تم خود دیکھ لو گے اس کا کیا حشر ہوتا ہے..... اب تمہیں اختیار دیا جاتا ہے دونوں باتوں میں سے جو چاہو پسند کر لو۔“

سوال نے جواب دیا:

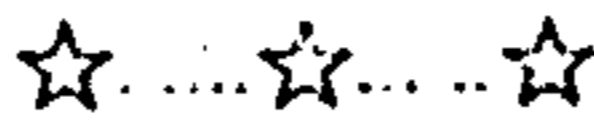
”خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ مرنے کے بعد میں امراؤ القیس سے دعا کروں، رہا

میرے لڑکے کا معاملہ تو جو تیرا جی چاہے وہ کر۔“

یہ سن کر، بادشاہ کا غصہ بہت زیادہ بھڑک اٹھا، اس نے اسی وقت وہیں قلعہ کی دیوار کے نیچے، سوال کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کو ذبح کر ڈالا سوال یہ جگر خراش اور ہولناک منظر دیکھتا رہا، مگر اس نے اف بھی نہ کی، بیٹے کی جان بچانے کیلئے وہ امانت میں خیانت پر کسی طرح بھی راضی نہ ہوا، صبر و شکر کے ساتھ اپنے بیٹے کا قتل دیکھا، کیا اس کے نزدیک بیٹے کی جان خود اپنی زندگی اپنے متعلقین کا بچاؤ، یہ سب باتیں بے معنی تھیں، وہ صرف ایک بات جانتا تھا یہ کہ کبھی اور کسی حالت میں عہد نہ ٹوٹے پائے، امانت میں خیانت کے جرم کا ارتکاب نہ ہو۔

پھر جب کچھ عرصہ بعد امر او القیس کے ورثاء آئے، تو سوال نے اس کی ایک ایک چیز گن کر ان کے حوالہ کر دی۔

اس واقعہ کے بعد سے تاریخ عرب میں سوال کا نام ”پاسِ عہد“ کے سلسلہ میں ضرب المثل کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔



### پاسِ وعدہ

حارث بن عباد، عدی بن ربیعہ کی تاک میں تھا کہ کہیں پکڑ لے، تو اس سے بدلہ لے، ان دونوں کی بہت پرانی دشمنی چلی آرہی تھی۔

ایک مرتبہ میدانِ جنگ میں دونوں کا آمناسا منا ہوا، حارث نے عدی کو پکڑ لیا لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں تھا کہ یہی عدی بن ربیعہ ہے گرفتار کرنے کے بعد حارث نے عدی سے پوچھا:

”بتاؤ عدی بن ربیعہ کہاں ہے؟“

تو گرفتار، یعنی خود عدی نے کہا:

”بتاؤں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ جیسے ہی میں بتاؤں فوراً مجھے رہا کر دیجئے اور پھر نہ

پکڑیئے۔“

حارث نے جواب دیا: ”منظور..... بتاؤ“۔

وہ بولا: ”میں ہوں، عدی بن ربیعہ“۔

حارث نے فورا اسے رہا کر دیا۔ اور پھر گرفتار نہیں کیا۔

☆.....☆.....☆

## نعمان بن منذر اور طائی

نعمان بن منذر بادشاہ حیرہ نے اپنے دربار کے دو دن مقرر کر رکھے تھے۔

۱..... یوم غضب۔

۲..... یوم نعیم۔

پہلے دن جو شخص سامنے آجاتا، وہ کتنا ہی بے قصور ہوتا، لیکن نعمان کی آتش غضب کے شعلے اسے جلا کر خاکستر کر دیتے، اور دوسرے دن جو سامنے آجاتا، وہ کتنا ہی قصور وار ہوتا، لیکن خلعت اور انعام سے سرفراز ہوتا،

اتفاق کی بات، طائی زمانہ کا ستایا ہوا، فاقہ کا مارا ہوا، تباہ و برباد، خستہ و در ماندہ، پریشان و دل گرفتہ، گھر سے نکلا اور قسمت آزمائی کے ارادہ سے اس نے نعمان بن منذر کے دربار کی راہ لی، خرابی قسمت سے نعمان کے دربار میں جب وہ پہنچا تو یہ یوم غضب تھا، یعنی آج کے دن انعام اور بخشش کا کوئی سوال نہیں تھا، صرف ہلاکت اور موت ہی کا تحفہ مل سکتا تھا۔

دربار میں پہنچنے کے بعد طائی کو معلوم ہوا کہ آج کون سا دن ہے؟ اور اب کیا ہونے والا ہے؟ اس نے بادشاہ سے کہا:

”خدا بادشاہ کی عمر دراز کرے، میری ایک چھوٹی لڑکی ہے، بھونکی بیوی ہے گھر میں سوا فقر و فاقہ کے عسرت و فلاکت کے کچھ نہیں ہے، قسمت کی خوبی، کہ میں بادشاہ کے دربار میں اس دن پہنچا جب قسمت مخالف ہوتی ہے، اور موت رفاقت پر کمر بستہ ہوتی ہے۔ میں بادشاہ کا اصول توڑنا نہیں چاہتا، صرف اتنی رعایت چاہتا ہوں کہ میں اپنے بال بچوں کے پاس چلا جاؤں اور جو تھوڑی سی پونجی میرے پاس ہے یہ انہیں سوپ آؤں، اور قبیلہ کے اہل خیر کی

خدمت میں عرض کر دوں کہ وہ ان بے سہارا اور تباہ حال لوگوں کا خیال رکھیں، میں خدا کو حاضر ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ میں شام تک وضیت کر کے اور اپنے فرائض ادا کر کے واپس آ جاؤں گا اور اپنے آپ کو پیش کر دوں گا، کہ بادشاہ جو سلوک چاہے میرے ساتھ روار کھے، اور میں جانتا ہوں وہ قتل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔“

زندگی میں پہلی مرتبہ طائی کے الفاظ نے نعمان کے دل پر دستک دی، اور وہ کسی حد تک متاثر ہوا، اسے یقین ہو گیا، یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل صحیح ہے، اس میں کذب و دروغ کا عنصر شامل نہیں ہے، اس نے کہا:

”میں تمہیں جانے کی عارضی اجازت دے سکتا ہوں۔ لیکن صرف اس صورت میں کہ کوئی تمہارا ضامن بنے اور یاد رکھو، اگر تم وقت مقررہ پر واپس نہ آئے تو تمہارے بجائے تمہارا ضامن قتل کیا جائے گا۔“

نعمان کا ندیم، شریک بن عدی سامنے بیٹھا تھا، طائی اس کی طرف مخاطب ہوا، اور التجا بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا:

”اے شریک میں موت سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے اپنے چھوٹے بچوں کا خیال ضرور ہے، وہ بھوک اور انتظار کے عالم میں بیٹھے ہیں، تم شریف اور معزز ہو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ شام تک واپس آ جاؤں گا کیا تو میری ضمانت کر لے گا؟“

شریک نے نعمان سے کہا:

”اے بادشاہ میں طائی کی ضمانت کرتا ہوں۔“

اس ضمانت کے بعد طائی چلا گیا۔

جب دوپہر ہوئی تو نعمان بن منذر نے شریک سے کہا:

”طائی اب تک نہیں آیا۔“

شریک نے کہا:

”وہ شام تک آنے کا وعدہ کر گیا ہے۔ اگر شام تک نہ آئے تو میں اس کے بجائے حاضر

ہوں۔“

جب شام قریب ہوئی، نعمان نے کہا:

”اب تم قتل کیلئے تیار ہو جاؤ۔“

شریک نے کہا:

”میں تیار ہوں..... لیکن وہ دیکھئے گرداڑ رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کوئی آڑہا ہے ذرا دیر انتظار کر لیجئے، میرا خیال ہے وہ طائی ہے۔“

نعمان ٹھہر گیا، اور تھوڑی دیر میں واقعی، طائی ہانپتا، کانپتا پہنچ گیا، اس نے کہا:

”مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں میرے پہنچنے سے پہلے شام نہ ہو جائے اس لئے میں افناں و خیزاں آیا ہوں۔“

پھر وہ بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا:

”اے بادشاہ اپنے حکم کو نافذ کرو۔“

نعمان نے گردن اٹھائی اور کہا:

”خدا کی قسم میں نے تم دونوں سے زیادہ عجیب آدمی کوئی نہیں دیکھا، اور اے طائی تو نے وفاء عہد میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ کوئی بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ فخر تیرے لئے کافی ہے۔ اور اے، شریک تو نے شرافتِ نفس اور ایثار کی حد کر دی، اور کرم و ایثار کا جب بھی ذکر ہوگا تیرا نام ضرور لیا جائے گا..... اور میں اس واقعہ کے طفیل آج سے اپنا یومِ غضب منسوخ کرتا ہوں، اب کبھی بھی یہ دن نہیں آئے گا.....“

طائی نے کہا: ”بے وفا وہی ہوتا ہے، جو لاندہب ہو۔“

نعمان نے اسے بہت سا انعام دیا اور رخصت کر دیا۔ (عقد الفرید)

☆.....☆.....☆

## مامون اور عبداللہ بن طاہر

خلیفہ مامون نے عبداللہ بن طاہر بن حسین کو مصر و شام کا گورنر مقرر کیا، ایک روز مامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے عرض کیا:

”یا امیر المؤمنین آپ نے عبد اللہ بن طاہر کو اتنا بڑا منصب سونپ دیا ہے، حالانکہ وہ حضرت علیؑ سے عقیدت رکھتا ہے اور غلو یہ کی طرف راغب ہے اور صرف یہی نہیں، بلکہ اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا، وہ علیؑ کا عقیدت مند اور غلو یوں کا جان نثار تھا۔“

یہ باتیں سن کر مامون خاموش ہو گیا، لیکن دل میں یہ کانٹا کھٹکتا رہا، پھر اس نے الگ جا کر ایک آدمی کو بلایا اور اسے درویشوں کا لباس پہنایا، پھر اسے عبد اللہ بن طاہر کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا:

تم مسر جاؤ، وہاں پوشیدہ طور پر، یعنی اپنے آپ کو طاہر کئے بغیر لوگوں میں قاسم بن محمد بن ہبایا غلوی کا پروپیگنڈہ کرو خوب خوب ان کے مناقب بیان کرو۔ پھر اس کے بعد عبد اللہ بن طاہر کے جو معتد لوگ ہوں ان سے ملو، اس کے بعد خود عبد اللہ بن طاہر سے ملاقات کرو، اور اسے دعوت دو کہ وہ قاسم بن محمد غلوی کی جماعت میں شریک ہو جائے اس طرح تمہیں اس کے باطن کا صحیح صحیح اندازہ ہو جائے گا۔ جب تمہیں اس کی نیت کا پورا پورا پتہ چل جائے، تب میرے پاس آؤ اور سارا ماجرا کہہ سناؤ۔“

اس آدمی نے مامون کی ہدایات پر پورا پورا عمل کیا۔ مصر پہنچا اور اسی کام میں منہمک ہو گیا، جو مامون نے بتایا تھا، ایک روز اس نے تحریر لکھ کر عبد اللہ کو بھیجی، جب لوگ چلے گئے، حاجب اسکے پاس آیا اور اسے عبد اللہ کے پاس لے گیا، وہ خاموشی اور وقار کے ساتھ جگہ اپنی بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت بالکل تنہا تھا، کوئی بھی اس کے پاس نہیں تھا۔

عبد اللہ نے کہا:

”کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا مقصد لے کر یہاں آئے ہو؟“

وہ بولا: ”سب سے پہلے جان کی امان چاہتا ہوں۔“

عبد اللہ نے کہا: ”وہ دی گئی۔“

پھر اس شخص نے عبد اللہ کو قاسم کی جماعت میں شرکت کی دعوت دی، اور بڑی فصاحت و باغت اور جوش و خروش سے اپنا کردار ادا کیا۔

عبد اللہ نے کہا: ”کہہ چکے ہو تم جو کچھ کہنا تھا؟“

وہ بولا: ”جی ہاں کہہ چکا۔“

عبداللہ نے کہا: ”انسان پر کیا یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے محسن کا شکر ادا کرے؟“

وہ بولا: ”ضرور ہے۔“

عبداللہ گویا ہوا: ”تم میرے پاس اپنا پیام لے کر آئے ہو، اور دیکھ رہے ہو، کہ مشرق پر، مغرب پر، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، میرا سکہ چل رہا ہے، میرا حکم مانا جاتا ہے، میرے قول کے آگے سر جھکتے ہیں۔ میں جب اپنے آپ کو دیکھتا ہوں، تو اپنے آپ کو مامون کی نعمتوں اور احسانوں سے گھرا ہوا پاتا ہوں۔“

”تم مجھے کفرانِ نعمت کی دعوت دینے آئے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ میں وفا کا راستہ ترک کر دوں، اور مکر و فریب کی منزل کی طرف چل کھڑا ہوں؟ خدا کی قسم اگر تم اس شرط پر مجھے جنت کی بھی دعوت دو کہ میں اپنے محسنِ مرہی اور آقا کے ساتھ عذرو بے وفائی کا ارتکاب کروں تو مجھے جنت بھی اپنی وفا اور شکرِ نعمت کے مقابلہ میں قبول نہیں ہے، میں ہرگز مامون کی بیعت نہیں توڑ سکتا، نہ اس سے بے وفائی کر سکتا ہوں۔“

وہ آدمی خاموشی سے عبداللہ کی یہ ساری باتیں سنتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر عبداللہ نے کہا:

”مجھے اندیشہ ہے تمہاری جان ضائع نہ ہو جائے بہتر یہ ہے کہ تم اس شہر کو فوراً چھوڑ دو۔“

عبداللہ کا باطن دیکھ کر اس کی ”نیت“ پر کھ کر وہ شخص سیدھا مامون کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا سے سچ سچ کہہ سنایا۔

مامون یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا، اس نے عبداللہ کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا، اور اسے پہلے سے کہیں زیادہ اپنا امین اور معتمد بنا لیا۔ (عقد الفرید)

☆.....☆.....☆

کافور کی وفاداری

ابو الفتح منطقی کا بیان ہے:

ہم لوگ کافور اشیدی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ مصر و شام کا فرماں روا ہے معلیٰ تھا، اس کی بیت و بدبہ سے رعایا کا ہنسی تھی، اس کی عظمت اور جلال سے معاصرین کے دل معمور تھے، وہ جو چاہتا تھا، کرتا تھا، اس کے ہاتھ میں حکومت اور سلطنت تھی وہ علو قدر کا مالک تھا، اس کے نام کا ڈنکا چار داگ عالم میں بج رہا تھا، ہر شہر اور ہر ملک میں اس کے نام اور کام کا جرجا تھا، ہم لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے، اس اثناء میں دسترخوان بچھا اور کھانا چنا گیا، کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگ سو گئے، کافور بھی الگ جا کر سو گیا، جب وہ خوابِ استراحت سے بیدار ہوا اس نے ہمیں طلب کیا اور ہم میں سے بعض نے کہا:

”تم فلاں محلہ میں جاؤ، وہاں ایک بوڑھا منجم رہتا تھا، اگر وہ زندہ ہے تو اسے فوراً حاضر کرو، اور اگر وہ مر چکا ہے تو اس کے مال اور اولاد کا پتہ چلاؤ، اور حالات معلوم کرو۔“

ہم کافور کے بتائے ہوئے محلہ میں گئے اور بوڑھے منجم کے بارے میں دریافت کیا۔ تحقیق کے بعد معلوم اس کا انتقال ہو چکا ہے اس کے پس ماندگان میں دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک کی شادی ہو چکی ہے اور دوسری ابھی کنواری ہے اور دو شیرنگی کے عالم میں ہے، ہم کافور کے پاس واپس آئے اور یہ سارا واقعہ بے کم و کاست بیان کر دیا۔

یہ سن کر کافور نے ان دونوں کیلئے ایک ایک عمدہ مکان خریدی اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے کپڑے بنوائے، بہت سا سونا دیا، اور پھر چھوٹی لڑکی کی شادی کر دی، اور دونوں بہنوں کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا، اس واقعہ کے بعد یہ مشہور ہو گیا، کہ یہ دونوں بہنیں کافور کی رشتہ دار ہیں، اسی لئے وہ ان کا اتنا زیادہ خیال رکھتا ہے۔

جب وہ یہ سب کچھ کر چکا تو ایک روز ہنستے ہوئے اس نے ہم سے پوچھا:

”جانتے ہو یہ سب کچھ میں نے کیوں کیا؟“

ہم نے کہا: ”ہمیں کیا معلوم۔“

کافور نے کہا: ”ایک روز میں ان لڑکیوں کے باپ یعنی اس بوڑھے منجم کے پاس سے

گزر میں اس زمانہ میں ابن عباس کا غلام تھا، منجم نے مجھے دیکھا اور کہا:

”آؤ میاں ذرا بیٹھو ہمارے پاس۔“



میں بیٹھ گیا، منجم نے کہا:

”تم بہت جلد ایک بہت بڑے آدمی بن جاؤ گے۔“

پھر اس نے مجھ سے کہا:

”کچھ مجھے دو۔“

میرے پاس صرف دو درہم تھے وہ میں نے اس کی طرف پھینک دیئے اور بولا۔  
وہ بولا: ”میں اتنی بڑی خوشخبری تجھے دے رہا ہوں، اور تو صرف دو درہموں میں مجھے ٹر خا  
رہا ہے۔“

پھر وہ کہنے لگا:

”اب میں اپنی خوشخبری میں اور اضافہ کرتا ہوں.....“

”خدا کی قسم تو اس ملک کا بادشاہ بنے گا، جب تو بادشاہ بنے تو میری بات یاد رکھنا، مجھے  
بھول نہ جانا۔“

میں نے جواب دیا: ”ایسا نہیں ہوگا۔“

وہ کہنے لگا: ”مجھ سے عہد کرو۔“

”میں نے اس سے عہد کر لیا اور اس نے وہ میرے دنیئے ہوئے دو درہم مجھے واپس  
کردیئے۔“

پھر میں دنیا کے دوسرے کاموں میں مصروف و مشغول ہو گیا، امور و اموال کا ایک سلسلہ  
تھا، جس سے مجھے سابقہ پڑ رہا تھا، آخر کار وہ زمانہ آیا کہ میں واقعی بادشاہ بن گیا، لیکن اس  
ساری مدت میں وہ بوڑھا منجم ایک مرتبہ بھی مجھے یاد نہیں آیا میں اسے بھول گیا تھا۔

آج کھانا کھانے کے بعد جب میں سویا، تو خواب میں دیکھتا کیا ہوں بڑے میاں  
تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں:

”وہ تیرا عہد کہاں ہے، کچھ یاد ہے تو نے مجھ سے کیا عہد کیا تھا؟ تو نے کچھ وعدے کئے

تھے؟ کیا انہیں پورا کیا؟ دیکھ دھوکا نہ کر، ورنہ تجھ سے بھی دھوکا کیا جائے گا۔“ یہ سن کر میری آنکھ  
کھل گئی اور پھر میں نے بیدار ہو کر جو کچھ کیا وہ تمہیں معلوم ہی ہے۔“

یہ سارا قصہ اتنا مشہور ہوا کہ منس کے بچے بچے کی زبان پر چڑھ گیا، جو بھی سنتا تھا وہ کافور کے ایٹائے عہد پر عیش عیش کراٹھتا تھا۔ (عقد الفرید)

☆.....☆.....☆

## اولاد کی قربانی

جب عربوں کا جھنڈا، اندلس کی سرزمین پر لہرا رہا تھا، ہسپانیہ کے ایک بہادر سے ایک عرب نوجوان کی مڈ بھینٹ ہو گئی، اتفاق کی بات ہسپانوی بہادر کا داؤ چل گیا، اور عرب نوجوان اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اب ہسپانوی (اندلسی) بہادر کو ہراس پیدا ہوا کہ انجام قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، ایک عرب کا خون بالا بالا نہیں جاسکتا، یہ سوچ کر وہ بھاگ کھڑا ہوا حالانکہ دہشت اور خوف کے مارے اس کے پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے، پھر بھی جدھر منہ اٹھ گیا، وہ افتاں و خیراں چل نکلا۔ آخر بھاگتے بھاگتے وہ ایک باغ کے دروازے پر پہنچا، بغیر کچھ سوچے سمجھے اندر داخل ہو گیا، دیکھتا کیا ہے، ایک بوڑھا عرب جس کے چہرہ سے رعب و جلال آشکارا تھا بیٹھا ہوا ہے، ہسپانوی شخص جاتے ہی اس کے قدموں پر گر پڑا اور کہا:

”میں نے ایک عرب نوجوان کا خون کیا ہے، میں آپ کے دامن میں پناہ لینے کیلئے آیا ہوں۔“

بوڑھے عرب سے اس کی سرا سیمگی اور دہشت کا منظر دیکھنا نہ گیا اس نے کہا:

”تم بالکل نہ ڈرو، میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔“

پھر بوڑھے عرب نے ہسپانوی نوجوان کو باغ کے ایک گوشے میں ایک کمرہ کے اندر پہنچا

کر کہا:

”تم یہاں بالکل بے فکر ہو کر آرام کرو، یہاں تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کوئی تم تک

نہیں پہنچ سکتا۔“

وہ ہسپانوی مطمئن ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہسپانوی نے شور و غل کی آواز سنی، دیکھتا کیا ہے کچھ لوگ ایک نوجوان مقتول کی لاش لئے آرہے ہیں، بوڑھے عرب نے یہ لاش دیکھی اور چیخ پڑا۔  
”ہائے میرے بیٹے۔“

لوگوں نے بتایا: اسے ایک اندلسی (ہسپانوی) نوجوان نے قتل کیا ہے، جو قتل کرتے ہی بھاگ کھڑا ہوا، اس کی تلاش کی بہت کوشش کی گئی، لیکن وہ کسی طرح دستیاب نہ ہو سکا، پھر چند لوگوں نے بوڑھے عرب سے کہا:

”ہم قاتل کا سراغ لگا کر رہیں گے، اور اس سے ضرور انتقام لیں گے۔“

ہسپانوی یہ سن کر بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا۔

اب بوڑھے عرب کو اصل حقیقت معلوم ہوئی اور وہ سمجھ گیا اس کے بیٹے کا قاتل یہی ہسپانوی نوجوان ہے، یہ سوچ کر اس کا خون کھولنے لگا، لیکن اس نے اپنے دل کو سنبھالا۔  
جب آدھی رات گزر گئی، اور سب لوگ سو گئے تو وہ ہسپانوی نوجوان کے کمرہ میں داخل ہوا جس کے مارے دہشت اور خوف کے جان پر بنی ہوئی تھی، موت اس کے سامنے نظر آرہی تھی۔

لیکن بوڑھے عرب نے اس کا خوف دور کیا اور اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

”تم میری پناہ میں ہو، میں نے تمہیں امن دیا ہے، اگرچہ تم میرے بیٹے کے قاتل ہو، لیکن میں عہد نہیں توڑوں گا، موقع سے فائدہ اٹھاؤ، رات کی اس تاریکی اور خاموشی میں چپکے سے نکل جاؤ، میں تم سے انتقام لینا نہیں چاہتا، اپنا معاملہ خدا کو سونپتا ہوں۔“

یہ کہہ کر بوڑھے نے ہسپانوی نوجوان کو کچھ زاہد راہ بھی دیا اور کہا:

”جاؤ، چلے جاؤ۔“

اور پھر وہ چلا گیا۔



# حلم و بردباری

## امیر معاویہ کا حلم

امیر معاویہ کی ذاتی جاگیر کی سرحد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی زمین سے ملتی تھی، جہاں امیر کے غلام رہتے تھے، ان غلاموں نے عبداللہ بن زبیرؓ کی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا، چنانچہ انہوں نے امیر معاویہ کو لکھا:

”اے معاویہ، تیرے غلام میری زمین میں داخل ہو گئے، انہیں اس حرکت سے باز رکھ، ورنہ پھر جو چاہوں گا میں کروں گا، جو چاہے تو کیجٹو۔“

معاویہ نے اس بارے میں اپنے بیٹے یزید سے مشورہ کیا، یزید نے کہا:

”بابا جان، فوراً فوج بھیج دیجئے، وہ عبداللہ کا سر لا کر آپ کے سامنے ڈال دیں گے۔“

معاویہ نے کہا: ”نہیں یہ نامناسب بات ہے۔“

پھر امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو ایک خط لکھا، جس میں ان کی خوب تعریف و توصیف کی، ان کیلئے مدح اور عظمت کے الفاظ استعمال کئے اور زیادہ سے زیادہ نیاز مندی اور انکساری کا مظاہرہ کیا۔

اس خط کے جواب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی ملاطفت کا جواب لکھا، اور اپنے دعوے سے معاویہ کے حسن اخلاق کے باعث دستبردار ہو گئے، اور دل صاف کر لیا۔

امیر معاویہ کو یہ خط ملا تو وہ اسے پڑھ کر بہت زیادہ مسرور ہوئے، انہوں نے یزید کو طلب کیا، اسے خط پڑھنے کیلئے دیا، جب وہ پڑھ چکا تو کہا:

”اے بیٹے! یاد رکھ..... جس نے معاف کیا، اسے سرداری ملی، جس نے حلم اور بردباری سے کام لیا، عظمت اور سرفرازی اس کی دمساز ہوئی، جس نے سرکشی کی اور اس کے ساتھ

استمالِ قلوب سے کام لیا گیا تو اس کی سرکشی اطاعت سے بدل گئی۔“

یزید سے پھر مخاطب ہو کر امیر معاویہ نے کہا:

”اگر زندگی میں تجھے اس طرح کی صورتِ حال سے کبھی دو چار ہونا پڑے، تو ہمیشہ مرض کے علاج میں یہی نسخہ استعمال کر جو میں نے استعمال کیا ہے اور جس سے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔“

☆.....☆.....☆

## حضرت زین العابدین کا عفو و احسان

حضرت امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدینؓ ایک مرتبہ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی سے آنا سامنا ہوا اور وہ گالیاں بکنے لگا، حضرت کے ساتھ جو خدام تھے انہوں نے چاہا کہ اس آدمی کو پکڑ کر خوب ماریں پیشیں اور ایذا پہنچائیں تاکہ اس کا دماغ درست ہو جائے لیکن حضرت امام نے اس کی اس حرکت کو معاف فرمایا اور اس شخص سے مخاطب ہو کر جس نے گالیاں دی تھیں کہا:

”اے شخص! جو کچھ تو نے کہا، میں اس سے کہیں زیادہ برا ہوں میں اپنے عیوب کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں، اگر تو نہ جانتا ہو تو وہ بھی سنا دوں؟.....“

یہ سن کر اس آدمی کا سر فرطِ خجالت سے جھک گیا۔

پھر حضرت امام نے اسے اپنا پیر ہن عطا فرمایا، اور ایک ہزار درہم دیئے۔ وہ آدمی یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

میں گواہی دیتا ہوں یہ نوجوان ابن رسول اللہ ہے۔“ (التمر المسویک)

☆.....☆.....☆

## ہارون رشید کی برو باری

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید بیت الحرام میں داخل ہوا، اور طواف کعبہ میں مشغول ہو گیا، اس سے پیشتر جو دوسرے لوگ طواف کر رہے تھے، انہیں طواف سے روک کر وہاں سے ہٹا دیا

کیا تھا، تاکہ خلیفہ تنہا طواف کر سکے۔

اتنے میں ایک اعرابی آگے بڑھا اور خلیفہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی طواف کرنے لگا، یہ حرکت دیکھ کر امیر المؤمنین کو غصہ آگیا، انہوں نے شمناک نگاہوں سے اپنے حاجب کی طرف دیکھا تاکہ وہ اس آدمی کو وہاں سے بٹادے اور خلیفہ تنہا طواف کر سکے، حاجب اعرابی کو بٹانے کیلئے آگے بڑھا، اعرابی نے کہا:

”اس مکان میں نہ کوئی بادشاہ ہے، نہ گدا، سب برابر ہیں۔“

ہارون نے یہ سن کر حاجب کو روک دیا، اور وہ اعرابی خلیفہ کے ساتھ اطمینان سے طواف کرتا رہا۔ طواف سے فراغت کے بعد خلیفہ نے حاجب کو حکم دیا کہ اعرابی کو بلا لائے اعرابی نے حاجب سے کہا:

”مجھے خلیفہ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اسے خود میرے پاس آنا چاہیے۔“

حاجب نے یہ الفاظ خلیفہ کے سامنے جا کر دہرائے خلیفہ نے کہا:

”اس نے سچ کہا، ہم خود اس کے پاس چلے جائیں گے۔“

یہ کہہ کر خلیفہ اٹھ کھڑا ہوا، اعرابی کے پاس پہنچا اور کہا:

”السَّلَامُ عَلَیْكَ“

وہ بولا: ”وَ عَلَیْكَ السَّلَامُ“

خلیفہ نے کہا: يَا أَخَا الْعَرَبِ، کیا میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں؟

اعرابی نے جواب دیا:

”یہ میرا گھر نہیں ہے، یہ خدا کا گھر ہے، اور یہاں ہم میں ہر ایک شخص برابر ہے کوئی سکی پر

فوقیت نہیں رکھتا۔“

پھر خلیفہ اعرابی کے پاس بیٹھ گیا، اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا، پھر اس نے حکم

دیا کہ اسے دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

اعرابی نے یہ رقم قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

پھر خلیفہ نے اعرابی کا نام و نسب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ سیدنا موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن محمد بن علی، بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ فرط عقیدت سے اس نے گردن جھکالی۔

☆.....☆.....☆

## سید الاخلاق

ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ اور ان کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کے مابین کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، دونوں ایک دوسرے سے غصہ کی حالت میں جدا ہو گئے جب محمد بن حنفیہ اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے حضرت امام حسینؑ کو حسب ذیل خط لکھا:

”آپ ایسے شرف کے مالک ہیں، جس تک میں نہیں پہنچ سکتا آپ ایسے فضل کے حامل ہیں جو میری پہنچ سے باہر ہے، ہم دونوں کے والد حضرت علیؑ تھے، اس حد تک نہ مجھے آپ پر فضیلت ہے، نہ آپ کو مجھ پر، لیکن آپ کی ماں حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ تھیں اگر ساری دنیا کی عورتیں جمع ہو جائیں تو بھی وہ آپ کی والدہ محترمہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتیں (لہذا اس اعتبار سے آپ کو ہر طرح مجھ پر فضیلت اور برتری حاصل ہے) آپ جیسے ہی میرا یہ رقعہ پڑھیں، فوراً اپنی چادر مبارک اوڑھیں اور نعلین شریفین پہنتے، یہاں تشریف لائیں اور مجھے منائیں.....“

دیکھئے خبردار، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں آپ پر سبقت لے جاؤں (آپ کو منانے کیلئے حاضر ہونے میں پہل اور ابتداء میں کروں، اگر ایسا ہوا تو اس صورت میں) وہ فضل میرے حصہ میں آجائے گا، جس کے آپ صرف آپ ہی حقدار اور مستحق ہیں..... والسلام۔“

یہ خط پڑھتے ہی حضرت امام عالی مقام اٹھے، چادر اوڑھی، جوتا پہنا اور سیدھے محمد بن حنفیہ کے گھر پہنچے، اور حضرت محمد بن حنفیہ تو منتظر ہی بیٹھے تھے، وہ بڑھ کر گرم جوشی سے ملے،

اور حضرت امام نے انہیں منالیا۔

اور اس طرح وہ تنازعہ جو خاندان علی بن ابی طالب میں پیدا ہو گیا تھا، آناٹا ماریع ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

## صبر ایوبی

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری جب بہت بڑھ گئی تو آپ کی بیوی نے کہا:

”کیا آپ نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ وہ آپ کو شفا دے؟“

آپ نے فرمایا: ”ہاں کی تھی۔“

وہ بی بی کہنے لگیں: ”لیکن آپ کی بیماری تو پہلے کے مقابلہ میں کچھ اور بڑھ گئی ہے۔“

حضرت نے فرمایا: ”کم بخت“..... ہم برس ہا برس تک آرام و آسائش راحت و عافیت کی

زندگی بسر کرتے رہے، پھر اگر ہم پر مصیبت آپڑی ہے تو اسے صبر و شکر سے برداشت نہ کریں؟“

☆.....☆.....☆

## نو شیرواں اور بزرجمہر

روایت ہے کہ:

نو شیرواں اپنے وزیر بزرجمہر سے کسی بات پر خفا ہو گیا، ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں

اسے قید کر دیا اور حکم دے دیا کہ اسے ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑ دیا جائے اور روزانہ صرف دو

لقمے روٹی کے اور دو گھونٹ پانی کے دیئے جائیں۔

کئی مہینے اسی طرح گزر گئے، مگر بزرجمہر حرف شکایت بھی زبان پر نہ لایا، یہ رنگ دیکھ کر

ایک روز نو شیرواں نے بزرجمہر کے بعض ساتھیوں کو حکم دیا:

”تم اس کے پاس جاؤ، اس سے اس کا حال دریافت کرو، پھر میرے پاس آ کر پوری

پوری کیفیت بیان کرو۔“

چنانچہ بزرجمہر کے بعض دوست اس کے پاس گئے، لیکن خلاف امید دیکھتے کیا ہیں وہ



بہت ہشاش بشاش، خوش اور مطمئن ہے، انہوں نے اس سے کہا:

”اے مردِ حکیم!..... تو اس تک و تارک مقام میں مدہتا ہے، دکھ اور مصیبت کی زندگی بسر کرتا ہے، پھر بھی تیرہ چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے تیری صحت برباد نہیں ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے تو کسی تغیر سے آشنا نہیں ہوا۔ بلکہ سراسر عیش و نعیم سرور و نشاط اور مسرت و انبساط کی زندگی بسر کر رہا ہے آخر یہ کیا ماجرا ہے؟“

بزرگمہر یہ سب باتیں سنتا رہا، پھر اس نے اپنے دوستوں سے کہا:

”میں نے صبر کی ایک دو اتیار کی ہے جو پانچ اجزاء سے مرکب ہے، ہر روز ان میں سے ایک چیز میں استعمال کرتا رہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تم مجھے اس حال میں دیکھ رہے ہو۔“

دوستوں نے کہا: ”تو وہ نسخہ ہمیں بھی بتائیے کہ اگر کوئی وقت پڑے تو ہم بھی اسے استعمال کریں۔“

بزرگمہر نے کہا: ”لوسنو!“

۱..... پہلی چیز تو ہے اللہ پر غیر متزلزل اعتماد۔

۲..... دوسری چیز ہے، صبرِ کامل۔

۳..... تیسری چیز ہے، جزع فزع سے اجتناب!

۴..... چوتھی چیز ہے، یہ خیال کہ جس حالت میں ہوں اس سے بری حالت بھی تو پیش آسکتی ہے، وہ نہیں پیش آئی، لہذا موجودہ حالت لائق شکر ہے۔ نہ کہ لائق شکایت۔

۵..... جولجی گزرتا ہے وہ دور ابتلاء کو بہر حال کم ہی کرنے والا ہوتا ہے!

جب نوشیرواں نے یہ باتیں سنیں تو بزرگمہر کو آزاد کر کے اس کی خاطر داشت پہلے سے زیادہ کرنے لگا، اور اس کے منصب پر پھر اسے بحال کر دیا۔

☆.....☆.....☆

عبدالملک اور حجاج بن یوسف

خلیفہ عبدالملک بن مردان نے مسجد اقصیٰ کا ایک دروازہ تعمیر کرایا، حجاج بن یوسف نے

اس کے سامنے ایک دوسرا بلب ازراہ عقیدت تعمیر کرایا۔

ایک مرتبہ بجلی گری اور اس نے عبدالملک کے بنائے ہوئے دروازہ کو جلا کر خاکستر کر دیا لیکن حجاج بن یوسف کا بنوایا ہوا دروازہ بالکل صحیح سلامت رہا اسے آنچ بھی نہ آئی، یہ بات عبدالملک کو گراں گزری، حجاج نے اسے اک مراسلہ بھیجا، جس میں تحریر تھا:

”ہم دونوں ابنِ آدم (ہائیل قائل) کی طرح ہیں کہ ایک کی قربانی قبول ہوگئی، دوسرے کی ناقبول۔“

یہ پڑھ کر عبدالملک کا صدمہ جاتا رہا، وہ خوش ہو گیا اور اس نے محسوس کیا کہ صبر نے اسے اچھا بچل دیا ہے۔



## عدل و انصاف کے واقعات

### حضرت عمرؓ اور قیصر روم کا سفیر

قیصر روم نے اپنا ایک سفیر حجاز بھیجا، تاکہ وہ حضرت عمرؓ کے حالات و کوائف سے اسے مطلع کرے، جب وہ مدینہ پہنچا، تو لوگوں سے پوچھا:

”تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟“

لوگوں نے جواب دیا:

”ہمارا کوئی بادشاہ نہیں..... ہاں سردار ضرور ہے، لیکن اس وقت وہ مدینہ کے باہر مضافات میں کہیں گیا ہوا ہے۔“

سفیر حضرت عمرؓ کو تلاش کرتا ہوا، شہر کے باہر نکل گیا، ایک جگہ اس نے دیکھا، کہ حضرت عمرؓ زمین پر دھوپ میں سو رہے ہیں، ان کے جسم کے نیچے گرم ریت ہے، چادر کا تکیہ بنا رکھا ہے، پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے ہیں، خوریت میں گر کر جذب ہو رہے ہیں۔

سفیر نے حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا، تو اس پر وہشت طاری ہو گئی، اس نے کہا:

”ایسا شخص جس کی ہیبت سے دوسرے ملوک کانپتے ہیں۔“

اس حالت میں لیکن اے عمرؓ تو عدل کرتا ہے لہذا بے فکروں کی نیند سوتا ہے، ہمارے بادشاہ جو روجر کرتے ہیں، لہذا ان کی نیند فکر اور پریشانی سے اڑی رہتی ہے۔“



### حضرت عمرؓ کا انصاف

عبداللہ بن عباسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

”ایک اندھیری رات میں حضرت عمرؓ کے گھر کی طرف چلا، جب میں آدھے راستہ پر

پہنچا تو میں نے ایک اعرابی کو دیکھا، جس نے میرا دامن پکڑ کر کھینچا اور کہا:  
”عباس میرے ساتھ آؤ۔“

میں نے اعرابی کو غور سے دیکھا، تو معلوم ہوا یہ تو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ہیں، وہ مجھ سے  
بدلے ہوئے تھے، میں ان کی طرف بڑھا سلام کیا اور کہا:

”یا امیر المؤمنین کہاں کا قصد ہے؟“

حضرت عمرؓ نے جواب دیا:

”آج اس تاریک رات میں ذرا قبل عرب کے حالات و کوائف کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔“

”حضرت عمرؓ آگے آگے تھے، میں پیچھے پیچھے، وہ ایک ایک گھر اور ایک ایک خیمہ کا چکر

کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جائزہ تقریباً ختم ہو گیا اور ہم نے واپسی کا ارادہ کیا، اتنے میں

ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ ہے اس میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہے اور اس کے ارد گرد بچے بھی

بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے چولہا جل رہا ہے اور اس پر ایک ہانڈی جڑھی ہوئی ہے، نچے آگ

بھڑک رہی ہے اور وہ بوڑھی عورت ان لڑکوں سے کہہ رہی ہے:

”بس ذرا دیر اور ابھی کھانا پکا جاتا ہے، پھر کھانا۔“

ہم وہاں بڑی دیر تک کھڑے رہے، حضرت عمرؓ کبھی بوڑھی عورت کو غور سے دیکھنے لگتے،

کبھی بچوں کو، یہاں تک کہ بہت دیر گزر گئی، میں نے ان سے کہا:

”یا امیر المؤمنین آپ کیوں ٹھہر گئے، اب تشریف لے چلئے۔“

حضرت نے فرمایا: ”خدا کی قسم میں یہاں سے جنبش نہیں کروں گا، جب تک یہ بچے کھا

پی کر شکم سیر نہ ہو لیں۔“

ہم لوگ ٹھہر گئے۔ بڑی دیر ہو گئی اور ہم برابر ٹھہرے رہے۔ لیکن کھانا اب تک نہ تیار ہوا اور

بچے تھے کہ زور زور سے رورہے تھے اور چیخ رہے تھے، بڑھیا برابر انہیں تسکین دینا دیتی تھی۔

”بس ذرا دیر اور ابھی تیار ہوا چاہتا ہے کھانا۔“

حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا: ”چلو ہم اس کے پاس چلیں۔“

یہ کہہ کر حضرت عمرؓ خیمہ کے اندر پہنچ گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا۔

حضرت عمرؓ نے بڑھیا سے کہا: ”السلام علیک“

وہ بولی: ”وعلیک السلام“

حضرت عمرؓ: ”یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟“

بڑھیا: ”بھوک سے ٹڈھال ہو کر۔“

حضرت عمرؓ: ”ہانڈی میں جو کچھ ہے، وہ انہیں کھلا کیوں نہیں دیتیں؟“

بڑھیا: ”ہانڈی میں کیا ہے، بس چند کنکریاں کیا وہی کھلا دوں؟“

حضرت عمرؓ آگے بڑھے، انہوں نے ہانڈی کھول کر دیکھی تو کیا دیکھتے ہیں، پانی ابل رہا ہے اور کنکریاں پک رہی ہیں۔

وہ کہنے لگے: ”آخر اس سے مطلب؟“

بڑھیا بولی: ”بچوں کو بہلا رہی ہوں کہ ہانڈی میں کھانا ہے وہ پک جائے تو کھلاؤں، اسی طرح بہلاتی ہوں۔“

اتنی دیر میں بچے روتے بلکتے آخر کار سو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: ”تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟“

وہ بولی: ”کیوں نہ ہو؟..... نہ باپ نہ بھائی نہ شوہر اور نہ قرابت دار پھر مجھے پوچھے کون؟“

حضرت عمرؓ بولے: تم نے امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کی خدمت میں اپنے حالات کیوں نہیں پیش کئے؟ وہ ضرور تمہارے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیتے؟“

کہنے لگی: ”خدا عمرؓ کو غارت کرے، خدا کی قسم اس نے مجھ پر ظلم کیا۔“

یہ سن کر حضرت عمرؓ رز گئے۔ بڑی ملانمت کے ساتھ کہا:

”عمرؓ نے تم پر کیا ظلم کیا؟“

وہ بولی: ”راعی کا فرض ہے کہ وہ رعایا کے حال سے باخبر رہے، نہ جانے اور کون میری طرح تنگ دست، کثیر العیال اور بے یار و مددگار ہو اس کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کی خبر گیری کرے۔ بیت المال سے ان کیلئے بقدر ضرورت رقم مقرر کرنے۔“

حضرت عمرؓ نے کہا: ”اچھا میں ابھی آیا۔“

عباس کہتے ہیں:

یہ کہہ کر حضرت عمرؓ برنکل گئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا اب رات کا آخری ٹلٹ باقی رہ گیا تھا، ہم چل رہے تھے، راستہ کے کتے ہم پر بھونک رہے تھے، یہاں تک کہ ہم بیت المال تک پہنچ گئے، حضرت نے خود اس کا دروازہ کھولا اور اکیلے اندر داخل ہو گئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ اندر پہنچا،

اندر پہنچ کر حضرت نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، پھر انہوں نے ایک بہت بڑی آٹے سے بھری ہوئی بوری اٹھائی پھر مجھے کہا:

”عباس اسے میرے کاندھے پر رکھ دے۔“

پھر فرمایا: ”تم یہ کھی کا برتن اٹھاؤ۔“

میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

پھر حضرت نے دروازہ بند کیا، اور ہم پھر چل کھڑے ہوئے۔

آٹے کے ذرے آپ کی ڈاڑھی پر، آنکھوں پر، پیشانی پر گر رہے تھے، مگر آپ برابر چلے جا رہے تھے، وہ کافی تھک گئے تھے کیونکہ مسافت کافی طے کرنا تھی میں نے اب اس بوجھ کو اٹھانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا میں نے عرض کیا:

”یا امیر المؤمنین میرے ماں باپ آپ پر قربان ایسے میں اٹھا کر لے چلوں اسے۔“

حضرت عمرؓ نے کہا:

”خدا کی قسم قیامت کے دن تم میرے جرائم اور ظلم کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے، اسے عباسؓ جان لو، اوہے کے پہاڑ برابر بوجھ اٹھانا آسان ہے، لیکن ظلم کا بوجھ اٹھانا بہت مشکل ہے خواہ وہ ظلم چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اور خاص طور پر اس بڑھیا کا، کنکریاں ابال کر اپنے بچوں کو بہلا رہی ہے۔ اللہ کے نزدیک کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہو سکتا ہے؟ اے عباس جلدی کر، جلدی چل، ایسا نہ ہو جیسا بڑھیا نے کہا، روتے روتے بچے آپ ہی تھک کر سو جائیں گے، وہ سو چکے ہوں۔“

اب حضرت عمرؓ اور زیادہ تیز چلنے لگے، میں برابر ان کے ساتھ تھا، وہ تھک کے چور چور ہو چکے تھے کہ ہم بڑھیا کے خیمہ تک پہنچے، حضرت نے اپنے کاندھے سے آٹے کی بوری

اتاری، میں نے گھی کا برتن سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھے، انہوں نے ہانڈی کے اندر جو کچھ تھا پھینک دیا اور گھی ڈالا، پھر آنا گوند بنے لگے، چولہے پر جو مد گئی تو آگ بجھ رہی تھی، آپؓ نے بڑھیا سے پوچھا:

”کیا تمہارے پاس لکڑیاں ہیں؟“

وہ بولی: ”ہاں بیٹے ہیں۔ وہ رہیں،“

حضرت اٹھے اور لکڑیاں لے آئے، لیکن یہ گیلی تھیں، ہانڈی چولہے پر رکھ کر منہ نیچا کیا اور پھونکنے لگے تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں، خدا کی قسم میں نے دیکھا چولہے سے نکلتا ہوا دھواں حضرت کی ڈھاڑھی کے اندر سے ہو کر نکل رہا تھا۔ آخر بڑی دیر کے بعد آگ سلگ گئی، گھی پکھلنے لگا، اور کڑکڑانے لگا، ایک ہاتھ میں لکڑی لے کر حضرت اسے دیکھی میں چلانے لگے، بچے برابر چیخ رہے تھے اور رو رہے تھے یہاں تک کہ کھانا تیار ہو گیا، اور بچوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر وہ اچھل کود کر خوشیاں منانے لگے پھر سو گئے۔

اب حضرت بڑھیا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”میں امیر المؤمنینؓ عمرؓ کا قرابت دار ہوں، میں ان سے تمہارا حال بیان کروں گا لہذا تم سویرے تڑکے دار الامارہ میں پہنچ جانا، تم مجھے وہیں پاؤ گی، شاید خدا تمہارے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا کر دے۔“

پھر حضرت عمرؓ اس سے رخصت ہو کر باہر آئے، میں بھی ساتھ تھا، حضرت عمرؓ نے کہا:

”اے عباس جب میں نے دیکھا کہ یہ بڑھیا کنکریاں اُبال کر بچوں کو بہلا رہی ہے میں نے محسوس کیا پہاڑ لرز رہے ہیں اور میری پیٹھ پر گر رہے ہیں یہاں تک کہ میں اناج لایا، میں نے ان کیلئے کھانا پکایا، پھر وہ بچے شکم سیر ہو کر خوش خوش کھلتے کودتے سو گئے اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ پہاڑ میری پیٹھ سے اتر گئے۔“

پھر ہم دونوں حضرت کے گھر پہنچے میں نے بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ بڑھیا آئی، حضرت کو دیکھ کر پہچانا اور ڈر گئی، آپ نے اسے معاف کر دیا، آپ نے اس کا، اور اس کے بچوں کا مستقل وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیا، جو ہر ماہ پابندی کے ساتھ اسے ملنے

لگا۔ (مجانبی الادب)



## حضرت عمرؓ اور نو مسلم بادشاہ

ایک عیسائی بادشاہ جبلہ بن اسیم نمانی مسلمان ہو گیا، ایام حج میں حج کیلئے وہ مکہ آیا، خانہ کعبہ میں وہ طواف کر رہا تھا کہ اس کی چادر سے ایک اعرابی الجھ گیا جبلہ نے فوراً اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا، اعرابی سیدھا فریاد کناں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور اس سے دریافت کیا کیا معاملہ ہے؟

جبلہ نے کہا:

”ہاں اس کی شکایت بجا ہے، میں نے اسے مارا۔“

حضرت عمرؓ نے اعرابی سے کہا وہ جبلہ کو ایک طمانچہ مار کر اپنا بدلہ لے سکتا ہے، لیکن اتنا ہی

جتنا جبلہ نے وار کیا تھا۔

یہ فیصلہ سن کر جبلہ کو بہت تعجب ہوا، اس نے کہا:

میں ایک بادشاہ ہوں اور یہ ایک بازاری آدمی ہے، یہ مجھے کیسے مار سکتا ہے، کیا میں اور یہ

برابر ہیں؟“

حضرت عمرؓ نے کہا:

”اسلام کی نگاہ میں بادشاہ اور رعیت میں کوئی فرق نہیں، سب برابر ہیں۔“

جبلہ نے کہا: ”اچھا مجھے کل تک مہلت دیجئے۔“

مہلت مل گئی۔

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر، وہ قیصر روم کے پاس بھاگ گیا، وہاں پہنچ کر وہ مرتد ہو گیا

اور اسلام کے حلقہ سے نکل کر پھر کفر کے حلقہ میں شریک ہو گیا۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد، اپنی اس حرکت پر وہ نادم ہوا، اور اس نے بعض درد انگیز اشعار

بھی کہے، جن میں اسلام کو چھوڑنے پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا تھا۔



حضرت عمرؓ نے یہ گوارا کر لیا کہ ایک بادشاہ وقت اسلام سے روگرداں ہو جائے لیکن اس نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ایک حقیر مسلمان پر ظلم ہو، کیا عدل و انصاف کی اس سے بہتر مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے۔

☆.....☆.....☆

## حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا

حضرت عمرؓ جب شام سے واپس مدینہ تشریف لائے تو لوگوں سے بچ کر نکل گئے، تاکہ عامۃ المسلمین کے حالات اور کوائف معلوم کریں اسی اثناء میں ان کا گذر ایک خیمہ کی طرف ہوا وہاں ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی،

حضرت عمرؓ نے پوچھا: ”عمر کا کچھ حال معلوم ہے۔“

وہ بولی: ”ہاں شام سے صبح سلامت واپس آ گیا۔“

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: ”تمہاری عمر کے بارے میں کیا راز ہے۔“

وہ بولی: ”اس سے خدا سمجھے۔“

حضرت عمرؓ نے پوچھا: ”کیوں کیا کیا اس نے؟“

کہنے لگی: ”جب سے وہ خلیفہ بنا ہے اس نے مجھے کچھ بھی تو نہیں دیا۔“

حضرت عمرؓ: ”لیکن عمر کو تمہاری حالت کیا معلوم؟ تم یہاں وہ وہاں۔“

بڑھیا: ”خدا کی قسم میں نہیں خیال کرتی کہ کوئی شخص اپنے وقت کا والی ہو، اور وہ یہ نہ جانتا

ہو کہ اس کے حدود مملکت کے مشرق میں کیا ہے اور مغرب میں کیا ہے۔“

حضرت عمرؓ رونے لگے،

پھر فرمایا: ”آہ بد قسمت عمر! تجھ سے زیادہ ہر شخص جانتا ہے حتیٰ کہ یہ بڑھیا بھی۔“

پھر آپ نے کہا: ”تم کتنے میں عمر کو معاف کر دو گی؟ میں اسے دوزخ کی آگ سے بچانا

چاہتا ہوں؟“

بڑھیا نے جواب دیا: ”خدا تجھ پر رحم کرے، اے شخص مجھ سے مذاق نہ کر۔“

حضرت عمرؓ: ”میں مذاق نہیں کرتا۔“

حضرت نے اپنا اسرار جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ۲۵ دینار میں آپ نے اس کی معافی حاصل کر لی۔

اسی اثناء میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود تشریف لے آئے دونوں بزرگوں نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ.

”بڑھیا نے سر پیٹ لیا، اور بولی:

”ہاے یہ میں نے کیا کیا؟ امیر المؤمنین کو ان کے سامنے برا بھلا کہہ بیٹھی؟“

حضرت عمرؓ نے کہا: ”کوئی مضائقہ نہیں، خدا تجھ پر رحم کرے۔“

پھر آپ نے چیزا لکھنے کیلئے طلب فرمایا، مگر نہ ملا، پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک ٹکڑا پھاڑا، اور اس پر لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. عمر نے فلاں عورت کو ۲۵ دینار دے کر جس دن

سے اس نے خلافت سنبھالی ہے آج تک کی خطا کی معافی حاصل کر لی، اب یہ

بڑھیا میدانِ حشر میں خدائے عزوجل کے سامنے عمر پر کوئی دعویٰ نہیں کرے گی، وہ

اس سے بری ہے۔“

اس تحریر پر حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے بطور گواہ کے دستخط کئے۔

پھر حضرت عمرؓ نے یہ تحریر اپنے صاحبزادہ کے حوالہ کر دی اور ان سے فرمایا:

”جب میں مر جاؤں اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دینا، جسے میں اپنے رب کے سامنے

پیش کروں گا۔“

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنی نازک اور گراں بار ذمہ داریوں کا کتنا

زیادہ احساس تھا، اور وہ حشر کی جواب دہی سے کتنے خائف رہتے تھے؟ یہی ایک مردِ مومن کی

علامت ہے۔

## حضرت عمرؓ کا امتحان

روایت ہے کہ:

حضرت عمر کے پاس یمن سے چادریں آئیں، آپ نے انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، چنانچہ ہر شخص کے حصہ میں ایک چادر آئی دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت عمرؓ کے حصہ میں بھی ایک چادر آئی۔

ایک روز حضرت عمرؓ ظہر پر چڑھے، وہی یمنی چادر زیب جسم تھی، آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کی، فوراً ہی حاضرین میں سے ایک مسلمان اٹھا، اس نے کہا:

”ہم نہ آپ کی باتیں سنیں گے نہ مانیں گے۔“

حضرت عمرؓ نے پوچھا: ”یہ کس لئے۔“

وہ بولا: ”کیونکہ تو نے خیانت کی۔“

حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا: ”وہ کیسے؟“

وہ کہنے لگا:

”یمنی چادروں کو جب آپ نے مسلمانوں میں تقسیم کیا تھا تو ہر مسلمان کے حصہ میں ایک چادر آئی تھی، اسی طرح آپ کو بھی ایک ہی ملی تھی۔ لیکن یہ ایک چادر میں آپ کا لباس نہیں تیار ہو سکتا، میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ مکمل پیرہن پہنے ہوئے ہیں حالانکہ آپ دراز قد ہیں، ایک چادر میں آپ کا پیرہن نہیں تیار ہو سکتا کھلی ہوئی بات ہے، اگر آپ نے خیانت نہ کی ہوتی، اور اس مال میں سے اپنے حصہ کے تناسب سے زیادہ نہ لیا ہوتا تو آج پیرہن پہنے ہوئے آپ کیسے نظر آتے؟.....“

یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”اے عبداللہ! اس شخص کی بات کا جواب دے۔“

حضرت عبداللہؓ بن عمر کھڑے ہوئے اور آپ نے کہا:

”امیر المؤمنین نے جب چادر کو پیرہن بنانے کیلئے قطع کیا تو اندازہ ہوا کہ وہ کافی نہیں

ہوگی۔ چنانچہ میں نے اپنی چادر انہیں دے دی، اور انہوں نے اپنا پیرہن بنا لیا۔  
وہ آدمی گویا ہوا: ”اب ہم سنیں گے بھی اور مانیں گے بھی۔“

☆.....☆.....☆

## حضرت علیؑ کا عدل!

رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے،  
ان میں سے ایک نے کہا:

”میرا گدھا تھا اور اس کی گائے، اس کی گائے نے میرے گدھے کو ہلاک کر دیا۔“

حاضرین میں سے ایک شخص بول پڑا:

”بھائی تم پر تعزیر واجب نہیں ہوتی۔“

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ سے کہا:

”علی تم فیصلہ کرو۔“

حضرت علیؑ نے دونوں سے کہا:

”وہ دونوں جانور بندھے ہوئے یا کھلے ہوئے تھے؟“..... یا ان میں سے ایک بندھا

ہوا تھا اور ایک کھلا ہوا تھا؟“

جواب ملا:

”گدھا بندھا ہوا تھا گائے کھلی ہوئی تھی اور اس کا مالک اس کے پاس تھا۔“

حضرت علیؑ نے فیصلہ کیا:

گائے کا مالک گدھے کا تاوان ادا کرے گا۔

رسالت مآب ﷺ نے اس حکم کی تصدیق فرمادی۔ حالانکہ حضرت علیؑ دوسرے صحابہ کے

مقابلہ میں بہت کم عمر تھے۔

☆.....☆.....☆

## حضرت علیؑ کا فیصلہ!

ابومطرانہصری روایت کرتے ہیں:

میں نے حضرت علیؑ کو ایک مرتبہ اس حالت میں دیکھا کہ کچھ کھجور والے آئے ان کے ساتھ ایک جاریہ بھی تھی جو رو رہی تھی۔

حضرت علیؑ نے دریافت فرمایا:

”اے جاریہ تو کیوں رو رہی ہے؟“

کہنے لگی: ”میں نے اس سے ایک درم کی کھجور خریدی، لیکن میرے آقا نے واپس کر دی، میں اس کے پاس واپس لائی تو یہ واپس لینے سے انکار کرتا ہے۔“

حضرت علیؑ نے کہا:

”تو اپنی کھجور لے، اور درم واپس کر، یہ عورت کینر ہے خود فیصلہ کی مجاز نہیں۔“



## ہارون رشید اور بلخی

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی، کہ حضرت بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرنی چاہیے، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پوچھا:

”آپ ہی زاہد وقت ہیں؟“

حضرت نے جواب دیا: ”میں زاہد نہیں ہوں۔“

ہارون بولا: ”مجھے کچھ ہدایت کیجئے۔“

حضرت نے فرمایا:

”عدل کر“ یہی سب سے پہلی چیز ہے، جس کا سوال تجھ سے کیا جائے گا، اور اسے نہ بھول کہ خدا نے تجھے جس جگہ پر بٹھایا ہے یہاں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی بیٹھ چکے ہیں۔ لہذا تیرا صدق ان ہی کے صدق کی طرح ہونا چاہیے، اور حضرت عمرؓ بھی بیٹھ چکے ہیں، لہذا حق اور

باطل میں تمیز کرنے کا وہی جذبہ تیرے اندر بھی ہونا چاہیے جو ان میں تھا اور حضرت عثمان غنیؓ بھی بیٹھے چکے ہیں، لہذا تمہ میں بھی وہی حسرت ہونے چاہئیں جو ان میں تھے، اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہؓ بھی بیٹھے چکے ہیں، لہذا تیرے اندر بھی وہی عدل کا ملکہ اور عمل کا لگاؤ ہونا چاہیے جو ان میں تھا.....!

ہارون رشید کا کہنا ہے حضرت بلخی کے ان کلمات نے مجھے بہت نفع پہنچایا، اور ان کی باتیں میرے دل میں راسخ ہو گئیں۔“

☆.....☆.....☆

## مامون کا عدل!

ایک شخص خلیفہ مامون رشید کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جس میں امیر المؤمنین یعنی خود مامون کے ظلم کی شکایت درج تھی، رقعہ پڑھ کر مامون نے کہا:

”میں نے ظلم کیا ہے؟“

وہ شخص بولا: ”یا امیر المؤمنین کیا آپ کے سوا میں کسی اور سے مخاطب ہوں۔“

مامون نے پوچھا: ”اچھا تمہیں کیا شکایت ہے؟“

وہ شخص کہنے لگا: ”آپ کے وکیل سعید نے تیس ۳۰ ہزار درہم کے جواہرات مجھ سے خرید لئے۔“

مامون نے کہا: خرید لئے سعید نے اور شکایت مجھ سے ہے۔“

وہ گویا ہوا: ”ہاں..... کیونکہ اس کے پاس آپ کی سند و کالت (آبجٹی) ہے۔“

مامون نے کہا: ”ہو سکتا ہے یہ جواہر سعید نے اپنے لئے خریدے ہوں جس کی ذمہ داری

خود اسی پر ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں نہ اس میں میری کوئی زیادتی ہے۔“

وہ شخص کہنے لگا: ”کیا حضرت عمرؓ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ مدعی کے ذمہ بار ثبوت ہے اور

منکر کے ذمہ بار حلف ہے۔“

مامون نے کہا: ”لیکن تمہارے پاس کہاں ثبوت ہے؟“

”تو پھر قاضی کے ہاں چلیے وہیں ہمارا فیصلہ ہو جائے گا۔“

مامون نے کہا: ”یہ ٹھیک ہے۔“

پھر اس نے خادم کو حکم دیا:

”قاضی یحییٰ بن اسلم کو بلا لاؤ۔“

قاضی صاحب تشریف لے گئے، مامون نے ان سے کہا:

”ہمارے قضیہ کا فیصلہ کیجئے۔“

قاضی صاحب دارالقضا پہنچے، اور باب عدالت باز کیا، پھر فریادی کو طلب کیا، اور اس

سے کہا:

”تم کیا کہتے ہو؟“

وہ بولا: ”میری گزارش یہ ہے کہ مدعا علیہ یعنی امیر المؤمنین کو بھی حاضر کیا جائے۔“

متاد نے خلیفہ کا نام لے کر پکارا، اتنے میں مامون برآمد ہوا اس کے ساتھ اس کا غلام تھا،

جو مصلیٰ اٹھائے ہوئے تھا، مامون یحییٰ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا،

یحییٰ نے کہا: ”بیٹھے۔“

مامون نے مصلیٰ بچھایا تاکہ اس پر بیٹھے لیکن قاضی یحییٰ نے کہا:

”یا امیر المؤمنین، اپنے حریف کے مقابلہ میں کوئی امتیاز حاصل کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔“

پھر قاضی صاحب نے دوسرا مصلیٰ بچھوایا تاکہ حریف بھی اس پر بیٹھ سکے، پھر دعویٰ سنا،

اور مامون سے حلف اٹھوایا، مامون نے قسم کھائی۔“

اور مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا۔

اس کے بعد یحییٰ کھڑے ہو گئے، مامون نے پوچھا:

”آپ کیوں کھڑے ہوئے؟“

فرمایا: ”پہلے میں مسند قضا پر بیٹھا تھا، اب عدالت برخاست ہو چکی ہے اب مجھے حق نہیں

کہ آپ پر امتیاز رکھوں۔“

## امیر معاویہؓ اور ایک عورت

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ حج کیلئے مکہ گئے ایک روز انہوں نے بنی کنانہ کی اک عورت کو طلب کیا، جو بغض معاویہ میں مشہور تھی، جب وہ سامنے آئی،

امیر معاویہؓ نے اس سے دریافت کیا:

”کیا جانتی ہے میں نے تجھے کیوں بلایا؟“

کہنے لگی: ”غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔“

معاویہؓ: میں پوچھنا چاہتا ہوں تو علیؓ کی اتنی دوست اور میری اتنی دشمن کیوں ہے؟“

عورت: ”کیا اس سوال سے آپ مجھے معاف نہیں کریں گے؟“

معاویہؓ: ”نہیں۔“

عورت: ”تو سنو!..... علیؓ سے میں اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعیت کے ساتھ عدل

کا برتاؤ کرتے تھے، سب کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے تھے، مساکین کا خاص طور پر خیال

رکھتے تھے، امور دین کی عظمت کرتے تھے، اور تیری اس لئے دشمن ہوں کہ جو خلافت کیلئے تجھ

پر فضیلت رکھتا تھا، تو نے اس سے جنگ کی، تو نے وہ چیز طلب کی جس کا تو مستحق نہیں تھا،

تو نے خون بہایا، تو نے برا کیا، تو نے انصاف میں رکاوٹ ڈالی۔“

معاویہؓ: ”کیا تو نے علیؓ کو دیکھا ہے؟“

عورت: ”ہاں دیکھ چکی ہوں۔“

معاویہؓ: ”کیا پایا تو نے؟“

عورت: ”میں نے دیکھا، جس طرح تو نے فتنہ کھڑا کر رکھا ہے انہوں نے کبھی نہیں کیا۔

جس طرح تو عیش و عشرت میں پڑا ہوا ہے وہ کبھی نہیں پڑے۔“

معاویہؓ: ”تو نے ان کی باتیں سنیں؟“

عورت: ”ہاں..... خدا کی قسم ان کی باتیں دل کو غم اور فکر سے اس طرح صاف کر دیتی

تھیں، جس طرح زیون لوہے کا زنگ دور کر دیتا ہے۔“



معاویہ: ”تیری کوئی حاجت“۔

عورت: ”اگر بیان کروں تو پوری کر دے گا؟“

معاویہ: ”ہاں ضرور“۔

عورت: ”مجھے سو سرخ اونٹنیاں دے“۔

معاویہ: ”ان کا کیا کرے گی؟“

عورت: ”ان کے دودھ سے بچوں پیٹ بھروں گی“۔

معاویہ: ”اگر میں تیری خواہش پوری کر دوں تو کیا تو مجھے علیؑ کی طرح پسند کرنے لگے گی“۔

عورت: ہر پانی صدا کی طرح بہتر نہیں ہوتا، ہر چراگاہ سعدان سے اچھی نہیں ہوتی، ہر

جوان، مالک سے خوب نہیں ہوتا“۔

معاویہ نے حکم دیا: ”عورت نے جو کچھ مانگا ہے اسے دے دیا جائے“۔ اور پھر اس سے

مخاطب ہو کر کہا:

”خدا کی قسم اگر میری جگہ علیؑ ہوتے تو وہ تجھے کچھ بھی نہ دیتے“۔

عورت نے جواب دیا:

”خدا کی قسم، وہ مسلمانوں کے مال میں سے اُون کا ایک رواں بھی نہ دیتے“۔ (جیسا

تو نے اُمت کے مال کو اپنا مال سمجھ رکھا ہے)۔ (بحر الآداب)

☆.....☆.....☆

## ایاس بن معاویہ کا انصاف

ایک آدمی نے ایک شخص کے پاس اپنا سب کچھ مال رکھوایا، کچھ عرصہ کے بعد طلب کیا،

مگر اس نے انکار کر دیا، یہ دونوں جھگڑتے ہوئے قاضی ایاس کے پاس پہنچے۔

مدعی نے کہا: ”میں نے اس شخص کے پاس اپنا مال رکھوایا تھا“۔

قاضی: ”کوئی گواہ؟“

مدعی: ”میں نے اسے فلاں جگہ وہ مال دیا تھا، مگر کوئی اور شخص موجود نہ تھا“۔

قاضی: ”اس جگہ اور کیا ہے؟“

مدعی: ”ایک درخت۔“

قاضی: ”تو اس درخت کے پاس جا، درخت کو دیکھ، شاید خدا تعالیٰ وہاں تجھ پر کوئی ایسی بات منکشف کر دے، جو تیرے حق کو ثابت کرنے میں معین و مددگار ہو سکے، ممکن ہے تو نے اپنا مال وہیں درخت کے نیچے دفن کر دیا ہو لیکن بھول گیا ہو، اور جب درخت پر نظر پڑے تو یاد آجائے۔“

مدعی چلا گیا۔

قاضی ایساں نے مدعا علیہ سے کہا: ”جب تک مدعی نہ آجائے تو یہیں بیٹھ۔“

وہ بیٹھ گیا۔

ایساں دوسرے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اسے دیکھتے جاتے تھے۔

کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا: ”اے شخص..... کیا اب مدعی اس درخت کے پاس پہنچ گیا ہوگا؟“

مدعا علیہ: ”ابھی نہیں۔“

قاضی: ”اے عدو اللہ بیشک تو خائن ہے۔“

مدعا علیہ: ”مجھے معاف کر دیجئے، خدا آپ کی غلطیاں معاف کرے۔“

اسی اثناء میں مدعی آ گیا،..... قاضی نے ایساں سے کہا: ”اس شخص نے تیرا دعویٰ تسلیم

کر لیا، اب تو اس سے اپنا مال واپس لے لے۔“ (نزہۃ القاری)

☆.....☆.....☆

## عدل کی شان

حکایت ہے کہ:

حکم بن ہشام جو خاندان بنی امیہ میں سے تھا، اور اندلس کا خلیفہ تھا، بہت پسندیدہ اطوار

کا مالک تھا، اس کے ایک عامل نے کسی شخص کی جاریہ زبردستی چھین لی اور اسے تحفہ کے طور پر حکم کی خدمت میں پیش کیا۔

وہ آدمی قرطبہ کے قاضی شہر کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اپنی کنیز کا سارا ماجرا کہہ سنایا، اور اپنی ملکیت اور حکم کے عامل کے ظلم و جور کی ساری روئیداد بیان کر ڈالی۔

قاضی شہر نے حکم (خلیفہ وقت) کو حاضری کا حکم دیا۔ جب حکم حاضر ہوا، قاضی نے کہا: ”عدل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کنیز حاضر نہ کی جائے، لہذا اسے حکم دیا تو جاریہ کو حاضر کر ورنہ مجھے میرے منصب سے معزول کر دے۔“

حکم نے کہا: ”کیا اس سے بھی اچھی صورت نہیں ہو سکتی ہے؟“

قاضی نے پوچھا: ”وہ کیا؟“

حکم گویا ہوا: ”لوٹڈی کے مالک سے بہت زیادہ قیمت پر وہ خرید لی جائے۔“

قاضی نے کہا: ”تمام گواہ موجود ہیں، تمام حالات سامنے ہیں، اب کوئی سودا نہیں ہو سکتا، سو اس کے کہ عدل نافذ کر دیا جائے، انصاف ملے تو یہ نہ کیا جائے، اور حقدار کو بے چون و چرا اس کا حق دلوا دیا جائے۔“

حکم نے قاضی کے منہ سے یہ بات سنی، اس نے اپنے آدمی کو حکم دیا: ”محل سے جاریہ کو لے آؤ۔“

فوراً محل سے وہ کنیز لا کر قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی، گواہوں نے گواہی دی، ہاں یہ وہی جاریہ ہے جس کے بارے میں یہ قضیہ اٹھا ہے۔

قاضی نے حکم دیا: ”لوٹڈی اس کے مالک کے حوالہ کر دی جائے۔“

چنانچہ فوراً وہ جاریہ اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی اور عرصہ تک اندلس کے لوگ ”عدل کی یہ کہانی“ ایک دوسرے کو سناتے رہے۔



## سلطان صلاح الدین کا انصاف

سلطان صلاح الدین ایوبی کے حکایات عدل میں وہ قضیہ بہت اہمیت رکھتا ہے جو اس کے اور ایک تاجر عمر الخلاطی کے مابین ہوا۔

اس واقعہ کو قاضی بہاء الدین نے اپنی کتاب ”سیرۃ صلاح الدین“ میں یوں لکھا ہے: قدس شریف میں ایک روز میں مجلس عدالت میں بیٹھا ہوا تھا، کہ شیخ حسن اور ایک مشہور تاجر جو عمر خلاطی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا آئے اور انہوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا۔

میں نے پوچھا: ”تمہارا حریف کون ہے؟“  
کہنے لگے: ”سلطان صلاح الدین، یہ بساط عدل ہے اور میں نے سنا ہے کہ آپ کسی کی رو رعایت نہیں کرتے۔“

میں نے دریافت کیا: ”کس معاملہ میں تمہارا جھگڑا ہے؟“  
کہا: ”میرا ایک غلام تھا، اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے پاس بہت سی دولت تھی جس کا وہ مالک تھا، اس دولت کا اب میں مالک ہوں، لیکن سلطان نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اور میں یہی مطالبہ لے کر آیا ہوں۔“

میں نے پوچھا: ”مقدمہ پیش کرنے میں اتنی دیر کیوں کر دی؟“  
بولے: ”تاخیر سے حقوق باطل نہیں ہو جاتے، یہ میرے پاس ثبوت موجود ہے، کہ وہ مرتے وقت تک میرا غلام تھا۔“

میں نے ثبوت کے کاغذات لے لئے اور ان میں غلام کا حلیہ درج تھا، اور یہ بھی کہ وہ فلاں تاجر سے، فلاں دن، فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں اتنی قیمت اسی غلامی کی حالت میں فلاں سنہ میں وہ اس سے جدا ہو گیا، لیکن کیوں جدا ہو گیا، اس کا کوئی ذکر ان کاغذات میں نہیں تھا، میں نے اس آدمی سے کہا:

”اس مقدمہ کی سماعت اس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک مدعا علیہ بھی موجود نہ ہو۔“  
چنانچہ معاملہ سلطان سے رجوع کیا گیا، اور ساری تحریری شہادت اسے پڑھ کر سنائی گئی،

اس نے جب یہ تاریخ سنی تو کہا:

”یہ سب غلط ہے، فلاں تاریخ کو میں مصر میں تھا اور وہ غلام میری ملکیت میں میرے ساتھ تھا، میں نے اس تاریخ کو اور اس سنہ سے بہت پیشتر اسے خریدا تھا اور اس وقت تک میری ملک میں رہا جب تک میں نے اسے آزاد نہیں کر دیا۔“

پھر سلطان نے اعیان و اکابر، علماء اور مجاہدین کو بطور گواہ پیش کیا سب نے سلطان کے دعوے کی تائید میں شہادت دی یہ کاروائی دیکھ کر وہ آدمی بہت مغموم ہوا، میں نے سلطان سے کہا: ”اس شخص نے جو کچھ کیا ہے، وہ صرف مراحم سلطانی حاصل کرنے کیلئے کیے اس وقت آپ بھی موجود ہیں، اور یہ بھی، اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ یہ یونہی ناکام و نامراد یہاں سے چلا جائے۔“

سلطان نے کہا: ”یہ دوسری بات ہے۔“

پھر حکم دیا، اس شخص کو خلعت سے سرفراز کیا جائے اور اسے انعام و اکرام دیا جائے اور اسکے لئے نفقہ مقرر کر دیا جائے۔“

اس واقعہ سے سلطان کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے کہ ان میں تواضع و انقیاد الحق کا کتنا جذبہ تھا، اور مواخذہ کے موقع پر بھی ان کا کرم بے حساب، کس طرح اجر رحمت بن جاتا تھا۔ (النوادر السلطانیہ)



## نوشیروان کا عدل

ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی سے ایک مکان خریدا، مشتری نے مکان خریدنے کے بعد وہاں ایک خزانہ پایا، وہ فوراً بائع کے پاس پہنچا اور اس سے کہا:

”وہ خزانہ آپ کا ہے لے لیجئے۔“

بائع نے کہا:

”میں تمہارے ہاتھ مکان بیچ چکا، مجھے خبر بھی نہ تھی کہ اس میں خزانہ ہے، اب اگر نکلا ہے تو وہ میرا نہیں تمہارا ہے۔“

دونوں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوئے نوشیروان کے پاس پہنچے، اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا:

”تم دونوں صاحب اولاد ہو؟“

ایک نے کہا: ”ہاں ایک لڑکا ہے۔“

دوسرے نے کہا: ”میری ایک لڑکی ہے۔“

نوشیروان نے لڑکے اور لڑکی کی شادی کرادی، اور اس طرح دونوں کا ”جھگڑا“ ختم ہو گیا۔



### لؤ یوسف اور معتضد باللہ!

خلیفہ معتضد باللہ کا ایک خادم، ابو یوسف بن یعقوب کے پاس ایک قضیہ کے تصفیہ کیلئے حاضر ہوا، دوران گفتگو میں اس کی آواز اپنے حریف سے بلند ہو گئی، حاجب نے اسے روکا لیکن وہ باز نہ آیا اور بلند آواز میں گفتگو کرتا رہا۔

ابو یوسف نے اسے بہت ڈانٹا، پھر حاجب کو حکم دیا، کہ اسے خاموش کر کے بٹھا دیا جائے، حاجب نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔

جب فیصلہ ہو گیا تو وہ خادم روتا ہوا معتضد کے پاس آیا اور اپنی توہین کا سارا ماجرا سنا ڈالا، معتضد نے خادم کی باتیں سن کر کہا:

قاضی نے جو کچھ کیا اچھا کیا، عدالت میں دونوں فریق یکساں ہوتے ہیں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، اور عدالت کے بارے میں یاد رکھو وہ عمود السلطان اور قوام الادیان ہے۔“



### نور الدین زنگی

نور الدین زنگی کی سیرت میں یہ بات داخل تھی، کہ وہ عدل و انصاف کا بہت زیادہ لحاظ

رکھتا تھا، وہ نہ کوئی ایسی چیز کھاتا تھا، نہ پہنتا تھا، نہ اسے اپنے تصرف میں رکھتا تھا، جو اس کی ذاتی ملکیت نہ ہو، جسے اس نے اپنی کمائی ہوئی دولت سے نہ خریدا ہو، ایک مرتبہ اس کی بیوی نے تنگ حالی اور پریشانی کی شکایت کی، اس نے حمص میں اسے تین دکانیں دے دیں جو اس کی ملکیت تھیں جن سے سالانہ تقریباً بیس دینار کی آمدنی ہو جاتی تھی اب جو بیوی نے پھر شکایت کی تو سلطان نے جواب دیا:

جو کچھ میرے پاس تھا وہ دے دیا، اور جو کچھ میرے قبضہ میں دیکھتی ہو، تو وہ میرا نہیں مسلمانوں کا مال ہے، میں تو صرف اس کا امین اور محافظ ہوں، اس میں خیانت نہیں کر سکتا اور نہ تمہاری خاطر کندہ جہنم بننے کو تیار ہوں۔ بے چاری خاموش ہو گئیں۔



### عدل منصور

بادشاہ منصور کے پاس عمادہ بن حمزہ آئے بادشاہ نے انہیں پاس بٹھایا، اتنے میں ایک آدمی نے کھڑے ہو کر باواز بلند کہا:

”اے امیر المؤمنین میں مظلوم ہوں۔“

بادشاہ نے پوچھا:

”کس نے تم پر ظلم کیا؟“

وہ بولا: ”اس شخص نے جو آپ کے پاس مسند پر بیٹھا ہے۔“

پھر بولا: ”یہ عمارہ بن حمزہ ہے، جس نے میری ساری پونجی چھین لی۔“

منصور نے حکم دیا کہ عمارہ اس کے پاس سے اٹھ جائے اور مجرم کے کھڑے میں جا کھڑا ہو، عمارہ نے کہا:

”اگر وہ جائیداد اس کی تھی تو میں معاوضہ نہیں کرتا، یہ لے لے، اور اگر میری تھی تو میں

اسے ہبہ کرتا ہوں، میں اس مجلس سے مجرم کی طرح اٹھنا پسند نہیں کرتا، جہاں امیر المؤمنین نے مجھے عزت و حرمت کے ساتھ بٹھایا ہے۔“

## عفو و درگزر

### عقوب نبوی ﷺ

ایک شخص جو آنحضرت ﷺ کے اعداء میں سے تھا، اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کبھی موقع ملے تو آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرے، ایک مرتبہ دو پہر کو اس نے دیکھا کہ ایک ویران و سنسان مقام پر ایک درخت کے سائے میں آپ قیلوہ کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ عالم خواب میں تھے کہ اس شخص نے تلوار سونت لی، اور پکارا:

”اے محمد! اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟“

آپ نے پورے سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا: ”اللہ!“۔

اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار اٹھائی اور فرمایا:

”اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟“

وہ شخص کچھ جواب نہ دے سکا، آنحضرت ﷺ نے اسے معاف کر دیا، اور تلوار واپس کر دی، جب وہ اپنے قبیلہ میں واپس آیا تو اس نے لوگوں سے کہا:

”اس وقت میں دنیا کے سب سے اچھے انسان کے پاس سے آ رہا ہوں۔“

☆.....☆.....☆

### فاتح مکہ ﷺ کا عفو!

قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دی تھیں، آپ صبر و شکر کے ساتھ ان کی زیادتیوں کو برداشت کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کو مکہ سے ہجرت کر کے

دینہ چلا جانا پڑا۔



پھر کچھ عرصہ بعد، آپ مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اسلامی عساکر مکہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے، اور ہلالی پرچم ہر طرف لہرا رہا تھا، اب سارا مکہ آپ کے قبضہ میں تھا۔ مکہ میں رہنے والے ہر شخص کی زندگی آپ کے ایک اشارہ چشم پر ختم ہو سکتی تھی، اور یہ سب کے رہنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے بدترین اذیتیں اور تکلیفیں آپ کو پہنچائی تھیں، آپ کی توہین کی تھی، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے آپ کی جان لینے کی سازشیں کی تھیں، نو مسلموں کو پتی ہوئی ریت پر لٹایا تھا، ان کے سینوں پر گرم پتھروں کی سلیں رکھی تھیں، انہیں نہایت لرزہ خیز اور ہولناک عذابوں کا تختہ مشق بنایا تھا۔

غرض ایک فاتح کی حیثیت سے جب آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

آپ ﷺ نے پوچھا:

”تمہارا کیا خیال ہے؟ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟“  
لوگوں نے کانپتی ہوئی آواز اور لرزتے ہوئے بدن کے ساتھ جواب دیا:  
”آپ کریم ابن کریم ہیں۔“

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ تم آزاد ہو۔“

اور اس طرح وہ لوگ جن کے دل سینوں میں دھڑک رہے تھے، جن کے سامنے موت ناچتی ہوئی نظر آرہی تھی، جو اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، جن کا مستقبل ان کے اعمال کی طرح تاریک اور سیاہ تھا، دفعتاً مسرور و شادمان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اب موت ان سے دور ہو چکی تھی۔ زندگی کی نعمت پھر انہیں واپس مل گئی تھی۔ مستقبل کی تاریکی روشنی میں بدل چکی تھی اور وہ سزا و عقوبت کے مستحق ہونے کے باوجود، لطف و انعام کی دولت سے سرفراز کئے جا رہے تھے۔

کیا دنیا کی تاریخ میں عفو اور درگزر کی ایسی ایک مثال بھی مل سکتی ہے؟“



## حق سے زیادہ بہتر اور افضل

قریش کے دو قبیلوں میں خون کے ایک معاملہ پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا اور نوبت کشت و خون تک پہنچنے لگی،

اسی اثناء میں ابوسفیان پہنچے اور انہوں نے کہا:

”اے گردہ قریش..... تم اپنا حق حاصل کرنا چاہتے ہو، یا وہ چیز جو تمہارے حق سے کہیں

زیادہ افضل اور بہتر ہے؟“

لوگوں نے پوچھا: ”وہ کیا چیز ہے؟“

ابوسفیان نے جواب دیا:

”وہ چیز غفور و درگزر ہے۔“

ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ لڑنے والے لوگ دوست بن گئے اور صلح ہو گئی۔



## حاتم طائی کی لڑکی

جب طے کے قیدی آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے ایک

خوبصورت اور فصیح اللسان عورت بھی تھی،

وہ کہنے لگی:

”اے محمد..... اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں، میں اپنے قبیلہ کے سردار کی

لڑکی ہوں، میرا باپ گناہگاروں کو معاف کر دیتا تھا، بھوکے کو شکم سیر ہو کر کھانا کھلاتا تھا، ننگے کو

لباس عطا کرتا تھا، امن اور سلامتی کا جو یار رہتا تھا کسی حاجتمند کی استدعا کو رد نہیں کرتا تھا، وہ

حاتم طائی تھا، میں اس کی لڑکی ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”یہ مؤمنین کی صفات ہیں..... اسے آزاد کر دو اس کا باپ مکارم اخلاق کو پسند کرتا تھا۔“

## حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام کھڑا ہوا آپ کے ہاتھ دھلا رہا تھا، اتنے میں لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر طشت میں گر گیا، چھینٹیں اڑ کر آپ کے چہرہ مبارک پر پہنچیں آپ نے غضبناک نظروں سے اسے دیکھا، غلام نے کہا:

”اے میرے آقا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: غصہ کو پی جانے والے۔“

آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنا غصہ پی لیا۔“

وہ بولا: ”اور لوگوں کو معاف کر دینے والے.....“

آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے معاف کیا۔“

وہ کہنے لگا: ”اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

آپ نے فرمایا: ”جا میں نے خدا کی خوشنودی کیلئے تجھے آزاد کیا۔“



## قیدی یا مہمان؟

معن بن زائد نے کچھ قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، ایک قیدی ان کی طرف مخاطب ہوا، اور اس نے کہا:

”ہم بھوکے اور پیاسے ہیں اور اس حالت میں ہمیں قتل نہ کیجئے، خدا کی قسم امیر کا کرم اس بد سلوکی سے بعید ہے۔“

معن نے حکم دیا، فوراً کھانا لایا گیا، ان لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا، جب کھاپی چکے تو معن سے کہا:

”اے امیر، خدا آپ کو عمر طویل عطا فرمائے، اب تک ہم آپ کے قیدی تھے، اور اب ہم آپ کے مہمان بن چکے ہیں، کیا آپ اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک روار کھیں گے کہ

انہیں قتل کر دیں۔“

معن نے کہا: ”جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔“

ایک قیدی بولا:

”آپ کی فتح مندی سے آپ کی درگزر بہتر ہے۔“

معن نے سب کو انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا۔“

☆.....☆.....☆

### محمد بن عمران اور مامون!

محمد بن عمران نے ایک شان دار محل، خلیفہ مامون کے محل کے سامنے بنوایا، دراندازوں نے چغلی کھائی، کہ محمد بن عمران اب اتنا بڑھ گیا ہے کہ آدابِ شاعری کی پروا نہیں کرتا، وہ اتنا گستاخ ہو گیا ہے کہ اس نے عین شاعری محل کے سامنے اپنا ذاتی محل بنوا کر کھڑا کر دیا، یہ حرکت قابلِ سزا ہے۔“

یہ باتیں سن کر مامون نے محمد بن عمران کو بلوایا اور کہا:

میرے قصر کے سامنے تم نے اپنا قصر بنوانے کیلئے جرات کیسے کی؟“

محمد بن عمران نے جواب دیا:

”یا امیر المؤمنین..... جن نعمتوں کی آپ نے مجھ پر فراوانی کی ہے، میں چاہتا ہوں

انہیں آپ اس محل کی صورت میں ہر روز ملاحظہ فرماتے رہیں۔“

مامون کو یہ جواب پسند آیا اور اس نے معاف کر دیا۔

☆.....☆.....☆

### حاضر جواب مجرم

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ حمید طوسی پر خفا ہوا، اور تلوار منگوائی تاکہ اسے قتل کر دے۔

حمید رونے لگا:

رشید نے پوچھا: ”تو کیوں رورہا ہے؟“

حمید نے جواب دیا:

”خدا کی قسم اے امیر المؤمنین میں موت سے نہیں ڈرتا، وہ تو ایک ناگزیر چیز ہے، ہر شخص کو ایک روز مرنا ہے، روتا اس پر ہوں کہ اس حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں کہ امیر المؤمنین مجھ سے برہم ہیں.....“

اس حاضر جوابی سے خوش ہو کر ہارون نے اسے معاف کر دیا۔

☆.....☆.....☆

### خلیفہ کا مجرم

کوفہ کا ایک آدمی خوارج کے ساتھ مل کر زوالی حکومت کی سازشوں اور سرگرمیوں میں شریک ہو گیا، خلیفہ منصور نے اس کا خون حلال کر دیا، اور اعلان کر دیا جو شخص اسے زندہ یا مردہ لائے گا اسے ایک لاکھ درہم انعام ملے گا۔

کچھ عرصہ بعد وہ شخص بغداد میں ظاہر ہوا، اس اثناء میں کہ وہ چوری چھپے بغداد میں گھوم رہا تھا، کوفہ کے ایک آدمی نے جو پہلے سے اسے جانتا تھا پہچان لیا، اس نے ایک بھرے مجمع میں اس کا گریبان پکڑ لیا اور چلایا:

”یہ امیر المؤمنین کا باغی ہے۔“

اسی اثناء میں اس شخص نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی، ادھر ملتفت ہوا تو دیکھا معن بن زائدہ آرہے ہیں، وہ ان سے فریاد کرنے لگا اور کہا:

”مجھے پناہ دیجئے، خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔“

معن اس کی طرف جو اس باغی کا دامن پکڑے ہوئے تھا مخاطب ہوئے اور پوچھا: ”تو کون ہے؟ اور اس آدمی کو کیوں پکڑے ہوئے؟“

وہ بولا: ”یہ امیر المؤمنین کا باغی ہے، جس کا خون انہوں نے جائز کر دیا ہے اور اس شخص کیلئے ایک لاکھ درہم اعلان مقرر کیا ہے جو اسے پکڑ لائے گا۔“

معن نے یہ سن کر کہا: ”اے چھوڑ دے۔“

پھر وہ اپنے غلام سے مخاطب ہوئے:۔

”تو اپنے گھوڑے سے اتر جا اور اس شخص کو (باغی کو) اس پر بیٹھ جانے دے۔“

وہ آدمی جو اس باغی کو پکڑے ہوئے تھا، زور زور سے چیخنے لگا، اور لوگوں سے مدد چاہنے

لگا، اور کہنے لگا:

”یہ شخص میرے اور امیر المؤمنین کے باغی کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔“

معن نے کہا: ”تو جا اور امیر المؤمنین کو اطلاع دے دے کہ وہ باغی میرے پاس ہے۔“

وہ آدمی فوراً منصور کے پاس پہنچا اور اسے سارا ماجرا سنایا۔

منصور نے حکم دیا: معن کو طلب کیا جائے۔“

جب معن کو منصور کا حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے تمام اہل بیت اولاد اقا رب دوستوں اور

ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

”جب تک تم زندہ ہو، اس شخص کو جسم زخم نہ پہنچنے پائے۔“

پھر معن منصور کی طرف روانہ ہوئے، دربار میں پہنچ کر خلیفہ کو سلام کیا لیکن منصور نے

جواب نہ دیا اور کہا:

”اے معن! کیا اب تمہاری جرأت اتنی بڑھ گئی ہے؟“

معن نے کہا: ”جی ہاں یا امیر المؤمنین۔“

خلیفہ نے کہا: ”اور پھر اس پر ہاں بھی؟“

معن نے جواب دیا:

”کیا مجھے آپ اس کا اہل نہیں سمجھتے کہ ایسے شخص کو مجھے بخش دیں جسے میں پناہ دے چکا

ہوں، حالانکہ اس نے میری پناہ اس لئے ڈھونڈی کہ وہ جانتا ہے میں امیر المؤمنین کے

غلاموں میں سے ایک ہوں، لیکن میں حاضر ہوں، جو سلوک بھی آپ میرے ساتھ روادار نہیں

اس کیلئے تیار ہوں۔“

تھوڑی دیر تک منصور سر جھکائے رہا، پھر اس نے سر اٹھایا، اب اس کا غصہ رفع ہو چکا تھا،

اس نے کہا:

”ہم نے تمہاری بات مان لی۔“

معن نے عرض کیا: ”پھر اسے کچھ صلہ بھی دیجئے، جو اسے مستغنی کر دے۔“

منصور: ”ہم پانچ ہزار درم دیتے ہیں۔“

معن: ”خلفاء کا صلہ گناہ کی مناسبت سے ہونا چاہیے۔ اس شخص کا گناہ جتنا بڑا تھا، اتنا ہی

بڑا صلہ بھی ہونا چاہیے۔“

منصور: ”اچھا ایک لاکھ درم۔“

معن یہ ساری دولت لے کر گھر پہنچے، اسے اس شخص کے حوالہ کیا اور کہا:

”یہ تمہارا صلہ بغاوت ہے، بھاگ جاؤ اپنے بال بچوں کیساتھ چین کی زندگی بسر کرو، اور

اب کبھی خلیفہ کی مخالفت نہ کرنا۔“



## عفت اور نراہت

### علیٰ اور بنت علیؑ

ابن ابی رافع روایت کرتے ہیں کہ:

میں حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بیت المال کا محافظ اور نگران تھا، اس بیت المال میں موتیوں کا ایک ہار تھا، جو حگب بھرہ میں حاصل ہوا تھا، میرے پاس حضرت علیؑ کی صاحبزادی نے پیام بھیجا کہ:

”مجھے معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کے بیت المال میں موتیوں کا ایک ہار ہے، اور وہ تمہارے قبضہ میں ہے، عاریتاً مجھے بھیج دو، عید کے دن میں اسے پہنوں گی پھر واپس کر دوں گی۔“

میں نے وہ ہار بھیج دیا، اور جواب میں یہ کہلا بھیجا:

”اے بنت امیر المؤمنین اسے تین دن کے بعد واپس کر دیجئے گا۔“

ہار جب گھر پہنچا تو امیر المؤمنین کی نظر اس پر پڑی، انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا:

”یہ ہار تمہارے پاس کہاں سے آیا؟“

وہ بولیں: ”یہ ابن رافع سے یوں ہی عاریتاً میں نے منگوا یا ہے، عید کے دن اسے استعمال

کروں گی، پھر واپس کر دوں گی۔“

امیر المؤمنین نے فوراً مجھے بلوایا، میں حاضر ہوا فرمایا:

”ابن ابی رافع، تم خیانت بھی کرنے لگے؟“

میں نے عرض کیا:

”معاذ اللہ۔“

فرمایا: ”پھر تم نے بنت امیر المؤمنین کو بیت المال کا ہار عاریتاً کیسے دے دیا؟ حالانکہ نہ



مجھ سے اجازت لی، نہ مسلمانوں سے۔“

میں نے گزارش کی:

”یا امیر المؤمنین وہ آپ کی صاحبزادی ہیں، انہوں نے مجھ سے عاریتاً ایک چیز مانگی میں نے دے دی، اس شرط پر کہ تین دن میں صحیح و سالم مجھے مل جائے گی۔  
ارشاد ہوا: ”ابھی واپس لو، اور اگر ایسی حرکت تم نے پھر کبھی کی، تو تم میری عقوبت سے نہ بچ سکو گے۔“

پھر فرمایا: ”اگر میری لڑکی نے یہ عاریتاً نہ منگایا ہوتا تو یہ پہلی ہاشمی لڑکی ہوتی، جو چوری کے الزام میں جس کے ہاتھ میں قطع کراتا۔“

یہ بات سنتے امیر المؤمنین تک پہنچی، تو انہوں نے اپنے باپ سے کہا:  
”یا امیر المؤمنین میں آپ کی لڑکی ہوں، آپ ہی کا گوشت پوست ہوں، مجھ سے زیادہ اس کا مستحق کون ہے؟“

فرمایا:

”اے ابن ابی طالب کی بیٹی کیا مہاجرین اور انصار کی تمام لڑکیاں اس عید پر ایسا ہار پہنیں گی۔“

پھر وہ ہار میں نے لے لیا اور بیت المال میں رکھ دیا۔

☆.....☆.....☆

### ابن ہند اور ابن فاطمہؓ

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ حج کے ارادہ سے مکہ آئے ہوئے تھے مدینہ سے گزرے وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ انہوں نے بہت داد و دہش کا سلوک کیا جو لوگ مال و دولت کیلئے آئے ان میں حضرت حسنؓ بن علیؓ نہیں تھے، وہ جب انہیں ملنے تشریف لائے تو معاویہ نے کہا:  
”مرحبا مرحبا، آپ نہیں آئے، یہاں تک کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا۔“  
حضرت امامؓ نے فرمایا: ”آپ خالی ہاتھ کیسے ہو سکتے ہیں، جب کہ ساری دنیا کا خراج

آپ کے پاس آتا ہے؟“

امیر معاویہ نے کہا: ”میں ابن ہند ہوں میں نے جو کچھ اہل مدینہ کو دیا ہے وہی آپ کو بھی دیتا ہوں۔“

حضرت امامؑ نے ارشاد فرمایا: ”میں اسے واپس کرتا ہوں..... میں فاطمہ الزہراءؑ کا بیٹا ہوں۔“

☆.....☆.....☆

### حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

خاندان بنی مروان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سب سے عقیف اور عدیل تھے وہ مروان بن الحکم کے صاحبزادے تھے، آپ کے والد مصر کے گورنر تھے۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ کے پاس دفود آتے تھے تو آپ انہیں کچھ نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے صاحبزادے کہلا دیتے تھے کہ ان لوگوں سے کہہ دو: ”میں خدا کی نافرمانی سے ڈرتا ہوں۔“

آپ نے بیت المال سے اپنے یا اپنی اولاد کیلئے کبھی کچھ نہیں لیا، جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنے بچوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا، وفات کے وقت آپ نے اپنی اولاد کو جمع کیا آپ کی آنکھیں پر نم تھیں اور آپ فرما رہے تھے:

”بیٹو! دو ہی صورتیں تھیں، یا تو تمہارا باپ جہنم کا لقمہ بنایا تمہارے لئے فقر و فاقہ چھوڑ جاتا، میں نے دوسری صورت اختیار کی میں تمہارا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔“

اس وقت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس مسلمہ بن عبدالملک موجود تھے، انہوں نے چالیس ہزار درہم حضرت کو ہبہ کر دیئے، تاکہ یہ رقم اپنی اولاد میں تقسیم کر دیں۔

مسلمہ نے یہ رقم دیتے وقت کہا: ”میں خوشی سے یہ رقم پیش کر رہا ہوں۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا:

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ یہ رقم تم ان لوگوں میں تقسیم کر دو جن سے ظلم و جور کر کے تم نے یہ رقم حاصل کی تھی۔“

پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کر لیں، یہ واقعہ اس کا ہے آپ نے دو برس اور پانچ مہینے تک خلافت کی۔

☆.....☆.....☆

## دیانت کی انتہا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ ایک رات، رعیت کے کوائف و حالات کا مطالعہ چراغ کی روشنی میں کر رہے تھے، اتنے میں غلام آیا اور وہ باتیں کرنے لگا، یہ باتیں امور خانہ داری سے متعلق تھیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا:

”پہلے چراغ بجھا دو، پھر باتیں کرو، اس لئے کہ یہ تیل مسلمانوں کے بیت المال کا ہے، اس کا استعمال صرف مسلمانوں کے مفاد ہی کے سلسلہ میں جائز ہو سکتا ہے۔“

☆.....☆.....☆

## خلیفہ کی بیٹیاں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا ایک خادم بیت المال کا خازن تھا عرفہ کے دن ایک مرتبہ حضرت کی صاحبزادیاں تشریف لائیں اور فرمایا:

”کل عید ہے، دوسری عورتیں ہمیں ملامت کریں گی کہ تم امیر المؤمنین کی لڑکیاں ہو، لیکن تمہارے پاس سفید کپڑے تک نہیں جو آج کے دن پہن سکو۔“  
یہ کہہ کر وہ رونے لگیں۔

یہ باتیں سن کر حضرت کا دل بھر آیا، آپ نے اپنے غلام کو بلایا اور اس سے کہا: ”تم میری ایک مہینہ کی تنخواہ لا دو۔“

خازن نے کہا: ”یا امیر المؤمنین وہ تو پہلے ہی آپ لے چکے ہیں، کیا آپ کو امید ہے کہ آپ ایک مہینہ تک زندہ رہ سکیں گے، جو ایک مہینہ کی پیشگی تنخواہ طلب کر رہے ہیں؟“

یہ باتیں سن کر حضرت نے کہا:

بَارَكَ اللهُ، تو نے بڑی اچھی اور سچی بات کہی۔

پھر حضرت اپنی صاحبزادیوں کی طرف متوجہ ہوئے، جو اس انتظار میں بیٹھی تھیں کہ روپے لے کر گئیں پھر ان سے آپ نے فرمایا:

”بیٹیو! اپنی خواہشوں کو روکو، کیونکہ جنت میں کوئی شخص اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کچھ قربانی نہ کرے۔“



## کون بازی لے گیا؟

مروان بن ابی حفصہ کا بیان ہے:

معن بن زائدہ بیان کرتے ہیں، ایک زمانہ میں خلیفہ منصور نے مجھے طلب کیا اور اس شخص کیلئے جو مجھے اس کے پاس لے جائے مالی انعام بھی مقرر کیا میں اس شدت طلب سے بہت گھبرایا ہوا تھا، آخر میں اپنا بھیس بدل کر ایک اونٹ پر بیٹھا، اور بارینہ کی راہ لی، تاکہ وہیں مقیم ہو جاؤں اور کسی کے ہاتھ نہ آسکوں۔

جب میں باب حرب پہنچا، جو بغداد کا ایک محلہ تھا، تو میں نے دیکھا، ایک شخص، اسودتکواری حائل کئے میرا پیچھا کر رہا تھا، جب میں آگے نکل گیا، اور تنہا رہ گیا، اس نے میرے اونٹ کی تکمیل پکڑ لی اور اسے بٹھا دیا، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے کہا:

”کیا بات ہے؟“

وہ بولا: ”تجھ ہی کو امیر المومنین ڈھونڈ رہے ہیں؟“

میں نے کہا: ”میں ایسا کیا ہوں کہ امیر المومنین کو میری تلاش ہوگی؟“

وہ کہنے لگا: ”کیا تو معن بن زائدہ نہیں ہے؟“

میں نے جواب دیا: ”خدا سے ڈرو، کہاں میں اور کہاں معن؟“

وہ گویا ہوا: ”یہ باتیں چھوڑو، خرا کی قسم میں تمہیں خوب پہچانتا ہوں تم سے بھی زیادہ، جتنا

تم اپنے آپ کو پہچانتے ہو اس سے بھی زیادہ۔“

جب میں نے دیکھا یہ کسی طرح میرا بیچھا نہیں چھوڑتا، میں نے اس سے کہا:  
”یہ جواہر کی مالا ہے، اس کی قیمت اس انعام سے بہت ہی زیادہ ہے جو منصور نے  
میرے گرفتار کر لانے والے کیلئے مقرر کیا ہے۔ اسے لے لو، اور مفت میں میرا خون نہ کراؤ۔“  
وہ بولا: ”لاؤ وہ مالا۔“

میں نے جیب سے نکال کر وہ ہار اسے دے دیا۔

کچھ دیر تک وہ دیکھتا رہا، پھر کہا:

”اس کی قیمت کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک ہے لیکن تمہیں میرے ایک  
سوال کا جواب دینا پڑے گا، تب ہی میں تمہیں چھوڑوں گا۔“

میں نے کہا: ”کیا ہے وہ سوال؟“

وہ بولا: ”لوگ تمہارے جو دو سخا کی تعریف کرتے ہیں، مجھے بتاؤ، تم نے مجھے یہ ہار دے  
کر کیا اپنی ساری دولت بخش دی؟“  
میں نے کہا: ”نہیں۔“

اس نے پوچھا: ”اچھا نصف؟“

میں نے جواب دیا: ”آدھی بھی نہیں۔“

اس نے پھر دریافت کیا: ”اچھا ایک تہائی؟“

میں نے کہا: ”وہ بھی نہیں۔“

اس نے کہا: ”اچھا سوواں حصہ؟“

میں نے کہا: ”ہاں۔“

یہ سن کر وہ بولا: ”یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی، خدا کی قسم ابو جعفر منصور ہر مہینے مجھے بیس درم  
تنخواہ کے دیتا ہے اور اس کی قیمت لاکھوں درم ہے، لیکن میری سخاوت دیکھو اپنے مقابلہ میں  
یہ ہار میں تمہیں بخشے دیتا ہوں تاکہ دنیا جان لے، ہم دونوں میں زیادتی کون ہے؟“  
پھر اس نے وہ مالا میری گود میں ڈال دی، اونٹ کی نکیل چھوڑی اور چلا گیا۔

میں نے کہا: ”اس ذلت کے مقابلے میں قتل ہو جانا بہتر تھا، تو نے جو کچھ دیا ہے وہ لے لے، میں اس سے بے نیاز ہوں؟“

وہ ہنسا اور گویا ہوا: ”تو مجھ سے زیادہ نجی بن کر مجھے جھٹلاتا چاہتا ہے، واللہ میں نہیں لوں گا، اور وہ چلا گیا۔“ (ابن خلکان)



### ابراہیم بن ادھم

حکایت ہے کہ ابراہیم بن ادھم نے ایک باغ میں نہر کے اندر سب بٹے ہوئے دیکھا، انہوں نے سوچا: ”اس کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟“ اور اسے کھالیا، کھالینے کے بعد دل میں خیال آیا کہ یہ کھالینا جائز اور حرام نہ ہو، یہ سوچ کر وہ باغ کے مالک کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، ایک جا رہی باہر نکلی، ابراہیم نے کہا:

”میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”وہ ایک عورت ہے“ وہ بولی۔

”اس سے کہہ دو میں ملنا چاہتا ہوں۔“

مالک آئی اور ابراہیم نے سب کا سارا ماجرا اسے کہہ ڈالا، وہ کہنے لگی: ”اس باغ کا نصف

حصہ میرا ہے اور نصف حصہ سلطان کا، اپنا حق تو میں معاف کرتی ہوں۔“

سلطان بلخ میں تھا، ابراہیم مسافت طے کرتے ہوئے بلخ پر پہنچے اور اس سے بھی جب

معاف کرا لیا، تب دم لیا۔



## امانت و دیانت

### نبی امین

رسول اللہ ﷺ اوائل عمر ہی سے اپنے صدق اور امانت کے لحاظ سے مقبول و معروف تھے، یہ دونوں صفات انبیاء و مرسلین کے اہم ترین صفات ہیں آپ کو ساری قوم امین کے معزز نام سے یاد کرنے لگی تھی، لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے، بنائے کعبہ کے وقت قریش میں اختلاف پیدا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر کون رکھے گا، تو یہ فیصلہ ہو اسب سے پہلے کل جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوگا، اسی کے ذمہ یہ بار امانت ڈالا جائے گا، صبح سب سے پہلے آنحضرت ﷺ داخل حرم ہوئے یہ واقعہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے قبل کا ہے لوگ پکاراٹھے:

”یہ محمد ہے، یہ امین ہے، ہم اسے حکم بناتے ہیں۔“

ایک شخص نے رسول اللہ کے بدترین دشمن ابو جہل سے پوچھا:

”یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں، سچ کہنا محمد سچے ہیں یا جھوٹے۔“

ابو جہل نے کہا: ”خدا کی قسم محمد ﷺ صادق ہیں، محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔“

لیکن اپنے عناد اور استکبار کے باعث وہ ایمان کی دولت سے محروم رہا۔

ہرقل نے ابوسفیان سے جبکہ وہ کافر تھے پوچھا:

”کیا محمد کے دعوائے نبوت سے پہلے بھی تم نے ان پر کذب کا الزام کبھی لگایا تھا؟“

ابوسفیان نے کہا: ”نہیں۔“

ابن ابی حارث نے مکہ میں قریش سے کہا:

”محمد ﷺ تم میں پروان چڑھا، تم نے اسے اپنے دامن میں پروان چڑھایا، وہ تم میں سب سے زیادہ سچا، سب سے زیادہ امین تھا (جس کا تمہیں اعتراف رہا) اور اب اس کی کنپٹیوں پر

بڑھاپے کے سفید بال نمودار ہو چکے ہیں، وہ تمہارے پاس اسلام کی دعوت لے کر آیا۔ تو تم کہتے ہو، وہ جادوگر ہے، ساحر ہے نہیں خدا کی قسم وہ ساحر نہیں۔“

☆.....☆.....☆

## امانت کا امتحان

عبداللہ بن عمرؓ ایک غلام چرواہے کے پاس سے گزرے، جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا ارادہ کیا کہ اس کی امانت کا امتحان لیں، پوچھا:

”ان میں سے کوئی بیچو گے؟“

وہ بولا: ”مالک یہاں نہیں ہے۔“

ابن عمرؓ نے کہا: ”دے دو، کہہ دینا بھیڑیا کھا گیا۔“

راعی نے جواب دیا: ”خدا سے ڈرو۔“

عبداللہ بن عمرؓ اس واقعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس غلام کو اس کے مالک سے خرید لیا، اور پھر اسے آزاد کر دیا، بکریوں کا گلہ بھی خرید لیا، اور اسے آزاد کر دیا غلام کو ہبہ کر دیا۔

☆.....☆.....☆

## ابوعبیدہ بن الجراحؓ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ابوعبیدہؓ کو چار ہزار درم اور چار دینار بھیجے اور قاصد سے کہہ دیا:

”دیکھنا ابوعبیدہ کیا کرتے ہیں؟“

قاصد نے واپس آ کر بیان کیا: ”انہوں نے ساری رقم تقسیم کر دی۔“

حضرت عمرؓ نے پھر اتنی رقم حضرت معاذؓ کو بھیجی اور قاصد سے کہہ دیا: ”دیکھنا معاذؓ

کیا کرتے ہیں؟“

قاصد نے واپس آ کر کہا: ”ساری رقم تقسیم کر دی، سوائے ایک چیز کے جس کی ان کی



بیوی کو ضرورت تھی۔“

حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

یہ وہی حضرت ابو عبیدہؓ ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے اہل نجران کے ایک وفد سے فرمایا تھا:

”میں تم میں سے ایک آدمی کو بھیج رہا ہوں، جو بہت اچھا امین ہے۔“ (آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے)۔ (طبقات کبیر)

☆.....☆.....☆

### امین تاجر

ابن خریف بیان کرتے ہیں:

”میرے والد مجھ سے کہتے تھے، میں نے احمد بن حسب دلال کو کچھ کپڑے دیتے اور کہا: ”ان کپڑوں کو فروخت کر آؤ، لیکن ان میں جو عیب ہے وہ خریدار سے بیان کر دینا، میں نے ایک کپڑے کا داغ بھی دکھا دیا۔“ وہ چلا گیا دن ڈھلے واپس آیا، اور قیمت مجھے دے دی، اور کہا: ”اتنے دیناروں میں، میں نے ایک نو وارد عجمی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔“

میں نے کہا: ”کیا تم نے کپڑے کا عیب بھی دکھایا تھا؟“

وہ بولا: ”نہیں میں بھول گیا۔“

میں نے کہا:

لا جزاک اللہ خیراً ”چل میرے ساتھ۔“

میں اس کے ساتھ ساتھ چلا، ہم اس کی قیام گاہ پر پہنچے، مگر وہ نہیں ملا، ہم نے پوچھ گچھ کی، تو پتہ چلا، وہ حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔

میں نے دلال سے اس آدمی کا حلیہ پوچھا، پھر فوراً ایک سواری کرایہ پر لی اور قافلہ سے جا کر مل گیا، وہاں اس آدمی کو تلاش کیا، وہ مل گیا، میں نے کہا:

آپ نے کل فلاں کپڑا دلال سے خریدا تھا، اس میں ایک عیب تھا، وہ واپس کر دیجئے اور

اپنے دام لے لیجئے۔“

وہ اٹھ کھڑا ہوا، کپڑا نکال لایا، داغ دیکھا اور کہا:

”اے شیخ دینار نکالے۔“

میں نے اس کے دیناروں کو نہ پرکھا تھا نہ گنا تھا، نکال کر ویسے کے ویسے دے دیئے، وہ بولا:

”میں نے بھی کھونے سکے دیئے تھے۔“

پھر اس نے وہ پھینک دیئے اور کھرے سکے دے دیئے۔

☆.....☆.....☆

### امانت دار فقیر

ایک فقیر مصر کی جامع مسجد کے قریب پر بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا، کچھ دولت مند لوگ ادھر سے گزرے، اس نے دست طلب دراز کیا، مگر کچھ نہ ملا۔

ان لوگوں میں سے ایک کی جیب سے ایک تھیلی گر پڑی جس میں پانچ سو دینار تھے، ان کے جانے کے بعد فقیر کی نظر پڑی، اس نے اٹھا کر رکھ لی، اور مٹی کے نیچے چھپا دی، اتنے میں دیناروں کا مالک آیا، اس نے فقیر سے کہا:

”یہاں میری ایک تھیلی رہ گئی ہے اس میں پانچ سو دینار تھے، تجھے تو نہیں ملی؟“

فقیر نے کہا: ”ملی ہے۔“

پھر اس نے وہ تھیلی پیش کر دی۔

وہ شخص بہت خوش ہوا، کہا:

”اب میں تجھے پندرہ دینار دوں گا۔“

وہ بولا: ”میں نے آپ سے ایک چیز بطور احسان کے مانگی تھی، لیکن اب کچھ نہیں لوں گا،

کیوں کہ اب اگر کچھ قبول کروں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دین دے کر دنیا لے لوں۔

وہ شخص شرمندہ ہو کر چپ چاپ واپس چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

## جو دو سخا

### حضرت عثمانؓ کی دریا دلی

روایت ہے کہ: سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا، کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور بیت المال میں اتنا روپیہ نہیں ہے کہ جنگ کی تیاریاں اور ساز و سامان مکمل ہو سکے، تو آپ ﷺ نے سامان جنگ کی فراہمی اور تیاری میں مالی حصہ لیا ایک ہزار اونٹ ساٹھ گھوڑے اور دس ہزار دینار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی طرف سے پیش کئے۔

آنحضرت نے یہ پیشکش قبول کر لی اور فرمایا:

”اے اللہ! عثمان سے راضی ہو، میں بھی اس سے راضی ہوں۔“

☆.....☆.....☆

### مدینہ کا قحط

سیدنا ابو بکر کے دور خلافت میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگ بھوک سے مرنے لگے، اسی زمانہ میں حضرت عثمانؓ کا کاروان تجارت شام سے آیا، جس میں جربلی، زیت، منقہ وغیرہ تھے، اور یہ سب ایک ہزار اونٹ میں تھے، یہ سب چیزیں آپ کے گھر میں جیسے ہی پہنچیں، بہت سے تاجر آئے اور کہا:

”یہ سب چیزیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دیجئے۔“

آپ نے پوچھا: ”کتنا نفع دو گے؟“

وہ بولے: ”ہر درم پر پانچ درم۔“

آپ نے فرمایا: ”میں تو ہر درم پر دس سے بھی زیادہ لینا چاہتا ہوں۔“

لوگوں نے کہا: ”یہ تو نہیں فاحش ہے۔“

آپ نے فرمایا: ”اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ہر درم کے بدلے دس درم دے گا۔ تم زیادہ دو تو بات کرو۔“

وہ بولے: ”نہیں ہم نہیں دے سکتے۔“

حضرت نے کہا: ”گواہ رہنا یہ مال میں صدقہ کرتا ہوں۔“

پھر اُسے قمرائے اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا۔

☆.....☆.....☆

## دریادلوں کی کہانیاں

(۱)

خالد بن عبداللہ القسری بہت سخی اور فیاض تھے ان کے ایک دوست نے انہیں خط لکھا، جس میں انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنا ہاتھ روکیں، اور زمانہ کے انقلابات سے ڈریں۔

خالد نے جواب دیا:

”تم مجھے اس چیز سے ڈراتے ہو، جو سلامتی کی بنیاد ہے، اس چیز سے روکتے ہو، خدا نے جسے واجب کیا ہے؟ میں حق کا راستہ ترک نہیں کر سکتا، اگر چہ ایسے ہی انقلابات آئیں۔“

(۲)

محمد بن عمر ایک سخی اور بڑا شخص تھے، ایک اعرابی نے ان کے ہاتھ میں انگشتری دیکھی اور طلب کر لی، محمد نے انگٹھی دیتے ہوئے کہا:

”اس کے نگینہ کی حفاظت کرنا اس کی قیمت سو دینار ہے۔“

اعرابی نے نگینہ نکال کر محمد کے ہاتھ پر رکھ دیا اور کہا:

”یہ آپ کو مبارک، مجھے تو صرف چاندی چاہیے۔“

محمد نے کہا: ”خدا کی قسم تو مجھ سے زیادہ سختی ہے۔“

(۳)

حاتم طائی کی بہن بھی بہت سختی تھی، جو کچھ ہاتھ آتا، سب خرچ کر دیتی، کچھ باقی نہ رہتا، اس کے بھائیوں نے ایک مرتبہ اسے ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا، اور کھانے پینے کو بھی نہیں دیا، ایک آدھ دن کے بعد اسے یہ سمجھ کر رہا کر دیا کہ اب فقر اور بھوک کا اسے احساس ہو گیا ہوگا، لہذا فضول خرچی نہیں کرے گی۔

رہا ہونے کے بعد اس نے ایک سائل کو دیکھا، اور اسے اپنا سارا مال دے دیا، کہنے لگی: ”میں نے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں، ان کے بعد میں کسی مصیبت زدہ کیلئے ہاتھ روک نہیں سکتی۔“

☆.....☆.....☆

## صلاح الدین ایوبیؒ

حکایت ہے کہ:

بادشاہ صلاح الدین ایوبی نے جنگِ حنین (۵۸۳ھ) میں جب بادشاہ فرنگ اور اس کے بھائی کومع والی کرک کے گرفتار کر لیا، تو سب کو اپنے سامنے طلب کیا۔ ارناط (صاحب کرک) بڑا ملعون کافر تھا، اور بہت جابر و سنگدل اس نے مسلمانوں کے ایک قافلہ کے مردوں اور عورتوں پر بڑے عذاب توڑے تھے، اور انہیں طرح طرح کے عذاب دیئے تھے اور کہا تھا:

”اپنے محمد ﷺ سے کہو وہ تمہیں بچالے۔“

یہ خبر جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو پہنچی، تو اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ ارناط کو قتل کر کے رہے گا، اب جب وہ گرفتار ہوا تو اس کا عزم قتل پر تازہ کیا، فوراً اسے اور بادشاہ فرنگ کو مع اس کے بھائی کے طلب کیا، بادشاہ فرنگ کو پیاس لگی، سلطان نے اس کیلئے ٹھنڈا پانی

منگولیا اس نے پی لیا۔ پھر ان سب سے قطع نظر کر کے ارناتو کی طرف مخاطب ہوا، اس نے کہا:  
 ”اب محمد ﷺ کی مدد پہنچ گئی۔“

اور پھر اس کی گردن اڑادی، اور خیمہ کے باہر پھینک دی،

یہ دیکھ کر بادشاہ فرنگ بہت خوف زدہ ہوا، وہ سمجھا، یہی اب مجھ پر بھی گزرے گی، سلطان  
 نے اسے بہت تسلی دی، اسے مطمئن کیا، اور کہا:

”بادشاہ، بادشاہ کو قتل نہیں کرتے۔ لیکن یہ شخص حد سے زیادہ تجاوز کر گیا تھا۔“ پھر ارناتو  
 کے مظالم کی پوری کہانی سنائی۔

سلطان نے جب عہد فتح کیا تو تمام اسیروں کو رہا کر دیا، اور انہیں انعام و اکرام بھی دیا۔

☆.....☆.....☆

## دشمن سے فیاضانہ سلوک

جنگ صلیبی کے زمانہ میں سلطان صلاح الدین کے خلاف سارا یورپ اُمنڈ پڑا تھا،  
 فرانس، انگلستان، جرمنی، تمام ممالک کے بادشاہ خود اپنی فوجوں کی کمان کرتے ہوئے بیت  
 المقدس پر حملہ آور ہوئے تھے۔

رجہ ڈ شیردل، عطا میں ۳۔ رجب المرجب ۵۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۱۹۱ء کو پہنچا، اس  
 کا مسلمانوں کی ایک کشتی سے سامنا ہوا، اس نے مقابلہ کیا اور تقریباً سب کو غرق کر دیا۔  
 کچھ دنوں کے بعد یہ بادشاہ اور فرانس کے بادشاہ فلپ، کسٹس بیمار پڑے، ان کی  
 شرارت اور ان سے جنگ کے باوجود سلطان نے اس وقت تک جب تک یہ بیمار رہے،  
 میوے، پھل اور برف کے رس کا مکمل انتظام اپنی طرف سے کر دیا۔

☆.....☆.....☆

## صلاح الدین اور رچرڈ

سلطان صلاح الدین نے اپنے ایک طبیب کو مع ضروری ادویہ کے رچرڈ شیردل کے

علاج کیلئے بھیجا، جو سخت بیماری میں مبتلا تھا، جب طبیب پہنچا، اس نے حاجب سے اجازت طلب کی اندر جانے کی، وہ بولا:

”بادشاہ سو رہا ہے، میں اسے نہیں جگا سکتا..... تم کیوں آئے ہو؟“

طبیب نے کہا:

”مجھے سلطان صلاح الدین نے معالجہ کیلئے بھیجا ہے۔“

دربان نے کہا:

”کیا دشمن کا طبیب بادشاہ کو اچھا کر سکتا ہے؟ اے طبیب تو واپس چلا جا، سلامتی اسی میں ہے تو تو تو اگر خود صلاح الدین آجائے تب بھی میں اپنے بادشاہ کو جگانے والا نہیں، نہ کہ تیرے کہنے سے تو تو محض ایک قاصد ہے۔“

طبیب نے جواب دیا:

اے حاجب! یاد رکھ ہماری قوم تجھ سے ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہے اور کرے گی ہم کریم الاخلاق ہیں، تجھے نفع پہنچانا چاہتے ہیں، تیرے بادشاہ کی شفا یابی کے جو یا ہیں، جا اپنے آقا کے پاس، اور اس سے اجازت طلب کر، ممکن ہے اس کی شفا میرے ہاتھ پر لکھی ہو،..... کتنے تعجب کی بات ہے میں تمہارے بادشاہ کی شفا یابی چاہتا ہوں، لیکن تم نہیں چاہتے، یہ کتنے شرم کا مقام ہے، کوئی شک نہیں تم ڈرتے ہو، لہذا تم کسی نعمت کے مستحق نہیں ہو میرے آقا صلاح الدین نے غلطی کی جو مجھے یہاں بھیجا.....“

حاجب نے کہا:

”ہم اپنی جان کیلئے نہیں ڈرتے، لیکن اپنے بادشاہ کیلئے بیشک ڈرتے ہیں۔“

بادشاہ رچر ڈنے یہ باتیں سن لیں اور پکارا:

”کون باتیں کر رہا ہے؟ کیوں اے دربان تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے جگا کر تکلیف پہنچائے۔“

دربان بولا:

”نہیں میرے آقا..... یہ طبیب آیا ہے، جسے سلطان صلاح الدین نے بھیجا ہے،

بڑی دیر سے یہ جھگڑ رہا ہے، یہ اندر آنا چاہتا ہے، اور میں منع کرتا ہوں۔“

رحمہ ڈشیرول نے کہا:

”جسے صلاح الدین نے بھیجا ہے، اسے تو میرے پاس آنے سے روک رہا ہے؟..... اے طبیب تو میرے پاس آ، میں تیرے سلطان کا اداسناس ہوں، وہ ہر اعزاد اکرام کا مستحق ہے، اس کا بھیجا ہوا قاصد بھی ہر عزت اور کرامت کا حق دار ہے، تو یقیناً میرا مرض اچھا کر دے گا، حالانکہ تو میرے بدترین دشمن کا بھیجا ہوا طبیب ہے..... کیا واقعی تجھے سلطان نے بھیجا ہے؟ کیا واقعی وہ اتنا اچھا آدمی ہے؟..... لیکن اس کی ضمانت کون دے گا کہ تو اپنے دعوے میں سچا ہے؟“

طیب نے کہا:

”میرا تیرے پاس آنا ہی سب سے بڑی ضمانت ہے، اے بادشاہ! میں تیرا دشمن ہوں تو مجھ سے ڈرتا ہے، میں تجھ سے ڈرتا ہوں نہیں، تو جانتا ہے میرا آقا، سلطان صلاح الدین سچا ہے، وہ جھوٹ نہیں بولتا، وہ تیرے خیال سے نہیں ڈرتا، وہ اس کا محتاج نہیں کہ تجھے زہر دے کر مارے، وہ چاہتا ہے کہ تو اچھا ہو جائے، وہ نہیں چاہتا تو بستر پر مرے، وہ چاہتا ہے تو جنگ کے میدان میں مرے، جو بہادروں کے مرنے اور جان دینے کی بہترین جگہ ہے۔“

رحمہ ڈشیرول نے کہا:

”اے طبیب تو نے سچ کہا، آ، اور جو تیرا جی چاہے کر.....“

پھر اپنے حاجب سے کہا:

”اگر میں اچھا ہو جاؤں تو اس شخص کو پورا پورا انعام ملے، اگر مر جاؤں تو میرے خون کا اس سے کوئی مطالبہ نہ کرے۔“

طیب نے دوا پلائی اور بالآخر بادشاہ اس کے علاج سے اچھا ہو گیا۔





## شجاعت و شہامت

### شجاعتِ رسولؐ

آنحضرت ﷺ کی شجاعت اور دلیری سب سے بڑھی ہوئی تھی، حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میدانِ جنگ میں جب خطرہ بڑھ جاتا تھا تو ہم رسول اللہ کے دامن سے لگ جاتے تھے وہ دشمن سے، سب سے زیادہ قریب رہتے تھے۔

جنگِ بدر میں ابی بن خلف آپؐ کے قریب آیا اور پکارا: ”محمد کہاں ہیں؟ میں انہیں قتل کروں گا۔“

یہ کہہ کر وہ حملہ کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی طرف لپکا۔

صحابہ آپؐ کے اور اس کے مابین حائل ہو گئے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے آنے دو، اسے راستہ دے دو۔“

پھر آپ ﷺ نے ایک صحابی سے حربہ لے لیا اور اس پر وار کیا، وہ وار کھا کر گر گیا اور ہلاک ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں، اس شخص کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا۔

☆.....☆.....☆

### حضرت علیؑ کی بہادری

غزوہٴ خندق میں عرب کا بہت بڑا اور مشہور پہلوان عمر بن عبدود میدان میں آیا اور نعرہ زن ہوا:

”ہے کوئی لڑنے والا؟“

حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور کہا:

”یا رسول اللہ! (ﷺ) میں جاؤں گا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ، جانتے نہیں یہ عمرو ہے۔“

دو مرتبہ اس کے بعد پھر عمرو نے مبارز طلبی کی، ہر مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہی کہہ کر بٹھا دیا، اب کی بار حضرت نے کہا: ”میں لڑوں گا، اگرچہ وہ عمرو ہی کیوں نہ ہو۔“

”رسول اللہ نے اجازت دے دی، اپنی شمشیر عطا فرمائی، پھر اپنا عملہ مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر ان کی کامیابی کیلئے دعا فرمائی:“

حضرت علیؓ عمرو کے سامنے پہنچے، وہ آپ کو پہچان نہ پایا، کیونکہ وہ لوہے میں غرق تھا، اس نے کہا: ”تم کون ہو؟“

آپ نے فرمایا: ”علی۔“

وہ بولا: ”ابن عبد مناف؟“

فرمایا: ”علی ابن ابی طالب۔“

عمرو نے کہا: ”اے ابن انخی کسی اور کو بھیج جو تجھ سے زیادہ مضبوط اور توانا ہو، میں تیرا خون بہانا نہیں چاہتا، کیونکہ تیرا باپ میرا دوست تھا۔“

حضرت علیؓ نے فرمایا: ”خدا کی قسم تیرا خون بہانے میں مجھے ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔“

عمرو کو غصہ آ گیا، اور وہ لڑنے کو تیار ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

”میں کس طرح مقابلہ کروں جب کہ تو گھوڑے پر سوار ہے، اور میں پیادہ پا ہوں؟

میرے ساتھ تو بھی زمین پر آ جا۔“

عمرو گھوڑے سے اتر آیا، دونوں ایک دوسرے سے گتے گتے، عمرو نے وار کیا حضرت علیؓ کا

سر، مبارک زخمی ہو گیا، حضرت علیؓ نے وار کیا گردن پر وہ اڑ گئی، مسلمانوں نے جوش میں آ کر

نعرہ تکبیر بلند کیا۔

☆.....☆.....☆

## فاتح خیبر

غزوہ خیبر کے موقع پر، آنحضرت ﷺ نے ہر روز ایک صحابی کو قلعہ یہود سر کرنے کیلئے

بھیجا، لیکن کوئی فتح نہ کر سکا۔

ایک روز آپ نے فرمایا:

”کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جسے اللہ اور اس کا رسول چاہتے ہیں اللہ اسی کے ہاتھ پر فتح دے گا۔“

دوسرے روز آپ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا، آپ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا لعابِ دہن آپ کی دونوں آنکھوں پر لگایا، پھر ارشاد فرمایا:

”یہ جھنڈا لو اور آگے بڑھو، یہاں تک کہ خدا تمہیں فتح دے۔“

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کی کامیابی کیلئے دستِ دعا بلند کئے، حضرت علیؓ جھنڈا لے کر آگ بڑھے اور قلعہ کے نیچے پہنچے، قلعہ والے مقابلہ کیلئے نکلے ایک بہادر سامنے آیا جسے آپ نے قتل کر دیا، پھر مقتول کا بھائی مقابلہ کیلئے آیا، اس نے آتے ہی زوردار حملہ حضرت علیؓ پر کیا۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ ڈالا، اور جھپٹ کر اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، آپ لڑ رہے تھے، اور وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں تھا، یہاں تک کہ خدا نے آپ کو فتح مرحمت فرمائی، پھر آپ نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔

اس دروازہ کا طول اتنی بالمش تھا۔ اس کے اٹھانے کی ساٹھ آدمیوں نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے حضرت علیؓ کی فرطِ قوت اور فرطِ شجاعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔



## ہادی اور ایک خارجی

خليفة عباسی ہادی، اپنے گدھے پر سوار ہو کر نکلا، اپنے ایک باغ میں پہنچا، خالی ہاتھ تھا، تلوار تک پاس نہیں تھی، بعض مصاحب ساتھ تھے، اتنے میں اطلاع ملی کہ فلاں باغی خارجی کو، آپ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا، ہے، ہادی نے فوراً اسے حاضر کرنے کا حکم دیا، وہ لایا گیا، دو آدمی جو مسک تھے اسے پکڑے ہوئے تھے، خارجی نے جب ہادی کو دیکھا تو زور لگا کر خود کو چھڑا لیا، اور ایک آدمی سے تلوار چھین کر ہادی کی طرف حملہ کرنے کیلئے بڑھایا، منظر دیکھ کر سب

بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن ہادی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی، یہاں تک کہ خارجی بہت قریب آ گیا اور تلواریں سونت لی کہ ایک ہی وار میں خاتمہ کر دے۔

ہادی نے خارجی کے پس پشت اشارہ کرتے ہوئے کہا:

”اے غلام اس کی گردن اڑا دے۔“

حالانکہ وہاں کوئی غلام نہیں تھا لیکن یہ آواز سن کر خارجی نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہادی جلدی سے اتر اور خارجی کی گردن پکڑ لی پھر اسی سے تلواریں چھین لی، اور اسی تلواریں سے اسے قتل کر دیا۔

قتل کرنے کے بعد وہ اپنے گدھے پر سوار ہوا، اب بھگوڑے ایک ایک کر کے جمع ہونے لگے، سب کے خوف و دہشت کے باعث چہرے اترے ہوئے تھے، رنگ زرد تھا، لیکن ہادی نے کسی سے باز پرس نہیں کی، لیکن یہ اصول بتایا، کہ پھر کبھی تلواریں بغیر باہر نہیں نکلا۔

☆.....☆.....☆

## خدا کا شکر

عمر و بن علا خلیفہ ہشام سے ملنے کیلئے چلا، راستہ میں اس کے پاؤں میں کوئی زہریلا مادہ پیدا ہو گیا، جب وہ شام پہنچا تو زہر سارے بدن پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔

خلیفہ نے اطباء کو بلایا، ان سب نے بالاتفاق رائے دی کہ جب تک پاؤں کاٹا نہیں جائے گا، صحت نہیں ہو سکتی، لوگوں نے بے ہوش کرنے کی تیاریاں کیں، عمرو نے کہا:

”خدا کی قسم میں یہ نہیں چاہتا کہ ذکر خدا سے غافل رہوں۔“

جب ٹانگ کاٹی گئی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا:

”اے اللہ! اگرچہ تو نے میرا ایک عضو لے لیا، لیکن ابھی دوسرے اعضاء تو باقی ہیں۔“

ابھی وہ یہ بات ختم نہیں کر پائے تھے کہ خبر ملی کہ ان کا بیٹا چھت سے نیچے گر پڑا اور مر گیا،

انہوں نے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا:

”اے اللہ! اگرچہ تو نے میرا ایک بیٹا لے لیا، لیکن تیرے دیئے ہوئے دوسرے بیٹے تو

موجود ہیں، اے اللہ! ہر حالت میں تیرا شکر ہے۔“

## اقتصاد اور میانہ روی

### حضرت عمرؓ کا سوال!

حکایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ بعض صالحین سے دریافت کیا:  
”کیا تم مجھ میں کوئی ایسی بات دیکھتے ہو جو تمہیں ناپسند ہو؟“

ایک نے کہا: ”ہاں“..... تمہارے دسترخوان پر دو روٹیاں ہوتی ہیں، تمہارے پاس دو قمیض ہیں، ایک دن کیلئے، ایک رات کیلئے۔“

حضرت نے پوچھا: ”کچھ اور؟“

جواب ملا: ”نہیں۔“

آپ نے کہا: ”خدا کی قسم اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔“

چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ طریقہ ترک کر دیا، اس لئے کہ یہ اسراف و تبذیر کی حد تک پہنچتا تھا وہ اس لئے کہ اپنے پاس کوئی زیادہ چیز نہیں رکھنا چاہتے تھے کہ وہی مسلمانوں کے کام آئے۔

☆.....☆.....☆

### خلیفہ منصور

خلیفہ منصور خراج کرنے کے معاملہ میں بہت محتاط تھا اس نے اپنی اسی جزی کی بدولت خزانوں کو لبالب بھر رکھا تھا، یہ ساری دولت وہ اپنے بیٹے مہدی کیلئے چھوڑ گیا، تاکہ وہ اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ حکومت کر سکے، حکومت کی توسیع و استحکام کے سلسلہ میں جتنا چاہے خرچ کرے اور کبھی یہ اندیشہ نہ ہو کہ روپیہ ختم ہو جائے گا، یا کم پڑ جائے گا۔

چنانچہ مہدی نے اس دولت سے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی حکومت کے قیام و استحکام کیلئے بے دریغ روپیہ صرف کیا اور بڑی شان سے حکومت اور فرماں روائی کی۔

## جزری کا نتیجہ

حکایت ہے کہ:

محمد بن حمزہ بہت فضول خرچ تھا، اس کے والد نے بہت زیادہ دولت اس کیلئے چھوڑی تھی۔ لیکن اس نے اپنی فضول خرچی کے باعث یہ ساری دولت بہت مختصری مدت میں ختم کر دی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک پیسہ کو محتاج ہو گیا اور سوال کی ذلت تک برداشت کرنا پڑی۔

محمد بن حمزہ کے چچا زاد بھائی کا انتقال ہوا اس کا کوئی وارث نہیں تھا وہ محمد کیلئے سو درم بطور ترکہ کے چھوڑ گیا، محمد نے یہ رقم لے لی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور پھر اتنی احتیاط سے زندگی بسر کی رفتہ رفتہ وہ بڑا مالدار بن گیا، اور ساری عمر اسی طرح بسر کرتا رہا۔

☆.....☆.....☆

## فقیر اور خراج

ایک فضول خرچ دولت مند سے ایک فقیر نے کہا:  
"ایک دینار مجھے، ملتا کیجئے۔"

دولت مند کو بہت حیرانی ہوئی اس نے کہا: "تم اتنا زیادہ مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ حالانکہ دوسروں سے کم ہی طلب کرتے ہو؟"

فقیر نے جواب دیا: "دوسرے لوگوں سے مجھے امید ہے کہ پھر دوبارہ بھی ان سے مجھے کچھ نہ کچھ ملے گا، لیکن آپ کا ہاتھ تو کھلا ہوا ہے، لہذا آئندہ آپ سے بھیک ملنے کی توقع نہیں ہے، کیونکہ آپ خود مفلس ہو چکے ہوں گے۔"

وہ شخص ان باتوں سے بہت متاثر ہوا، اور پھر احتیاط و جزری کی زندگی بسر کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

## صاف جواب!

حسن بن سہل، خلیفہ مامون کا وزیر بہت سخی اور جواد تھا بے دھڑک لوگوں کو عطایا دیتا رہتا تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اسے لکھا:

”اے حسن یہ راستہ احسان کا نہیں، جو تو نے اختیار کر رکھا ہے کیا تجھے نہیں معلوم کہ اسراف میں کوئی بھلائی نہیں؟“

حسن نے اعرابی کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

”کیا تجھے نہیں معلوم کہ بھلائی میں اور نیکی میں اسراف ہوتا ہی نہیں؟“

☆.....☆...☆

## عجیب سوال

امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں ایک شخص پابندی سے حاضر ہوا کرتا تھا، لیکن خاموش بیٹھا رہتا تھا، نہ کبھی سوال کرتا تھا نہ بات کرتا تھا، ایک روز امام صاحب نے اس سے پوچھا:

”کیا بات ہے نہ تم کوئی بات کرتے ہو، نہ سوال پوچھتے ہو؟“

وہ کہنے لگا:

”قاضی صاحب یہ بتائیے، روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟“

قاضی صاحب نے فرمایا:

”جب آفتاب غروب ہو جائے۔“

اس نے پوچھا:

”اگر سورج آدھی رات تک نہ غروب ہو تو؟“

قاضی صاحب مسکرائے اور فرمایا:

”بے وقوف آدمی کیلئے خاموش رہنا ہی اس کی زینت ہے۔“

☆.....☆.....☆

## سچا بیٹا

ایک تاجر کا انتقال ہو گیا، اس نے بہت سی دولت اپنے پیچھے چھوڑی، اس کا ایک بیٹا لڑکا تھا، جو وارث ہو سکتا تھا، لیکن وہ عرصہ سے لاپتہ تھا اور اب کسی کے ذہن میں اس کی صورت اور یاد بھی باقی نہیں رہی تھی۔

ایک عرصہ کے بعد تین نوجوانوں نے مرحوم تاجر کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا، یہ تینوں قاضی کے پاس آئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا، قاضی نے مرحوم تاجر کی تصویر منگوائی اور کہا:

”جو اس تصویر پر بندوق کا ٹھیک نشانہ لگائے گا وہی وارث قرار پائے گا۔“

تینوں میں سے دو تیار ہو گئے، لیکن تیسرا پریشان ہو گیا، اس کے چہرے پر غم و فکر کے آثار نمایاں ہو گئے، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے،

اس نے کہا: ”ناممکن ہے کہ میں اپنے باپ کی تصویر کو نشانہ بناؤں، خواہ وہ ایک کاغذ ہی پر کیوں نہ ہو، مجھے پرواہ نہیں اگر میری میراث ضائع ہو جائے۔“

قاضی نے سمجھ لیا یہی اس کا بیٹا اور حقیقی وارث ہے، اور میراث کا اسی کیلئے فیصلہ کر دیا۔



## حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ!

دو عورتیں کہیں جا رہی تھیں، دونوں کی گود میں ان کے بچے تھے۔ راستہ میں ایک بھیڑیا ملا، اس نے ایک بچے کو ہلاک کر دیا، اب صرف ایک بچہ رہ گیا اس پر ان دونوں میں جھگڑا ہونے لگا، ایک کہتی یہ میرا بچہ ہے، دوسری کہتی نہیں میرا ہے، یہ دونوں اسی طرح جھگڑتی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچیں، انہوں نے ان دونوں کی ساری داستان سن کر فرمایا:

”مجھے ٹھہری دو، میں اس بچے کے دو ٹکڑے کروں گا، اور تم دونوں کو ایک ایک دوں گا؟“

ایک عورت بولی: ”کیا آپ اسے کاٹ ڈالیں گے یا نبی اللہ؟“

آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“



وکتبی کی ایسی تہیجے شریکے دوست سے تیرا بیڑا بھرتا  
 تیرے فریاد سے بیڑا تو پھبتا۔

☆.....☆.....☆

### یزید اور معاویہ

ایک مرتبہ میر معاویہ اپنے بیٹے یزید پر کسی شخص کے باعث برت توں ہو گئے کچھ روز بعد  
 انہوں نے، "خفت میں تیس بیٹے کیا اور بہت"

"تو راولانکے پاس سے دلے تو وہ میرا خیال ہے تمہارا اولاد کے تعلق ہے؟"

خفت نے یہ سوال سن کر تیری بیٹوں سے کہا:

"تھماک اولاد ہمارے دل کا بچھن ہے، ہمارا بیٹا کا سہارا ہے ہم اس کیسے کر بھرتا  
 ہیں، اور ساری کھٹے والا آسمان ہیں، وہ جو ملے دے دو، وہ بگڑتی ہے، تم من لو، اس پر غصہ نہ کرو،  
 مدد تمہاری زندگی سے نہ یا وہ موت کی طالب ہوگی؟"

معاویہ نے کہا: "تم نے تیری اچھی باتیں کیں، میرا دل بھل گیا، بوجھ اتر گیا، یزید سے  
 میں خفا تھا، اب میرا دل صاف ہو گیا ہے۔"

☆.....☆.....☆

### باپ اور بیٹا

ایک باپ اپنے بیٹے سے ہمیشہ کہا کرتا تھا:

"تو کبھی قلاح نہیں پائے گا۔"

بیٹا باپ کا شہر چھوڑ کر کہیں اور ہجرت کر گیا، قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ وہ گورنر (والی)  
 بنا دیا گیا، اس نے حاکم شہر کو جہاں اس کا باپ رہتا تھا، ایک فرمان بھیجا، کہ وہ اس کے والد کو  
 فوراً گرفتار کر کے، اور جھکڑی بیڑی لگا کر اس کے پاس بھیج دے۔

حاکم نے فوراً حکم کی تعمیل کی جب وہ پہنچ گیا، تو بیٹے نے ملازموں سے کہا:

ہنگری کاٹ دو، بیڑی اتار دو، حمام میں لے جاؤ، اچھے کپڑے پہناؤ، پھر میرے پاس لاؤ۔“

اس حکم کی بھی تعمیل ہوئی، جب آسنا سامنا ہوا، تو باپ سے بیٹے نے کہا: ”کیا آپ نے مجھے پہچانا؟“

وہ بولا: ”نہیں۔“

لڑکے نے کہا: ”میں آپ کا فلاں بیٹا جس کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے، ”کبھی فلاح نہیں پائے گا۔“ کہیئے اب آپ کیا دیکھ رہے ہیں، اور کیا رائے ہے آپ کی؟“

باپ نے جواب دیا: ”میں اپنی رائے پر اب بھی قائم ہوں، سعادت مند بیٹے باپ سے وہ سلوک نہیں کرتے جو تو نے میرے ساتھ کیا۔“

☆.....☆.....☆

## نالائق اولاد!

ایک دولت مند تاجر جب بوڑھا ہو گیا، اس کے قویٰ کمزور پڑ گئے اور طاقت جواب دے گئی، تو اپنا سب کچھ اپنی اولاد کو سونپ دیا، کچھ دنوں تک یہ لڑکے باپ کا مان رکھتے رہے، لیکن تمہوڑے عرصے کے بعد، وہ ان پر بوجھ سا محسوس ہونے لگا، اب نہ باپ کی عزت تھی، نہ توقیر، کپڑے بناتے تھے تو بھی بہت سی باتیں بنا کے، اور کھانا کھلاتے تو بھی منہ بنا کے۔

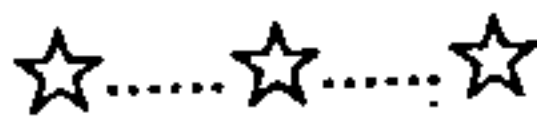
باپ نے جب کیفیت دیکھی تو دل ہی دل میں بہت نادام ہوا کہ ناحق جوش پدیری میں اپنا سب کچھ خود ہی لٹا بیٹھا، ایک روز ایک پرانا دوست بوڑھے کے پاس آیا، اور اسے بہت بڑی رقم دی، یہ رقم اس نے کبھی قرض لی تھی، اور بوڑھا اس کی وصولی سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ رقم لے کر اس نے ایک مضبوط کیس میں بند کر دی اور اولاد میں سے کسی کو ایک پائی نہ دی۔

اولاد نے جو یہ دیکھا کہ باپ کے پاس پھر دولت آگئی ہے، پھر اس کی خاطر مدارت ہونے لگی، اس کی عزت و توقیر پھر واپس آگئی لیکن بوڑھے کو جو سبق ملا تھا وہ ایسا نہیں تھا جسے وہ فراموش کر دیتا اس نے کسی کو اس رقم میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

جب اس کی وفات ہوئی، تو سب لڑکے صندوق کے پاس جمع ہوئے کہ دیکھیں اس میں سے کیا نکلتا ہے؟ اور جو کچھ نکلے اسے آپس میں تقسیم کر لیں، چنانچہ بڑے اشتیاق اور اہتمام کے ساتھ وہ صندوق کھولا، لیکن دیکھتے کیا ہیں اس میں سونے چاندی کے بجائے پتھر بھرنے ہوئے ہیں اور ان پتھروں پر ایک رقعہ رکھا ہوا ہے، رقعہ پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

”اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ وہ تالائق اولاد کیلئے سونے کو پتھروں اور سنگریزوں میں تبدیل کر دے۔“

مایوس ہو کر ان لوگوں نے وہ پتھر پھینک دیئے، واقعہ یہ تھا کہ باپ نے لڑکوں کی تالائقی سے متاثر ہو کر وہ رقم ایک یتیم خانہ کو دے دی تھی، اور صندوق میں پتھر بھر دیئے تھے۔



## سمع و طاعت

### بندگی کی مثال

اسلام کی تاریخ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، اور ان کے ہمیشہ باقی رہنے والے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

غزوہ بدر کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو جہاد کا حکم دیا حکم نبویؐ پا کر وہ میدان جنگ میں کود پڑے، اتفاق کی بات آنا سامنا جس حریف سے ہوا وہ کوئی اور نہیں ابو عبیدہ کے والد تھے، بیٹا اسلام لا چکا تھا باپ اب تک کفر پر قائم تھا۔ باپ کو سامنے دیکھ کر حضرت ابو عبیدہؓ ذرا بھی نہ جھکے، مقابلہ ہوا، بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا، سر کاٹا اور رسول اللہ کے قدموں پر لا کر ڈال دیا۔

”یہ میرے باپ کا سر ہے جسے میں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے کاٹ ڈالا.....“



### عمرؓ اور خالدؓ

حضرت خالدؓ ”سیف اللہ“ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ نے اسلام کے حدود و مملکت میں بہت کافی توسیع کی، سرکار رسالت کے دربار سے بارہا آپ کی خوشنودی کے پروانے حاصل ہوئے۔

ان ہی حضرت خالدؓ کو جو جیوش اسلامیہ کے سپہ سالار تھے عین اس حالت میں کہ شام کی جنگ جاری تھی، دفعہ سپہ سالاری کی حیثیت سے معزول کر دیا گیا۔

حضرت خالدؓ نے یہ حکم سنا، خاموشی اور اطاعت مندی سے یہ فرمان قبول کیا، اور سپہ

سالار کی بجائے، ایک سپاہی کی حیثیت سے اس وقت تک لڑتے رہے جب تک کامیابی کے ساتھ جنگ ختم نہیں ہوگئی اور اسلام کا پرچم وہاں لہرانے نہیں لگا۔

☆.....☆.....☆

## خلیفہ اور کوتوالِ شہر

عبداللہ بن مالک کہتے ہیں، خلیفہ مہدی کے زمانہ میں کوتوالی کا منصب میرے ہاتھ میں تھا، مہدی مجھے ہادی کے مصاحبوں اورندیوں کے بارے میں حکم بھیجا کرتا تھا کہ فلاں فلاں کو گرفتار کر لو، انہیں جیل میں ڈال دو۔ ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو، کہ یہ لوگ ہادی کو بگاڑ رہے ہیں، میں خلیفہ کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کیا کرتا تھا، ہادی اپنے دوستوں کی مجھ سے سفارش کیا کرتا تھا، اور چاہتا تھا میں ان نو گرفتاروں کے ساتھ رعایت اور حسن سلوک کا برتاؤ کروں، لیکن میں نے اس کی سفارش پر کبھی توجہ نہیں کی اپنا کام کرتا رہا اور مہدی کی ہدایات پر عمل پیرا رہا۔

یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ مہدی کا انتقال ہو گیا، اور ہادی تختِ خلافت پر متمکن ہوا، اب مجھے یقین ہو گیا کہ ہلاکت میرے انتظار میں ہے، موت سے اب مجھے کوئی نہیں بچا سکتا، ایک روز ہادی نے مجھے بلوا بھیجا، میں پہنچا۔

اس حالت میں کہ کفن سر سے لپیٹے ہوئے تھا۔ اور حنوط لگائے ہوئے تھا، میں نے دیکھا ہادی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، قتل کے وقت جس چمڑے پر مقتول کو بٹھاتے تھے وہ سامنے بچھا ہے، اور تلواریں اس کے ہاتھ میں ہے چہرے پر غضب کے آثار ہویدہ ہیں۔ میں نے خلیفہ سے کہا:

”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ“

خلیفہ نے جواب دیا: ”خدا تجھے سلامت نہ رکھے۔“

پھر وہ گویا ہوا:

”کیا تجھے یاد ہے حوالی کو امیر المؤمنین (مرحوم خلیفہ) نے گرفتار کرایا تھا۔ تجھ سے میں نے اس کی سفارش کی تھی، اور تو نے میری سفارش پر ذرا بھی توجہ نہیں کی تھی؟..... اور صرف

یہی نہیں اور بھی میرے فلاں فلاں ندیموں اور مصاحبوں کو امیر المؤمنین کے حکم سے گرفتار کیا گیا؟ اور تو نے انہیں تکلیفیں پہنچائیں، اور میری سعی و سفارش کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا؟“

میں نے کہا: ”ہاں امیر المؤمنین مجھے سب یاد ہے، کیا آپ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟“

فرمایا: ”کیا کہنا چاہتا ہے؟“

میں نے کہا: ”خدا امیر المؤمنین کو سلامت رکھے یہ ارشاد فرمائیے کہ اگر آپ بھی مجھے اس منصب پر بحال رکھیں جس پر میں مرحوم امیر المؤمنین کے عہد میں فائز تھا، آپ مجھے حکم دیں کہ فلاں کے ساتھ سختی کا سلوک کرو، اسے جیل میں ڈال دو، اور آپ کے صاحبزادے مجھ سے کہیں کہ یہ کچھ نہ کرو... پھر میں کیا کروں؟ آپ کا حکم مانوں یا آپ کے صاحبزادے کا؟ کیا آپ کی نافرمانی کروں.....؟“

خلیفہ ہادی نے کہا: ”ہرگز نہیں۔“

میں نے کہا: ”بس تو جیسا آپ کے والد کا وفادار تھا ویسا ہی آپ کا رہوں گا لیکن آپ کی اولاد کا نہیں۔“

خلیفہ نے مجھے قریب کر لیا، میں نے اس کے ہاتھ چومے۔

پھر خلیفہ خوش ہو گیا اور میں عافیت و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگا۔ (عقد القرید)

☆.....☆.....☆

## احمد بن طولون

مصر کا والی احمد بن طولون حالانکہ بڑا جابر، خونخوار اور سفاک شخص تھا لیکن وہ عدل کو پسند کرتا تھا اور مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑا لیتا تھا۔

حکایت ہے:

احمد بن طولون کے بیٹے عباس نے ایک مغنیہ کو بلایا، اس حالت میں کہ وہ شراب و کباب کے شغل میں مصروف تھا، مصر کے ایک صالح اور متقی شخص نے مغنیہ کو آتے ہوئے دیکھا، اس

سے ساتھ غلام تھا، جو چنگ و رباب اٹھائے ہوئے تھا اس شخص نے غلام سے رباب چھین لیا، اور اس کے ننگے کر دیا، عباس باپ کے پاس آیا اور اسے واقعہ کی اطلاع دی۔

احمد نے غلام دیا اس شخص کو حاضر کیا جائے، جب وہ سامنے آیا تو احمد نے اس سے پوچھا:

”کیا تو نے رباب توڑا ہے؟“

مرد صالح نے جواب دیا: ”ہاں“۔

احمد نے پوچھا: ”تم جانتے ہو۔ یہ حرکت تم نے کس کے ساتھ کی؟“

مرد صالح نے جواب دیا: ”ہاں..... وہ آپ کا بیٹا عباس ہے، جس کے رنگ میں بھنگ

کرنے کا میں مجرم ہوں۔“

احمد نے پوچھا: ”کیا تم نے اس لئے بھی اس کی عزت نہ کی کہ وہ میرا بیٹا تھا؟“

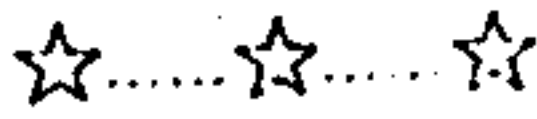
مرد صالح نے جواب میں کہا:

”کیا میں اس کی عزت کرتا، حالانکہ وہ خدا کی معصیت کا مرتکب ہو رہا تھا کیا آپ نہیں

جانتے جہاں خالق کی معصیت کا امکان ہو، وہاں مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے، خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔“

احمد نے سر جھکا لیا اور پھر کہا:

”ہر نافرمانی کی سزا میں دے کر رہتا ہوں، لیکن اس معاملہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔“



## شرابی بادشاہ

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا، اتنے میں ایک شخص آیا، جس کے زبد و تقویٰ کی دھوم تھی، بادشاہ نے شراب کا جام بھرا، اور زاہد کے سامنے پیش کیا، اس شخص نے جام شراب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بادشاہ نے کہا:

”کیا میری نافرمانی کر کے تو میرے غصے کو ابھارنا چاہتا ہے؟“

اس شخص نے جواب دیا:

”اے بادشاہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں اور اس کے غضب کو دعوت دوں؟ نہیں خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، اگرچہ بادشاہ کی تلوار میری گردن اڑا دے، کیا بادشاہ کے کانوں تک قرآن کی یہ آیت نہیں آئی:

”إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

فاجتنبوه“.

بادشاہ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا، انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا، اس کی فتح نفس اور طہارت خیال کی بہت تعریف کی اور کہا:

”یہ شخص خدا کے معاملہ میں کسی سے نہیں ڈرتا“۔

☆.....☆.....☆

## بہترین سفارش

خلیفہ متوکل باللہ اپنی مجلس میں سرور و مطمئن بیٹھا ہوا دایعیش دے رہا تھا اتنے میں ایک جاسوس آیا اور اس نے خبر دی کہ فرقہ امامیہ کے مشہور امام حضرت علی الہادی نے اپنے پاس بہت ساز خیرہ ساز و سامان جنگ کا فراہم کر لیا ہے، ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ امیر المؤمنین کے خلاف بغاوت کا اعلان کر کے خروج کریں۔ متوکل یہ باتیں سن کر بہت پریشان ہوا، اس نے ترک سپاہیوں کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں حضرت علی الہادی کے گھر پر چھاپہ ماریں اور انہیں قتل کریں۔

ترک سپاہی اس وقت جب آبادی سوچکی تھی اور رات کا سناٹا اپنا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ حضرت علی الہادی کے گھر پر پہنچے، دیکھتے کیا ہیں کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اس پر بالوں کا ایک پردہ پڑا ہے اور حضرت علی الہادی قبلہ رو بیٹھے ہوئے قرآن مجید کی آیات جو وعدہ و وعید سے متعلق تھیں تلاوت فرما رہے ہیں، آپ کھڑی زمین پر بیٹھے تھے جہاں ریت اور سنگریزوں کی کثرت تھی، آپ کے اور زمین کے درمیان کوئی فرش حائل نہ تھا۔



سپاہی اسی حالت میں حضرت علی الہادی کو خلیفہ متوکل کے پاس لے گیا۔ متوکل کی مجلس شراب جمی ہوئی تھی، بادۂ ناب کا دور چل رہا تھا اور وہ خود جام بدست بیٹھا تھا، اس نے جب حضرت علی الہادی کو آئے دیکھا، تو ادب و احترام کے جذبہ سے اٹھ کھڑا ہوا آپ کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا، اور پھر جام شراب آپ کی خدمت میں پیش کیا۔  
حضرت علی الہادی نے کہا:

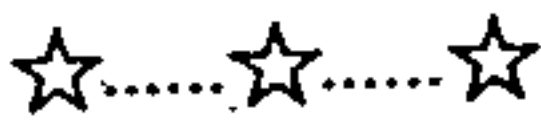
”اے امیر المؤمنین میرے خون اور گوشت میں شراب نے کبھی سرایت نہیں کی، لہذا مجھے معاف رکھیے۔“

خلیفہ نے جام واپس لے لیا، اور کہا: ”تو پھر کچھ اشعار سنائیے۔“  
حضرت علی الہادی نے فرمایا: ”مجھے شعر و شاعری سے زیادہ دلچسپی نہیں۔“  
متوکل نے کہا: ”میری درخواست رد نہ کیجئے۔“

حضرت علی الہادی نے اس کے جواب میں چند اشعار سنائے جو یہ تھے:

”وہ لوگ جب قبر میں پہنچ گئے تو پوچھنے والے نے پوچھا، تمہارا تخت حکومت کیا ہوا  
تمہارا تاج شہریاری کہاں ہے؟ تمہارے لباسِ فاخرہ کدھر گئے؟ وہ چہرے کہاں  
ہیں جن کے پس پردہ ستار بجا کرتے تھے اور راگ رنگ کی آوازیں آیا کرتی  
تھیں۔ انہوں نے بہت عرصہ تک شرابیں پیں، اچھے اچھے کھانے کھائے اور آخر  
کار ایک عرصہ دراز کے بعد خود زمانے نے انہیں کھالیا۔“

حضرت علی الہادی نے اشعار ختم کئے تو دیکھا متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور  
وہ بے تحاشا رو رہا ہے۔ اس نے شراب کے برتن پھینک دیئے اور مجلس برخاست کر دی، پھر  
بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس نے حضرت کو ان کے گھر پہنچا دیا۔



## ادبِ شاہانہ

ایک دولت مند شخص راستہ میں کھڑا ایک بہت بڑے تاجر سے گفتگو کر رہا تھا، اتنے میں

ایک حبشی غلام ادھر سے گزرا اس نے دو تمند کو سلام کیا، دو تمند نے بڑے اخلاق و تپاک سے اس کے سلام کا جواب دیا، تاجر کو اس بات پر بڑی حیرت ہوئی، اس نے کہا:

”آپ ایک حبشی غلام سے سلام کلام کرتے ہیں، جو دو کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتا، یہ بات آپ کی علوشان کے خلاف ہے۔“

امیر نے جواب دیا:

”کیا میرے لئے یہ مناسب تھا۔ کہ یہ حبشی غلام ادب اور اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے

بڑھ جاتا؟“

تاجر نے کہا:

”آپ نے سچ فرمایا، ادب شایانہ اسی کا نام ہے۔“

## غیبت اور سازش

### بدترین جرم

ایک شخص عبد الملک بن مروان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا:

”آپ سے کچھ راز کی بات کہنا چاہتا ہوں۔“

عبد الملک نے اپنے مصاحبوں سے کہا:

”آپ لوگ ذرا تخیلہ کا موقع دیں۔“

وہ سب لوگ اٹھ گئے، پھر عبد الملک نے قبل اس کے کہ وہ شخص کچھ کہے اس سے کہا:

”دیکھو، میری مدح نہ کرنا، میں اپنے آپ کو خوب پہچانتا ہوں، نہ مجھ سے جھوٹ بولنا،

جھوٹا بغیر مزے پائے میرے پاس سے بچ کر نہیں جاسکتا، اور نہ کسی کہ لگائی بھائی کرنا، کیونکہ

چغتل خوری سب سے بڑا جرم ہے، اب کہو کیا کہتے ہو؟“

وہ کچھ نہ بولا اور چپ چاپ چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

### سلیمان بن عبد الملک

ایک شخص سلیمان بن عبد الملک کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس سے کچھ راز کی باتیں

کرنے کی اجازت چاہی اور کہنے لگا:

”یا امیر المومنین میں آپ سے ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں مگر اندیشہ ہے کہ آپ اسے

ناپسند کریں گے، لیکن اگر اسے مان لیں تو آپ کیلئے خوشی ہی خوشی ہے۔“

سلیمان نے کہا: ”کہو کیا کہتے ہو؟“

وہ کہنے لگا:

”یا امیر المؤمنین آپ کو ایسے لوگوں نے گھیر رکھا ہے جو آپ کی دنیا اپنے دین کے عوض خرید رہے ہیں، آپ کی رضامندی حاصل کرتے ہیں، لیکن خدا کو خفا کر کے، وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ سے ڈرتے ہیں، لیکن آپ کے معاملہ میں خدا سے نہیں ڈرتے، ایسے لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرا کیجئے۔ نہ ان کی باتیں مانا کیجئے، یہ لوگ امت کے دشمن ہیں، امانت کے ضائع کرنے والے ہیں یہ لوگ لوگوں کی آبرو اور جان کے گاہک ہیں، یہ لوگ جعل ساز اور چغل خور ہیں، ان کا ذریعہ معاش صرف غیبت اور چرب زبانی ہے۔ لیکن یاد رہے ان کے جرائم کی ذمہ داری، اور مسؤلیت آپ کی گردن پر ہے، اور یہ لوگ آپ کے جرائم سے بری الذمہ ہیں۔ لہذا میری التجا ہے کہ آپ آخرت کا سودا کر کے اپنی دنیا بنانے کی کوشش نہ کیجئے، اس شخص سے بڑھ کر بددیانت اور غبن کرنے والا کوئی شخص نہیں جو دوسرے کی دنیا کیلئے اپنی عاقبت بیچ دے۔“

سلیمان یہ باتیں سنتا رہا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

### اچھا جواب

مشہور برکی وزیر یحییٰ بن خالد سے ایک شخص نے کہا:

”فلاں تاجر کا انتقال ہو گیا، وہ اپنے پیچھے ایک خوبصورت لونڈی، ایک دودھ پیتا بچہ، اور بہت سی دولت چھوڑ گیا ہے، ان سب تمام چیزوں کا مستحق آپ سے زیادہ اور کوئی نہیں۔“

یہ ساری کتھاسن کر یحییٰ نے جواب دیا:

”مرنے والے پر خدا رحم کرے، اس کی لونڈی کو عقیقہ اور پاک دامن رکھے، اور اس کی حفاظت کرے، بچہ کو پروان چڑھائے، اور اچھا نصیب دے، دولت کو خدا اور زیادہ بڑھائے، اور ترقی دے اور جس شخص نے یہ لگائی بھائی کی ہے اس پر اپنی لعنت بھیجے۔“

☆.....☆.....☆

## برائے انجام

حکایت ہے: ایک شخص نے اپنا ایک غلام فروخت کیا، جب بیچنے لگا تو خریدنے والے سے کہا:

”اس غلام میں کوئی عیب نہیں، لیکن ایک برائی ضرور ہے۔“

مشتری نے کہا: ”وہ کون سا عیب ہے۔“

بیچنے والے نے کہا: ”لگائی، بھائی۔“

مشتری نے جواب دیا: ”کوئی ہرج نہیں میں اس کی لگائی بھائی میں کبھی نہیں آؤں گا۔“

کچھ عرصہ تک یہ غلام اپنے نئے آقا کے پاس شائستگی کی زندگی بسر کرتا رہا، ایک روز وہ

اپنے مالک کے پاس آیا اور اس سے بہت رازدارانہ انداز میں گویا ہوا:

”آپ کی بیوی آپ کو قتل کر کے دوسرے آدمی سے شادی کرنے کی فکر میں ہے۔“

آقا نے پوچھا:

”تم نے کیسے جانا؟“

غلام نے جواب دیا: ”آپ پر خود ہی ظاہر ہو جائے گا، کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ

تھوڑا سا انتظار کر لیجئے۔“

پھر وہ غلام اپنے آقا کی بیوی کے پاس آیا اور بڑے رازدارانہ لہجہ میں اس سے کہنے لگا:

”آپ کے شوہر آپ کو طلاق دینے پر تلے بیٹھے ہیں، اور ایک دوسری عورت سے شادی

کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں، کیا میں کوئی ٹونا ٹونا نکالتا ہوں؟ تاکہ آپ ان کی محبت سے

حاصل کر سکیں۔“

وہ کہنے لگی:

”ہاں اگر تم نے یہ کیا تو میں تمہیں بہت سا انعام دوں گی۔“

غلام نے کہا:

”ایسا کیجئے، ان کی ڈاڑھی کے نیچے کے بال، تین مجھے لاد دیجئے۔“

رات کو بیوی نے شوہر کے بال نوچنے کی کوشش کی، وہ تلواریسونت کر کھڑا ہو گیا۔ اسے یقین ہو گیا، غام نے اس کے بارے میں جو کچھ اس سے کہا تھا سچ کہا، لہذا اس نے قتل کر دیا، یہ بے دہ بیوی کے بھائیوں کو ملی، وہ لوگ دوڑے دوڑے آئے انہوں نے شوہر کو قتل کر دیا۔

☆.....☆.....☆

## چنغل خور

ایک چنغل خور نے مشہور کاتب ابن مقلہ کی شکایت ایران شاہی تک پہنچائی یہ شخص نہایت حسین و جمیل اور پاکیزہ خط کا مالک تھا، لیکن جب بادشاہ کو اس کی غداری کا یقین دلا دیا گیا۔ تو اس نے حکم دیا، "اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا جائے"۔ چنانچہ اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

جب ابن مقلہ اس مجبوری اور بے کسی کی حالت میں گھر بیٹھ رہا تو اس کے وہ دوست جو بڑے بڑے دعوے کرتے تھے، بے وفا ثابت ہوئے، کوئی اس کی بات پوچھنے بھی نہ آیا، وہ خاموشی کے ساتھ یہ غم بھی سہ گیا، کچھ دنوں بعد بادشاہ کو معلوم ہوا، کہ اس تک جو شکایت پہنچائی گئی تھی، وہ بالکل غلط تھی اس نے چنغل خور کو بلوایا اور اسے قتل کر دیا، ابن مقلہ کو بلا کر پھر اسے وزارت کے منصب پر مامور کر دیا۔

جب اس کے دوستوں اور عزیزوں نے یہ سیکھا کہ پھر دولت و حشمت اس کی بھر کا ب ہے تو اس کے پاس آئے، اسے مبارکباد دی اور اپنی بے رخی پر عذرت کرنے لگے۔ جواب میں اس نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا:

"پند ہی روز میں دنیا کی حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی۔"

ابن مقلہ زندگی بھر لٹے ہاتھ سے لکھتا رہا، اور اب بھی اس کے خط کی وہی شان تھی جب وہ سیدھے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا۔

☆.....☆.....☆

## غیبت

ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، کسی امر کے بارے میں فتویٰ پوچھا اور رخصت ہو گئی، جب وہ باپ کی تو حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا:

”یا رسول اللہ! یہ کتنی وتاہ قامت ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

”خبردار غیبت نہ کرنا۔“

حضرت عائشہؓ بولیں:

یا رسول اللہ! میں نے اس کیلئے وہی بات کہی جو واقعی اس میں ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

”ہاں! اگر تم غیر واقعی بات کہتیں تو وہ بہتان ہوتا۔“

”یعنی بہتان وہ ہے جو خلاف واقعہ ہو، اور غیبت کی تعریف یہ کہ امر واقعہ بھی اگر اس میں

عیب کا کوئی پہلو نکلتا ہو تو اسے انسان کے پس پشت بیان کرنا۔“



## پڑوسی کے حقوق

مشورہ کے فائدے، ثبات واستقامت

### امام ابوحنیفہؒ اور ان کا پڑوسی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو چری موزے بنانے کا کام کرتا تھا، دن بھر بازار میں اپنا کام کیا کرتا تھا۔ جب رات ہوتی تھی تو گوشت مچھلی اور شراب سے لدا پھندا گھر واپس آتا تھا، اس کے بعد گوشت کے پکانے اور مچھلی کے بھوننے میں لگ جاتا تھا پھر خوب کھانا پیتا تھا اور شراب کے جام چڑھانے لگ جاتا تھا، جب نشہ میں زیادہ بدست ہوتا تو مختلف قسم کے اشعار زور زور سے گانے لگتا اور جب گاتے گاتے تھک جاتا تو سو رہتا۔

امام ابوحنیفہؒ ساری رات عبادت و ریاضت میں بسر کرتے، وہ رات بھر اس کی چیخ و پکار سنتے تھے اور خاموش رہتے تھے، ایک روز ان کے کانوں میں اس کی آواز نہیں آئی، صبح کو انہوں نے دریافت کیا:

”کیا بات ہے، آج ہمارے پڑوسی کے یہاں سناٹا رہا؟“

امام صاحب کو بتایا گیا کہ وہ رات گرفتار کر لیا گیا، اب وہ محبوس ہے یہ سن کر آپ نے نماز فجر ختم کی پھر خچر پر سوار ہوئے اور حاکم کے دروازے پر جا کر دم لیا، حاکم کو جب اطلاع ملی کہ امام صاحب تشریف لارہے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ امام صاحب کو اندر تک سواری پر آنے دو۔ جب وہ فرش کے قریب پہنچے تو حاکم نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور مسند پر اپنی جگہ انہیں بٹھایا اور پھر بڑے ادب سے پوچھا:

”میرےائق کوئی خدمت؟“



امام صاحب نے فرمایا:

”میرا ایک پڑوسی ہے تمہارے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا ہے، میں چاہتا ہوں اسے رہا کر دو۔“

حاکم نے کہا:

”بسر و چشم اور صرف وہی نہیں، آپ کی تشریف آوری کے اعزاز میں جتنے لوگ اس رات کو گرفتار ہوئے ہیں سب کو رہا کئے دیتا ہوں۔“

پھر حاکم کے حکم کے مطابق تمام لوگ جو اس رات کو گرفتار کئے گئے تھے، رہا کر دیئے گئے۔ اور اپنے اپنے گھر خوش خوش پہنچ گئے۔

امام صاحب واپس تشریف لائے پیچھے پیچھے آپ کا پڑوسی بھی تھا، جب وہ اپنے دروازے پر پہنچا تو امام صاحب نے اس سے فرمایا:

”تمہیں کھو کر ہم نے بڑی تکلیف اٹھائی۔“

وہ کہنے لگا:

”آپ نے میری حفاظت کی، میری رکھوالی کی، خدا آپ کو جزائے خیر دے، آپ کے پڑوس سے مجھے کتنا فائدہ پہنچا، خدا کی قسم آج کے بعد میں شراب کا ایک قطرہ بھی نہیں پیوں گا۔۔۔۔۔ وہ پڑوسی اپنی توبہ پر آخر وقت تک قائم رہا اور پھر کبھی نہ اس نے شراب پی اور نہ غل شور مچایا۔“

☆.....☆.....☆

## سعید بن عاص

سعید بن عاص کے پڑوس میں محمد بن جہم رہتے تھے، ایک مرتبہ کسی ضرورت سے مجبور ہو کر اپنا مکان پچاس ہزار درہم میں انہوں نے بیچنا چاہا، خریدار جب آئے تو ان سے محمد نے پوچھا:

”یہ تو بتاؤ مکان کے علاوہ تم سعید کے پڑوسی بن جانے کی قیمت مجھے کیا دو گے؟“

خریداروں نے کہا: ”کہیں پڑوس بھی بکتا ہے؟“

محمد نے جواب دیا:

”کیوں نہیں بکتا، بکتا ہے اور گراں قیمت پر بکتا ہے، تم جانتے نہیں سعید کے پڑوسی ہونے کا مطلب کیا ہے، جب مانگو گے پاؤ گے، پُپ رہو گے وہ خود پیش قدمی کر کے تمہاری جیب بھر دے گا، برائی سے پیش آؤ گے، وہ احسان کرے گا..... یہ خبر کہیں سعید کو پہنچ گئی، انہوں نے فوراً ایک لاکھ درم محمد کو بھیجے اور کہا یا اپنا مکان فروخت مت کرو، اسی میں رہو۔“



## حَسَنِ سَلُوك

ایک شخص ابن عبید اللہ کے پڑوس میں رہتا تھا، عراق میں جب قحط پڑا، اور حالت زیادہ نازک ہو گئی، اور وہاں کے اکثر باشندے ادھر ادھر منتشر ہو گئے، ابن عبید اللہ کا پڑوسی بھی کہیں اور جانے کیلئے رخت سنباندھنے لگا، اس کی بیوی بیمار تھی اور سفر کی قدرت نہیں رکھتی تھی اس نے جو اپنے شوہر کو سفر کی تیاریاں کرتے دیکھا تو کہا:

”تم جا رہے ہو تمہارے پیچھے گھر کے مصارف کیسے پورے ہوں گے؟“

شوہر نے جواب دیا:

”ابن عبید اللہ پر میری کافی رقم قرض ہے، میرے پاس اس کی لکھی ہوئی دستاویز بھی ہے، وہ دستاویز مجھ سے لے لو، جب اس کے پاس جاؤ گی وہ دستاویز پڑھے گا تو اس رقم میں سے تمہیں حسب ضرورت مصارف بھر کی رقم دینا شروع کر دے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے ایک رقعہ اپنی بیوی کے ہاتھ میں رکھا، اور خود جدمنہ اٹھ اچلا گیا۔ دوسرے روز اس آدمی کی بیوی ابن عبید اللہ کے پاس پہنچی۔ شوہر نے جو باتیں کہی تھیں وہ دہرائیں، اس کے سفر پر جانے کی اطلاع دی، اور وہ رقعہ یا دستاویز پیش کرتے ہوئے کچھ رقم کا مطالبہ کیا ابن عبید اللہ نے وہ رقعہ جو پڑھا تو اس میں صرف ایک شعر لکھا تھا:

”میری بیوی نے مجھ سے پوچھا جب تم چلے جاؤ گے تو ہماری خبر کون لے گا، میں نے

جواب دیا کیا تو ابن عبید اللہ کو نہیں جانتی؟“

رقعہ جیب میں رکھتے ہوئے ابن عبید اللہ نے کہا:

”تمہارے شوہر نے سچ کہا، واقعہ میں ان کا مقروض ہوں۔“

اور پھر ابن عبید اللہ برابر اس عورت کو جتنے روپے وہ طلب کرتی دیتا رہا، یہاں تک کہ ایک عرصہ کے بعد اس کا شوہر واپس آ گیا، عورت نے ابن عبید اللہ کی ایمانداری کی اپنے شوہر سے بہت تعریف کی، شوہر یہ باتیں چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر بیوی کے پاس سے اٹھ کر ابن عبید اللہ کے پاس گیا اور اس کے فضل و احسان کا بہت شکر یہ ادا کیا۔

☆.....☆.....☆

## اسلمی اور محلّٰب

حکایت ہے کہ: یثرب میں ایک شخص رہتا تھا۔ جس کا نام اسلمی تھا، وہ بیان کرتا تھا کہ میرے اوپر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا تھا، جن لوگوں کے روپے باقی تھے، ان کے تقاضے نے اتنی شدید صورت اختیار کر لی کہ دنیا اپنی پوری وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی، کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا میں کیا کروں اور کس طرح اس مصیبت سے نجات پاؤں، اپنے ایک گہرے اور قابل اعتماد دوست سے میں نے مشورہ کیا، اس نے رائے دی کہ عراق جا کر محلّٰب بن ابی صفرہ سے مانا چاہیے۔

میں نے اپنے اس دوست سے کہا، تم نے بڑی کٹھن راہ دکھائی میں اس پر نہیں چل سکتا، چنانچہ مشورہ کیلئے میں اپنے ایک دوسرے دوست کے پاس پہنچا، یہ بھی اپنے خلوص اور سچائی میں اس سے کم نہیں تھا۔ میری ساری رام کہانی سن کر اس نے بھی وہی رائے دی جو پہلے نے دی تھی۔ آخر میں نے سوچا کہ جب دونوں کی رائے یہی ہے تو مجھے اسی مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔

چنانچہ میں ساڈنی پر سوار ہوا اور عراق کی طرف چل کھڑا ہوا، وہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے میں محلّٰب سے ملا، میں نے اسے سلام کیا اور اس سے کہا:

”خدا امیر کو شاد و بامراد فرمائے، میں قطع مسافت کرتا ہوں یثرب سے یہاں تک آیا ہوں،

بعض دوستوں نے مجھے رائے دی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مصائب کی داستان بیان کروں اگر آپ میرے کام آجائیں تو نوازش اور اگر ایسا مناسب نہ سمجھیں تو کوئی شکایت نہیں۔

یہ سن کر محلب نے اپنے حاجب سے کہا:

”انہیں لے جاؤ اور ہمارے خزانے میں جو کچھ اور جتنا کچھ بھی ہو، سب انہیں دے دو۔“

حاجب مجھے خزانہ میں لے گیا، وہاں اتنی درم تھے، یہ سارے کے سارے مجھے مل گئے،

جب میں نے اتنی بڑی رقم اپنے قبضے اور تصرف میں دیکھی تو میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر حاجب مجھے محلب کے پاس لے گیا۔

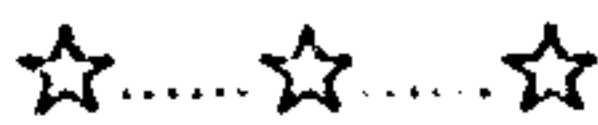
اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا:

”تمہاری ضرورت پوری ہو گئی۔“

میں نے کہا:

”اے امیر مجھے ضرورت سے بھی زیادہ مل گیا۔“

محب نے کہا: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“



## نیت کا پھل

ایک گمنے جنگل میں ایک درخت کے نیچے ایک غریب لڑکا چیخ چیخ کر رو رہا تھا، آنسو اس

کی آنکھوں سے بہ رہے تھے اور وہ روتے روتے بے حال ہو جا رہا تھا۔

اتفاقاً ایک دولت مند شخص کا جو شکار کھیلنے اس جنگل میں آیا تھا گزر رہا، اس نے لڑکے کی آواز

سنی سیدھا اس کے پاس پہنچا اس کے قریب گیا، اور اس سے پوچھا:

”تم کیوں رو رہے ہو بیٹے؟“

لڑکے نے جواب دیا: ”ایک عرصہ دراز سے میری ماں بیمار ہے، باپ نے آج صبح مجھے

شہر بھیجا کہ دو خانہ سے جا کر دو الے آؤں۔ لیکن بد قسمتی، وہ بوہ جس میں دام تھے، جیب سے

گر گیا، اسی لئے رو رہا ہوں کہ اب گھر جا کر کیا جواب دوں گا؟“  
یہ سن کر اس امیر شخص نے اپنے ساتھی شکاری سے کچھ باتیں کیں، پھر اپنی جیب سے ایک بوٹہ نکالا، جو قرمزی رنگ کا تھا، جس میں سونے کے سکے اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے، پھر لڑکے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

”یہی ہے نا وہ؟“

لڑکے نے جواب دیا: ”نہیں، یہ نہیں..... اس میں سونے کے سکے بھی نہیں تھے۔  
اب امیر نے جیب سے ایک اور بوٹہ نکالا اور کہا:

”یہ تھا تمہارا بوٹہ؟“

”ہاں یہ تھا، یہی.....!“

امیر نے بوٹہ لڑکے کو دے دیا اور کہا:

”اس کے ساتھ یہ سونے کے سکے بھی لے لو، یہ بھی تمہارے ہو گئے۔ جَزَاكَ اللهُ

شبابش۔“



## استقامت کی برکت

خلیفہ ہارون رشید کے ایک محرم اسرار اور معتمد شخص کا جو شاہی محل میں ایک اونچے منصب پر مامور تھا بیان ہے کہ:

ایک روز خلیفہ ہارون رشید کو اطلاع دی گئی کہ دمشق میں ایک شخص رہتا ہے جو بنو امیہ کے بقیۃ السلف میں سے ہے، اس کے پاس بے انتہا مال و منال ہے لوگ اس کی عزت و حرمت بھی کرتے ہیں، جس سے جو بات کہہ دیتا ہے، کسی کو مجال انکار نہیں ہوتی، اس کی کئی اولادیں اور بہت سے غلام ہیں، اس کے حامیوں کا بھی بہت بڑا گروہ ہے، یہ لوگ گھوڑوں پر سواری کرتے ہیں اور ہر دم مسلح اور ہتھیار بند رہتے ہیں، رفتہ رفتہ ان کی قوت و طاقت بڑھتی جاتی ہے اور یہ بات خطرہ سے خالی نہیں۔

رشید کو یہ باتیں بہت گراں گزریں اس نے مجھے بلایا اور کہا:  
 ”میں نے ایک کام کیلئے تجھے بلایا ہے، وہ کام ایسا اہم ہے کہ اسی سوچ میں رات بھر مجھے  
 نیند نہیں آئی۔“

اور یہ کہہ کر خلیفہ نے وہ ساری داستان سنا ڈالی، جو ابھی اوپر میں بیان کر آیا ہوں اور اس  
 کے بعد خلیفہ نے کہا:

”تمہارے سامان سفر کی تیاری کامیں نے حکم دے دیا ہے، جس چیز کی تمہیں ضرورت  
 اٹھائے سفر میں ہو سکتی ہے وہ تیار ملے گی، زائد راہ بھی، نفقہ بھی، گھوڑے بھی..... بس اب تم فوراً  
 یہاں سے نکل جاؤ۔ اپنے ساتھ ایک سو غلاموں کا دستہ لو، اور ہاں دیکھو، یہ دو خط ہیں، ان میں  
 سے ایک تو اموی کو دے دینا جس کامیں نے ذکر کیا تھا اور جس کیلئے تجھے دمشق بھیج رہا ہوں  
 میرا خط پڑھ کر اگر وہ اطاعت کا اظہار کرے تو اسے میرے پاس لے آنا، اور اگر سرکشی کرے تو  
 دوسرا خط دمشق کے حاکم اعلیٰ سے ملنا، تاکہ وہ تیری مدد کرے۔ پھر اس اموی کو ذلیل اور  
 سرنگوں کر کے میرے پاس لانا، اس معاملہ میں کسی پر اعتماد نہ کرنا، یہاں تک کہ اسے میرے  
 پاس پہنچا دینا، جب اس گھر میں جانا تو سارے گھر کو، اور گھر والوں کو اچھی طرح پہچان لینا  
 دیکھ لینا وہاں کون کون ہے؟ کیا کیا ہے؟ اس کے اہل و عیال کتنے ہیں؟ غلام اور ممالیک کتنے  
 ہیں؟ متعلقین اور وابستگان دامن کی تعداد کیا ہے؟ اور یہ کون لوگ ہیں؟ اس کے مال و دولت  
 کا کیا حساب ہے؟ وہ جو کچھ کہے اس کا ایک ایک حرف یاد رکھنا۔ کوئی بات خبردار فراموش نہ  
 ہونے پائے۔ ہر بات اور ہر قول کو گرفت میں لے لینا۔“

خلیفہ کی یہ باتیں سکر میں سیدھا وہاں سے اٹھا، باہر آیا تو سامان سفر تیار تھا، فوراً دمشق کی  
 طرف چل کھڑا ہوا، اور بالآخر طے مسافت کرتا ہوا ایک روز دمشق پہنچ گیا، وہاں پہنچنے کے بعد  
 سب سے پہلے میں نے ارادہ یہ کیا کہ مجھے اموی کے گھر چلنا چاہیے، چنانچہ میں اس کے گھر  
 میں بلا اجازت کے داخل ہو گیا، جب میں صحن میں پہنچا، تو میں نے دیکھا بہت سے لوگ بیٹھے  
 ہیں۔ مجھے دیکھ کر یہ لوگ میری طرف بڑھے، میرا استقبال کیا اور دریافت کیا:

”آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لارہے ہیں؟ اور آنے کا مقصد کیا ہے؟“

میں نے کہا:

”میں بغداد سے آرہا ہوں، خلیفہ ہارون رشید کا ایلچی ہوں، صاحب خانہ سے ملنا چاہتا ہوں، جو کچھ کہنا ہے ان ہی سے کہوں گا، بتائیے وہ کہاں ہیں؟.....“

لوگوں نے جواب دیا:

”حمام میں ہیں۔“ تھوڑی دیر میں برآمد ہوں گے۔

ان میں سے بعض لوگ اموی کو میری اطلاع کرنے چلے گئے اور میں اطمینان سے گھر کے ماحول پر نظر ڈالنے اور اسے پرکھنے لگا، میرے پہنچنے سے گھر والوں میں ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی، میں بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا، مگر صاحب خانہ برآمد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہیں وہ شخص چھپ تو نہیں رہا؟

لیکن کچھ عرصے کے بعد میں نے ایک بوڑھے شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ حمام کے آثار اس کے بدن سے ہویدا تھے، میں سمجھ گیا صاحب خانہ یہی ہے۔ اس نے مجھے اشارہ سے سلام کیا، پھر مجھ سے اخلاق کے ساتھ کہا:

”بیٹھے تشریف لائیے۔“

میں بیٹھ گیا۔

پھر اس اموی نے مجھ سے پوچھا:

”امیر المؤمنین کے بارے میں کچھ فرمائیے۔“

میں نے جو واقعہ تھا وہ صاف صاف بیان کر دیا، اتنے میں دو غلام، فوا کہات کا ایک طباق

لے کر آئے، صاحب خانہ نے کہا:

”آئیے کچھ تناول فرمائیے۔“

میں نے کہا: ”اس وقت مجھے ذرا بھی اشتہا نہیں ہے، معاف کیجئے۔“

وہ خاموش ہو گیا، اس نے پھر کوئی اصرار نہیں کیا، اور خاموشی کے ساتھ اپنے ندیموں اور

مصاحبوں کے ساتھ کھانے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ دھوئے اور حکم دیا:

”دستر خوان بچھے، کھانا لایا جائے۔“

نہایت پر تکلف دسترخوان بچھا، اور طرح طرح کے لذیذ کھانے فوراً جن دیئے گئے، خلیفہ ہارون رشید کے سوا ایسا ماندہ فاخرہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھا تھا دسترخوان پر جو کھانے چنے گئے تھے۔ وہ بھی نہایت لاجواب تھے، جب دسترخوان بچھ گیا، انوی نے مجھ سے کہا:

”آئیے، کھائیے۔“

میں نے کہا: ”ذرا بھی بھوک نہیں ہے، معافی چاہتا ہوں۔“

اس نے دوبارہ اصرار نہیں کیا اور اپنے ندیموں اور مصاحبوں کے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گیا۔

میرے ساتھ جو غلام آئے تھے، میرے داخلہ کے بعد اموی کے غلام انہیں دوسرے گھر میں لے گئے، میرے ساتھ صرف پانچ غلام باقی رہ گئے جو میرے پاس دست بستہ اور مؤدب کھڑے تھے میں نے اپنے دل میں کہا:

”یہ تو بہت ڈراؤنا آدمی معلوم ہوتا ہے، اگر مجھ پر سختی کرے تو میں مدافعت بھی نہیں کر سکتا، اور جو غلام میرے ساتھ ہیں، وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے اگر میں اس کی سرکشی کی صورت میں اس پر زیادتی اور زبردستی کرنا چاہتا ہوں تو بھی نہیں کر سکتا.....“

میں یہ باتیں سوچ رہا تھا، اور اموی کی طرف دیکھ رہا تھا، اب میں نے محسوس کیا یہ شخص میری توہین بھی کر رہا ہے بلکہ رفتہ رفتہ جد سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ میرا نام اسی طرح لے کر پکار رہا ہے، جس طرح خود خلیفہ مجھے پکارتا ہے، لیکن کہاں وہ اور کہاں یہ؟ اس نے مجھے کھانے اور ناشتہ پر دعوت دی میں نے انکار کر دیا۔ لیکن اس نے پروا بھی نہ کی، اور خود اطمینان سے کھانے میں مصروف ہو گیا اسے اس کی فکر بھی نہیں ہے کہ میں کیوں آیا ہوں؟ کیا چاہتا ہوں؟ کیا کر سکتا ہوں؟ یہ اس طرح مطمئن اور بے فکر ہے، جیسے اسے نہ کوئی اندیشہ ہے، نہ وسوسا، یہ بے فکر اور مطمئن بیٹھا ہے، اور میں طرح طرح کے اندیشوں اور فکروں سے گھرا ہوا ہوں۔

جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے ہاتھ دھوئے اور ظہر کی نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا، اس کی نماز میں ایک خاص قسم کا اثر اور گداز تھا، ارکان نماز بھی اس نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ پھر وہ محراب سے باہر آیا اور میری طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا:



”تم کیوں آئے ہو؟“

میں نے امیر المؤمنین کا مکتوب جیب سے نکالا اور پیش کر دیا اس نے خط ہاتھ میں لیا، مہر توڑی لقاؤ کھولا، اور پڑھنا شروع کر دیا، جب پڑھ چکا، تو اپنی اولاد کو اور اپنے حاشیہ نشینوں اور مصاحبوں کو طلب کیا۔ ان لوگوں کی بہت کافی تعداد تھی، جب وہ سب جمع ہو گئے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اب یہ میرے اور میرے آدمیوں پر حملہ آور ہوگا، جب سب جمع ہو گئے تو اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ ان سے کہا:

”یہ امیر المؤمنین کا فرمان ہے، جو میرے پاس آیا ہے، اب میرے لئے یہاں ایک منٹ بھی ٹکنا محال ہے، میں امیر المؤمنین کے پاس جاتا ہوں، لیکن تن تنہا، میرے ساتھ کوئی شخص نہیں جاسکتا۔“

پھر میری طرف مخاطب ہوا اور کہا:

”آؤ ہتھکڑیاں بیڑیاں لاؤ اور مجھے گرفتار کر لو۔“

میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا: ”گرفتار کر لو۔“

انہوں نے گرفتار کر لیا، اور اسے لے جا کر محمل میں ڈال دیا۔ میں محمل کے دوسرے حصہ میں بیٹھ گیا، اور اپنے مختصر سے قافلہ کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اموی تن تنہا اپنی محمل میں پڑا تھا۔ ہم چلتے رہے، یہاں تک کہ ہم دمشق سے باہر آ گئے، اب وہ اموی مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ یہاں تک ہم غوطہ کے باغ میں پہنچے، اس نے کہا:

”آپ نے اسے دیکھا؟“

میں نے کہا: ”ہاں دیکھا..... خوب ہے۔“

وہ بولا: ”یہ میرا ہے، اس میں ایسے ایسے درخت ہیں جو کہیں اور نہیں مل سکتے، ایسے ایسے

پودے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔“

یہاں تک کہ ہم باغ کو پار کر گئے اور وہ بدستور باتیں کرتا رہا، اب ہم لہاہاتے ہوئے کھیتوں اور سرسبز و شاداب دیہاتوں کی طرف سے گزرے، اور اب پھر وہ ایسی ہی باتیں کرنے لگا جیسی اس نے باغ سے گزرتے وقت باتیں کی تھیں۔ اس کی یہ جرأت مجھے ناگوار

گزری، میں نے کہا:

”کیا تم اسے بھول گئے، کہ امیر المؤمنین تمہیں سزا دینے کیلئے تلے ہوئے ہیں؟ انہوں نے تم میں اور تمہارے مال و دولت اور آل و اولاد میں تفرقہ کر دیا ہے۔ تم قید اور گرفتاری کی حالت میں تن تنہا ان کی طرف جا رہے ہو اور بجائے یہ سوچنے کے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا؟ مجھ سے اپنے کھیتوں اور باغوں کا ذکر کر رہے ہو؟ آخر تمہیں ہوا کیا ہے؟“

”میری باتیں سن کر وہ بولا:

”انسوس!..... میں نے تمہاری فہم و دانش کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ بالکل غلط نکلی، میں نے خیال کیا تھا، تم مردِ عاقل ہو، خلیفہ کی بارگاہ میں اس درجہ تک جو پہنچے ہو، اس میں تمہاری فہم و فراست کا بہت بڑا حصہ ہوگا، اور خلیفہ نے تمہیں عقیل و فہیم سمجھ کر یہ منصب سونپا ہوگا، لیکن اب اندازہ ہوتا ہے کہ تم میں اور ایک معمولی آدمی میں کوئی فرق نہیں، بالکل ہی نادان اور زرے بے وقوف ہو؟“

پھر وہ بولا:

”جہاں تک دمشق سے اس حال زار میں میرے نکلنے کا تعلق ہے تو اس کی مجھے ذرا بھی پروا نہیں، کیونکہ میں کسی مالی اور مادی چیز پر بھروسہ نہیں کرتا، میرا بھروسہ خدا پر ہے، صرف خدا پر۔ اس کے ہاتھ میں جس طرح میری زندگی اور عزت ہے۔ اسی طرح بالکل اسی طرح، خلیفہ وقت کی پیشانی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، چاہے گرائے چاہے سر بلند کرے، پھر یہ بات بھی ہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر میں ڈروں کیوں؟ اندیشہ کس لئے کروں؟ جب اسے صحیح حالات معلوم ہوں گے، تو وہ خود محسوس کرے گا کہ یہ حاسدوں اور دراندازوں چغل خوروں اور لگائی بھائی کرنے والوں کی شرارت اور خیانت ہے، میرا دامن بالکل پاک اور صاف ہے۔ میرے ہاتھ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سرتا پاغلط ہے دروغ اور جھوٹ ہے، صداقت اور حقیقت کا اس میں شائبہ تک نہیں، یقیناً خلیفہ صحیح حالات سے باخبر ہونے کے بعد عزت و عظمت کے ساتھ مجھے میرے اہل و عیال کی طرف واپس کر دے گا اور اگر خدا کی مرضی یہی ہو کہ مجھے گزند پہنچے اور میری موت قریب آگئی ہے، تو یہ کام خواہ خلیفہ کے ہاتھوں انجام تک

بچے یا کسی اور کے ذریعہ، بہر حال ہو کر رہے گا۔ کسی طرح رک نہیں سکتا۔ خدا سے ہر حالت میں میرا رشتہ قائم رہے گا کہ وہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، وہی زندگی عطا فرماتا ہے، وہی موت کا بلاوا بھیجتا ہے۔“

پھر وہ اموی کہنے لگا: ”میرا خیال تھا، تم یہ باتیں سمجھتے اور جانتے ہو گے، لیکن خلاف امید میں نے تمہیں نادان اور جاہل پایا۔ لہذا میں اب تم سے بالکل بات نہیں کروں گا، ایک حرف بھی نہیں، یہاں تک کہ ہم امیر المؤمنین کے حضور میں پہنچ لیں، اور وہ اپنا فیصلہ صادر کر دیں۔“

پھر وہ اموی میری طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا، پھر بغداد تک میرے کانوں نے اس سے جو کچھ سنا وہ تسبیح و تہلیل کے سوا کچھ نہ تھا۔

یہاں تک کہ ہم دارالسلام بغداد میں داخل ہوئے، میں اسے لے کر سیدھا خلیفہ کے حضور میں پہنچا، خلیفہ نے کہا:

”کیا کر آئے۔“

میں نے جواب میں ساری رام کہانی از اول تا آخر سنا ڈالی، ناشتہ کی کہانی کھانے کی روئیداد، دسترخوان کا حال، باغ و بستان کی کیفیت، لہلہاتے ہوئے کھیتوں، اور سرسبز و شاداب دیہاتوں کا ذکر، سب ہی میں نے سنا ڈالا، اور پھر حمل کے اندر جو باتیں اس نے میرے بارے میں کی تھیں اور اپنی پاک دامانی کا جس طرح اظہار کیا تھا اور باقی سارا وقت جس طرح تسبیح و تہلیل میں گزارا تھا، سارا ماجرا میں نے خلیفہ کو سنا ڈالا، خلیفہ کا چہرہ کبھی غصہ سے سرخ ہو جاتا تھا کبھی مسرت کی شگفتگی پیدا ہو جاتی۔ جب وہ سن چکا تو بولا:

”خدا کی قسم اس شخص کا جرم اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ محسود ہے، کچھ لوگ اس کے مال و دولت سے حسد کرتے ہیں، اس لئے تہمت لگاتے ہیں، مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں نے اسے اتنی تکلیف دی اور ایذا پہنچائی..... جا جلدی سے اسے ہتھکڑی بیڑی سے آزاد کر، اور میرے حضور میں پیش کر۔“

میں باہر نکلا، اموی کو قیدگراں سے آزاد کیا، اور خلیفہ کے حضور میں اسے لے کر پہنچا میں نے دیکھا، امیر المؤمنین کے چہرے پر ندامت کا پسینہ موجود تھا۔

”اموی خلیفہ کے قریب پہنچا، اسے سلام کیا، خلیفہ نے بڑے تکلف و اخلاق سے سلام کا جواب دیا، پھر حکم دیا:  
”بیٹھو!“

وہ بیٹھ گیا اور خلیفہ اس سے حالات دریافت کرتا رہا، اور وہ اموی بڑے اچھے طریقہ سے تمام سوالات کا جواب دیتا رہا۔ پھر خلیفہ نے اس سے کہا:

”ہم نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، ہمارا جی چاہا کہ تم سے ملیں، تم پر احسان کریں، بتاؤ کیا مانگتے ہو؟ کوئی آرزو ہو تو پیش کرو۔“

اموی نے کہا: ”آپ کے اس لطف و احسان کا زندگی بھر سپاس گزار رہوں گا، میری دعا ہے خدا آپ کو عزت اور زندگی کو دوام عطا فرمائے۔“

خلیفہ نے کہا: ”لیکن کوئی حاجت؟“

وہ بولا: ”جی ہاں، صرف ایک۔“

خلیفہ نے کہا: ”ضرور پوری کی جائے گی، بتاؤ وہ حاجت کیا ہے؟“

وہ کہنے لگا: ”مجھے میرے شہر میں، میرے اہل و عیال کے پاس واپس کر دیجئے۔“

خلیفہ نے کہا: ”یہ ہو جائے گا،... لیکن ضروریات حیات کے سلسلہ میں جس چیز کی

حاجت ہو وہ بھی تو مانگو، ہم دیں گے۔“

اموی نے کہا: ”آپ کی سرپرستی اور انصاف نے مجھے مستغنی کر دیا ہے۔ امیر المؤمنین

کے زیر سایہ مجھے ہر سہولت حاصل ہے۔“

خلیفہ نے اسے اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس کر دیا۔ (بحر الادب)

## طمع و قناعت

### قناعت کی شان

ایک دفعہ داؤد طائی فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے، تانِ شبینہ کا سہارا بھی جاتا رہا، اسی دوران میں حماد بن ابی حنیفہ اپنے والد کے ترکہ میں سے چار سو درم لے کر آئے، اور موصوف کی خدمت میں پیش کئے۔

داؤد نے حماد سے کہا:

”اگر پہلے کبھی میں نے کسی سے کچھ لیا ہوتا، تو بلاشبہ آپ کا عطیہ ضرور مرحوم کی تعظیم اور موجود کی تکریم کے پیش نظر قبول کر لیتا، لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قناعت کے ساتھ عزت اور رواداری کی زندگی بسر کروں۔“



### عجیب و غریب نسخہ!

ایک صوفی کی روایت ہے کہ:

”میں بادیہ پیمایہ کرتا، ادھر ادھر کے چلر کاٹنا ایک شہر میں پہنچا، دیکھا ایک طبیب کے دروازے پر مریضوں کا ٹھٹھہ کا ٹھٹھہ لگا ہے وہ بیچ میں بیٹھا ہے اور مریض اسے گھیرے ہیں، وہ ہر ایک کی نبض دیکھتا ہے، حال سنتا ہے نسخہ لکھتا ہے، اور رخصت کر دیتا ہے، لیکن مریضوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ایک جگہ لے کر دو آدمی پہنچ جاتے ہیں۔ میں بھی انہی مریضوں میں گھل مل کر بیٹھ گیا، جب میری باری آتی تو میں نے طبیب سے کہا:

”خدا آپ پر رحم کرے۔ میرا روگ کسی طرح دور کر دیجئے۔“

طبیب نے قدرے مڑ کر مجھے دیکھا۔ اور یہ نسخہ استعمال کرنے کی ہدایت کی:

”فتر کی شبزیاں، صبر کی چٹیاں، تواضع کے پھول، ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے، یقین (ایمان) کے برتن میں ڈالو، پھر اس مجموعہ پر زندگی کا پانی چھڑکو، اور اس کے نیچے حزن کی آگ لگاؤ، پھر رنسا کے جام میں توکل کی شراب انڈیلو، صدق کی ہتھیلی پر جام رکھو، اور استغفار کے پیالہ میں سب چیزیں ڈال کر پی جاؤ۔ اس کے بعد خوفِ خدا کے پانی سے مضمّنہ (منہ میں پانی ڈالنا، کئی کرتا) کرو، اور اپنے نفس کو حرص و طمع کے حملوں سے محفوظ رکھو۔ بس اس نسخے کے استعمال کے بعد خدا نے چاہا تو تمہارا سارا روگ جاتا رہے گا۔“

☆.....☆.....☆

### کنجوس سے سوال

مدینہ کے سب سے بڑے طمّاع شخص اشعب بن جبیر سے جو حضرت عبداللہ بن الزبیر کے غلام تھے اور جن کی کنیت ابو العلاء تھی، پوچھا گیا:

”تمہاری طمع اور حرص کی شدت کا کیا عالم ہے؟“

جواب دیا: ”جب کسی جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے لوگوں میں سے دو آدمیوں کی آپس میں کانا پھوسی کرتے دیکھتا ہوں تو مجھے گمان ہوتا مرنے والا ضرور اپنے مال میں سے میرے لئے کچھ وصیت کر گیا ہے۔ اسی طرح جب کسی شخص کو جیب میں ہاتھ ڈالتے دیکھتا ہوں تو گمان ہوتا ہے، یہ اب مجھے کچھ نہ کچھ ضرور دے گا۔“

☆.....☆.....☆

### بہت بڑا پیٹو!

روایت ہے کہ ایک پیٹو شخص کسی کلیسا میں پہنچا، وہاں کے راہب نے اس کی خاطر داشت کی، اخلاق و مدارات کی باتیں کیں پھر بڑے نیاز مندانہ لہجہ میں کہا:

”کھانا تناول فرما لیجئے حاضر ہے۔“

پیٹو نے جواب دیا:

”کچھ ایسی بھوک تو نہیں، لیکن لائے کھالوں گا، کچھ نہ کچھ۔“

راہب جلدی سے اندر گیا اور بہت سی روٹیاں لا کر سامنے رکھ دیں، پھر دوبارہ وہ دال لینے چلا گیا، دال لے کر جب آیا تو پیٹو صاحب روٹیاں ختم کر چکے تھے، دال رکھ کر وہ روٹیاں لینے دوبارہ گیا، جب واپس آیا تو دال کا صفایا ہو چکا تھا، اب روٹیاں رکھ کر وہ پھر دال لینے گیا، واپس آ کر دیکھتا کیا ہے کہ ساری روٹیاں غائب، آخر پھر دال رکھ کر وہ روٹیاں لینے چلا گیا، اور جب واپس آیا تو دال ختم ہو چکی تھی۔

یہی واقعہ یعنی روٹی لانے تک دال ختم ہونے اور دال لانے تک روٹی ختم ہونے کا دس مرتبہ گزرا، آخر راہب بیچارے سے نہ رہا گیا، اس نے سوال کیا:

”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“

پیٹو نے جواب دیا: ”رے تک“

”راہب نے پوچھا: ”سفر کا مقصد؟“

پیٹو نے کہا: ”مجھے معلوم ہوا ہے وہاں ایک کامل طبیب رہتا ہے، اس سے اصلاحِ معدہ کی دوا لوں گا تاکہ بھوک کھل کر لگنے لگے۔ آج کل نہ بھوک کھل کے لگتی ہے نہ کچھ کھایا جاتا ہے۔“

راہب نے کہا: ”میری ایک درخواست ہے۔“

”وہ کیا؟“

”جب آپ کا معدہ کام کرنے لگے تو مہربانی کر کے دوبارہ یہاں قدم رنج نہ فرمائیے گا۔“

☆.....☆.....☆

## طلب دنیا کا انجام

ایک مرتبہ تین دوست ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے، راہ چلتے چلتے انہیں ایک جگہ خزانہ نظر آیا، تینوں نے جلدی سے اس پر قبضہ کر لیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ہے۔ ان دوستوں نے آپس میں کہا:

”ہم سب بھوکے ہیں، ہم میں سے ایک شخص بازار چلا جائے اور کھانا خرید لائے۔ تاکہ

ہم سب شکم سیر ہو کر کھائیں۔“

چنانچہ تینوں میں سے ایک شخص کھانا خریدنے کیلئے چلا گیا راستے میں اس نے سوچا، کھانے میں اگر زہر بلا مل ملا دوں تو دونوں ساتھی ہلاک ہو جائیں گے اور سارا خزانہ میری ملکیت بن جائے گا۔ آخر اس نے ایسا ہی کیا، کھانے کے ساتھ زہر بھی خرید لیا اور اس میں ملا دیا۔

اس کی عدم موجودگی میں باقی دونوں ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ جب وہ کھانا لے کر آئے تو اسے قتل کر دیا جائے اور سارا کا سارا خزانہ ہم دونوں آپس میں تقسیم کر لیں۔ اس رائے پر اتفاق ہو گیا۔

وہ کھانا لے کر آیا، یہ دونوں دوست اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا پھر اطمینان سے دونوں نے زہر ملا ہوا کھانا کھایا، اور کھاتے ہی زہر کے اثر سے ہلاک ہو گئے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ”تم نے دیکھا، یہ تینوں کے تینوں کس طرح دنیا کی طلب میں ہلاک ہوئے؟ افسوس ہے ان لوگوں پر جو دنیا کے پیچھے پڑے ہیں۔“ (المسیر المسیوک)

☆...☆...☆

## چاہ گن را چاہ در پیش

ایک بدو کسی طرح خلیفہ معتمد بالله کے دربار میں باریاب ہو گیا، خلیفہ کو وہ کچھ ایسا پسند آیا، کہ اس نے بدوی کو اپنا مناصب اور ندیم بنا لیا، ہر دم اسے اپنے پاس رکھتا، اس سے باتیں کرتا، اس کی باتیں سنتا، خصوصیت اتنی بڑھ گئی کہ اسے اجازت مل گئی کہ وہ جب چاہے بغیر کسی پوچھ پچھ کے حریم خلافت میں باریاب ہو سکتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ روک ٹوک کر سکے۔

معتمد کے ایک وزیر نے اس بدوی کی یہ سرفرازی جو دیکھی تو دل میں جل گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا یہ شخص تو بڑے مزے میں رہا چنگ لگی نہ پھٹکری رنگ چوکھا آیا، خلیفہ سے انعام و اکرام کے سلسلے میں بھی کافی رقم ایٹھ لیتا ہے اور درماہہ و منصب کے نام سے بھی، کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے کہ اس اجدگنوار کا پتہ کاٹا جائے اور اسے خلیفہ کے دربار سے حقیر و ذلیل



کر کے بیک بنی و دو گوش نکلوایا جائے۔

یہ سوچ کر اس نے بدو سے رسم و راہ بڑھائی اور یارانہ پیدا کر لیا، وہ اس سے بہت زیادہ لطف اور خلوص کا برتاؤ ظاہر کرنے لگا۔ تاکہ بدو اسے اپنا سب سے بڑا مخلص دوست سمجھنے لگے، کبھی اس کی دعوتیں کرتا، کبھی اسے گانا سنواتا، کبھی اسے اپنے ساتھ سیر و تفریح میں شریک کر لیتا، آخر رفتہ رفتہ اس نے بدو کا اعتماد حاصل کر لیا اور وہ اسے واقعی اپنا مخلص دوست سمجھنے لگا۔ ایک روز وزیر نے بدو کی دعوت کی اور اس کیلئے طرح طرح کے لذیذ اور مرغین کھانے پکوائے، لیکن ان کھانوں میں اس نے باورچی کو تاکید کر کے لہسن بہت زیادہ ڈلوایا، کھانے کے بعد وزیر نے بدو سے کہا:

”کہو کھانا پسند آیا؟“

”جی ہاں بہت زیادہ۔“

وزیر نے کہا: ”لیکن آج خلیفہ سے دور ہی رہنا ذرا؟“

”یہ کیوں؟“

”اس لئے کہ خلیفہ کو لہسن کی بو سے سخت نفرت ہے اور تمہارے منہ سے لہسن کی بو آرہی ہے۔“

دعوت ختم ہونے کے بعد بدو کی چلا گیا، اور وزیر سیدھا خلیفہ کے پاس پہنچا اس وقت بدو خلیفہ کے پاس موجود نہیں تھا، اس ڈر سے کہیں خلیفہ لہسن کی بو نہ سونگھ لے۔ یہ اچھا موقعہ دیکھ کر وزیر نے خلیفہ سے بدو کی خوب برائیاں کیں اور کہا:

”آج تو وہ آپ کی بہت برائیاں کر رہا تھا۔“

خلیفہ، معتمد نے حکم دیا:

”بدو فوراً حاضر کیا جائے۔“

وزیر اس اثناء میں کھسک گیا، خلیفہ نے بدو سے کہا:

”قریب آؤ۔“

وہ قریب آیا، لیکن احتیاطاً اس نے اپنی آستین منہ پر رکھ لی، کہ کہیں لہسن کی بو خلیفہ تک نہ

پہنچ جائے۔

خلیفہ نے اپنے دل میں خیال کیا، وزیر نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ یقیناً صحیح ہے، ورنہ اس پر اس وقت اتنی دہشت اور گھبراہٹ نہ ہوتی۔

خلیفہ نے اپنے ایک عامل کو ایک شہ لکھا:

”حامل ہذا کی فوراً گردن اڑادو۔“

وہ خط بدو کو دیا اور کہا:

”جاؤ اس کا جواب لے کر فوراً آؤ۔“

بدو خلیفہ سے اپنا پروانہ موت لے کر اپنی سادہ لوحی کے باعث خوشی خوشی باہر نکلا، وہاں وزیر موجود تھا اس نے جو بدو کو خوش اور بے فکر پایا سمجھ گیا، اس گنوار نے پھر خلیفہ کو اپنی باتوں سے پرچالیا ہے اس نے بدو سے دریافت کیا:

”کہاں جا رہے ہو؟“

وہ بولا: ”خلیفہ کا مکتوب لے کر فلاں عامل کے پاس جا رہا ہوں۔“

یہ سن کر وزیر کو خیال ہوا، ضرور آج پھر اس گنوار نے انعام و اکرام حاصل کیا ہے، یہ سوچ کر کہنے لگا:

”تم وہاں جانے کی زحمت کیوں اٹھاتے ہو۔ یہ لو دو ہزار درم تم اپنے گھر جاؤ، آرام کرو، میں خلیفہ کا یہ مکتوب لے کر جاتا ہوں، اور جواب لا کر خلیفہ کو دے دوں گا، سچ پوچھو تو میرا یہی کام ہے۔“

بدو رضا مند ہو گیا، اور وزیر سے دو ہزار درم لے کر ہشاش بشاش اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا، اس کے جانے کے بعد وزیر نے وہ خط لیا اور سیدھا خلیفہ کے عامل کے پاس انعام و اکرام کی طلب میں روانہ ہو گیا، اس نے جاتے ہی خلیفہ کا نامہ عامل کی خدمت میں بھیج دیا، اور عامل نے وہ نامہ پڑھتے ہی اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جو شخص باہر کھڑا جواب کا انتظار کر رہا ہے، اس کی گردن اڑادی جائے، غلام باہر آئے اور انہوں نے عامل کے حکم کی تعمیل کر دی وزیر چیختا ہی رہ گیا، میری تو سنو، مجھے دیکھو تو میں کون ہوں؟ لیکن وہاں کون سنتا تھا؟ وہ

چینٹا ہی رہ گیا، اور اس کی گردن اڑادی گئی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ کو بدوی اور وزیر کا خیال آیا، اس نے کہا:

”بدوی کا کیا ہوا؟ اور وزیر کیوں حاضر دربار نہیں ہوتا؟“

جواب دیا گیا:

”بدوی شہر میں مقیم ہے، یاد نہیں کیا گیا اس لئے حاضر نہیں ہوا، اور وزیر صاحب نہ معلوم

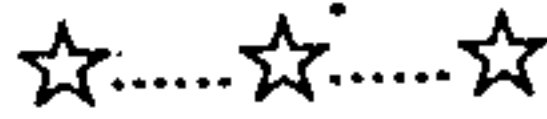
کہاں ہیں؟ پتہ نہیں؟“

یہ جواب سن کر معصوم کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے بدو کو بلایا، اس سے ماجرا پوچھا:

اس نے ساری کہانی از اول تا آخر سنا دی۔

معصوم کو جب اصل واقعہ معلوم ہوا، تو وہ وزیر کی ہلاکت سے خوش ہوا، اور بدو سے اور

زیادہ اچھا برتاؤ کرنے لگا۔



### لطیفہ

ایک بادشاہ تھا، بہت سخی اور دریا دل، اس کی سخاوت کا ڈنکا دور دور بجاتا تھا۔

ایک روز کوئی مچھیرا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے بڑی عقیدت اور امید کے ساتھ ایک مچھلی پیش کی۔ بادشاہ نے حکم دیا اسے چار ہزار درم فوراً خزانہ شاہی سے عطا کئے جائیں۔

مچھیرا یہ رقم پا کر خوشی سے پھولانہ سما یا، جیسے ہی وہ باہر گیا ملکہ نے جو بادشاہ کی اس سخاوت سے جل اٹھی تھی، بڑے تیکھے انداز میں کہا:

”اس مچھلی کی زیادہ سے زیادہ جو قیمت ہو سکتی ہے وہ ایک درم ہے، آپ نے ایک درم

چار ہزار درم دے ڈالے، اس طرح رعایا کی نظر میں آپ کی کیا وقعت رہ جائے گی؟“

بادشاہ نے ملکہ کی باتیں سنیں، مسکرایا اور کہا:

”کہتی تو ٹھیک ہو، لیکن بادشاہ کی شان کے خلاف ہے۔ کہ وہ ان کو دی ہوئی چیز واپس

لے..... بتاؤ اب کیا کیا جائے؟“

ملکہ نے جواب دیا:

”میں ایک بڑی اچھی ترکیب بتاتی ہوں، رقم کی رقم واپس مل جائے گی، اور آپ کی بات بھی رہ جائے گی۔“

بادشاہ نے کہا: ”تو بتاؤ پھر؟“

ملکہ بولی: ”مچھیرے کو بلائیے، اور اس سے پوچھیے، یہ مچھلی جو تم لائے ہو، اس کی جنس کیا ہے؟ اگر وہ کہے کہ نر ہے، تو کہیے مجھے تو مادہ چاہیے تھی، میں نہ نہیں لیتا، اگر کہے مادہ ہے، تو فرمائیے گا مجھے تو نر چاہیے، یہ اپنی مادہ واپس لے جاؤ۔“

بادشاہ ملکہ کی باتیں سن کر ہنس پڑا، اس نے کہا:

”واقعی تم نے بڑی اچھی ترکیب بتائی، میں یہی کرتا ہوں۔“

بادشاہ کے حکم سے فوراً مچھیرا بلوایا گیا، جب وہ حاضر ہوا تو بادشاہ نے وہی سوال کیا جو ملکہ

نے بتایا تھا۔

مچھیرے نے کہا:

”میرے آقا! یہ مچھلی نہ نر ہے نہ مادہ، بلکہ ٹھٹ ہے۔“

بادشاہ ہنس پڑا۔ اس نے ملکہ سے کہا:

”اس نے بڑے مزے کی بات کہی، اب لازم ہے کہ تم بھی اسے چار ہزار درم انعام دو۔“

چنانچہ ملکہ کو بھی چار ہزار درم دینا پڑے، اور مچھیرا خوش خوش یہ دولت لے کر چلا گیا۔



# ظلم و انتقام

## مومن کی فراست

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے، آپ جو استراحت تھے اور آپ ﷺ کی تلوار آپ کے پہلو میں رکھی ہوئی تھی۔ بعض اعدائے اسلام کی آپ ﷺ پر نظر پڑی، انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا، کہ وہ ترکیب سے کام لے کر آپ ﷺ کا کام تمام کر دے۔

چنانچہ وہ شخص آپ کے پاس آیا اور کہا:

”اے محمد (ﷺ)، ذرا اپنی یہ تلوار تو دکھانا۔“

آپ ﷺ نے وہ تلوار اسے مرحمت فرمادی، وہ اسے لٹنے پلٹنے لگا جب وہ ارادہ کرتا کہ حضور ﷺ پر وار کرے۔ اس کے دل میں ایسی ہیبت آپ ﷺ کی پیدا ہو جاتی کہ وہ لرزہ بر اندام ہو جاتا، آخر اس نے تلوار آپ ﷺ کو واپس کر دی اور اپنے لوگوں میں واپس آ گیا۔ ساتھیوں نے پوچھا: ”تم نے محمد ﷺ کو جیتا کیوں چھوڑا؟“

وہ بولا: ”میں مرعوب ہو گیا، مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ محمد ﷺ میں یہ ہیبت ہوگی۔“

ساتھیوں نے کہا: ”ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے..... جاؤ پھر جاؤ کسی بہانہ سے تلوار مانگو، اور اب کے بس کام تمام ہی کر آؤ۔“

آخر وہ شخص پھر حضور ﷺ کے پاس آیا، اور کہنے لگا:

”یا محمد (ﷺ) مجھے بڑا ضروری کام ہے، ذرا ایک مرتبہ پھر اپنی تلوار تو دینا۔“

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا:

”اسے پکڑ لو اور اس کی گردن مار دو۔“

وہ کہنے لگا: ”یا محمد میں نے پہلی مرتبہ جب تلوار لی تھی، تو کوئی دھوکہ یا فریب تو نہیں کیا تھا، پھر اس مرتبہ آپ اندیشہ کرنے لگے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

اس کی گردن مارو..... ”لَا يَدْعُ الْمُؤْمِنُ مِنْ حُبْرٍ مَرَّتَيْنِ“. (مومن ایک ہی ہل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا)۔

اس وقت سے آپ کا یہ قول ”ضرب المثل“ بن گیا۔

☆.....☆.....☆

## حاضر جواب باورچی

ملک ایران کا ایک بادشاہ، تھا بڑا آتش کو، اور شعلہ مزاج، اس کا ایک قرابت دار تھا، اپنے فن میں کامل اور شہرہ آفاق۔

ایک مرتبہ وہ قرابت دار بادشاہ کے سامنے کھانا چن رہا تھا، کہ کوئی چیز اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ کو جلال آ گیا، اس کی نازک مزاجی اس کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکی، بادشاہ کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر قرابت دار نے وہی ہاتھ سر پر پونچھ دیا، اب کی بادشاہ کو اور بھی زیادہ جلال آیا، اس نے حکم دیا:

”اسے سامنے لاؤ۔“

وہ مشکیں باندھ کر حاضر کیا گیا۔

بادشاہ نے کہا:

”میں جانتا ہوں، پہلی غلطی تجھ سے نادانستہ سرزد ہوئی۔ ہاتھ کانپ گیا، چیز گر پڑی، لیکن

یہ دوسری اس سے بھی بڑی غلطی کیسے سرزد ہوئی؟“

قرابت دار نے جواب دیا:

”جہاں پناہ..... میں جانتا تھا، اب میری جان نہیں بچ سکتی، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرا

ساقدم نمک خوار اتنی سی معمولی بات پر مارا جائے اور لوگ بادشاہ کو بدنام کریں کہ وہ ایسا ظالم اور ستم گر ہے کہ ذرا ذرا سی غلطیوں پر لوگوں کی جان لے لیتا ہے، لہذا میں نے پہلے سے بڑی غلطی کی تاکہ میرا جرم بھاری ہو جائے اور جس کے کان تک میرے قتل کی خبر جائے وہ یہی کہے کہ ہاں یہ قرابت دار اس سزا کا مستحق تھا، اور بادشاہ کو کوئی ظالم نہ کہہ سکے۔

بادشاہ اس لطیف معذرت سے خوش ہو گیا اور اس نے رکابدار کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ (عقد الفرید)



## منخوس کون ہے؟

ایک بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر صبح شگون لینے کا عادی تھا، اگر نیک شگون دیکھتا تو خوش رہتا تھا، اگر براد دیکھتا تو سارا دن غیظ و غضب کی حالت میں گزار دیتا تھا۔

ایک روز کیا ہوا کہ وہ صبح صبح شکار کیلئے نکلا، ایک اعرابی نظر آیا، جو مفلوک الحال، خستہ در ماندہ تھا، بادشاہ نے جو اسے دیکھا اپنے ساتھیوں سے کہا:

”اسے پکڑ لو، یہ بڑا منخوس آدمی صورت سے معلوم ہوتا ہے۔“

وہ آدمی فوراً پکڑ کر قید کر دیا گیا، طے یہ ہوا کہ جب بادشاہ شکار سے واپس آجائے گا تب اس کی قسمت کا آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔

شام کو بادشاہ بہت سا شکار لے کر شاداں و فرحاں واپس آیا، آج چونکہ شکار بہت ملا تھا، لہذا وہ بہت خوش تھا، بند قبائلوں نے جا رہے تھے مارے خوشی کے۔

بادشاہ نے آتے ہی حکم دیا: ”اعرابی کو رہا کر دیا جائے۔“

جب وہ رہا کر دیا گیا تو اس نے کہا:

”میں بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

اسے بادشاہ کے حضور میں حاضر کر دیا گیا۔

بادشاہ نے کہا: ”کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

وہ بولا: ”آپ نے شکارگاہ کی طرف جاتے ہوئے مجھے دیکھا، مجھے منحوس سمجھ کر گرفتار کرایا، اور قید کا حکم دے دیا:

بادشاہ نے کہا: ”ہاں بھئی“۔

اعرابی بولا: ”پھر آپ شکار کو تشریف لے گئے، اور دن بھر خوب شکار کر کے ہنسی خوشی واپس آئے۔“

”بادشاہ نے کہا: ”یہ بھی ٹھیک آگے؟“

اعرابی نے کہا: ”لیکن میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے۔ مصیبت میں گرفتار ہوں، بغیر کسی خطا اور قصور کے گرفتار ہوا، قید ہوا، تکلیف اٹھائی، سارا دن جیل میں کڑیاں جھیلتا رہا۔“

بادشاہ نے اعرابی کی باتیں سن کر کہا: ”تیرا مقصد کیا ہے؟“

اعرابی نے عرض کیا:

”میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں میں منحوس کون ہے؟ میں یا آپ؟“

اعرابی کی باتیں سن کر بادشاہ بہت ہنسا اور گویا ہوا:

”اے اعرابی! تو نے سچ کہا۔“

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اعرابی کو بہت سا انعام دیا جائے، وہ انعام سے اپنی جھولی بھر کر خوش خوش روانہ ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

## ایک عابد اور ہارون رشید

خليفة ہارون رشید ایک مرتبہ حج کیلئے مکہ گیا۔ وہاں یہ بات اس کے گوش گزار ہوئی، کہ تہامہ کی کھوہ میں ایک عابد شب زندہ دار رہتا ہے۔ جس نے دنیا سے اپنا ناتہ قطع کر لیا ہے، اور ایک گوشے میں بیٹھ کر یاد خدا کیا کرتا ہے، اس کی بزرگی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہے یعنی جو دعائیں مانگتا ہے، خدا سے قبول کر لیتا ہے۔

یہ سن کر ہارون رشید کے دل میں عابد سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، چنانچہ وہ عابد کے پاس



گیا اور گویا ہوا:

”مجھے آپ کچھ نصیحت کیجئے، جو آپ کی مرضی ہو اس کا حکم دیجئے، خدا کی قسم میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، جو کچھ آپ فرمائیں گے اسے بسر و چشم بجلاؤں گا.....“۔

عابد نے رشید کی یہ باتیں سنیں، اور سکوت اختیار کر لیا، کوئی جواب نہیں دیا، آخر کچھ دیر جواب کا انتظار کر کے اور جواب نہ پا کر ہارون رشید عابد کے پاس سے اٹھ گیا۔

جب ہارون رشید چلا گیا، تو عابد کے اصحاب میں سے ایک نے کہا:

”جب خلیفہ نے یہ قسم کھائی تھی کہ آپ کے ارشاد کی نافرمانی نہیں کرے گا، اور جو کچھ آپ کہیں گے، اسے بسر و چشم بجلائے گا۔ تو آپ نے اسے کیوں یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا سے ڈرے، اور اپنی رعیت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے؟ یہ تو بہر حال ایک نیک کام ہی کا حکم ہوتا؟“

عابد نے اپنے حاشیہ نشین کی یہ بات سنی اور کچھ دیر تامل کرنے کے بعد جواب دیا:

”کیا میں خدا سے زیادہ عظمت رکھتا ہوں کہ وہ جو کچھ حکم دیتا ہے ہارون اس سے تو نافرمانی کرتا ہے، اور میں جو کچھ کہوں گا۔ اس کی وہ بسر و چشم تعمیل کرے گا۔“۔

اس جواب سے عابد کے ساتھی کو بڑی نصیحت ہوئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

## شاعر کی نصیحت

خلیفہ معصم باللہ کا وزیر فضل بن مروان بہت ظالم اور جفا کار شخص تھا نہایت مغرور اور متکبر۔ ہر شخص پر دراز دستی پر مائل۔

معصم فضل کے بارے کے بارے میں کہا کرتا تھا:

”فضل بن مروان نے خدا کو خفا کر کے مجھے راضی کیا۔ اور اس طرح اللہ نے اسے مجھ پر

مسلط کر دیا۔“۔

ایک مرتبہ مشہور شاعر پیشم بن فراس فضل کے بعض عمال کا شکایت نامہ لے کر فریاد کناں

اس کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن فضل نے اس کی توجہ نہ کی، اور منہ پھیر لیا، یہ رنگ دیکھ کر ہشتم نے فضل کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے:

”اے فضل بن مروان، تو ظالم اور جابر ہے۔ پس انتظار کر، اور یاد رکھ، تجھ سے بھی فضل اور فضل، اور فضل کی تربت بن چکی ہے۔“

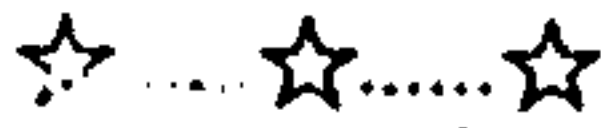
تین بادشاہوں نے ان تینوں فضلوں کو چھوڑ دیا، وہ موت قتل اور انقلاب کا تحفہ تھے۔

”پس اگر تو لوگوں کے ساتھ اسی طرح ظلم و جور کا برتاؤ کرتا رہے گا تو تیرا بھی وہی حشر ہوگا جو تجھ سے پہلے تین فضلوں کا ہو چکا ہے۔“

فضل نے ہشتم کے یہ اشعار سنے تو پوچھا:

جواب ملا: ”ہشتم کی مراد فضل بن یحییٰ اور فضل بن سہل اور فضل بن الربیع سے ہے۔“

یہ سن کر فضل بن مروان کا رنگ رخ بدل گیا، پھر وہ ظلم و جور سے باز آ گیا، یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسا۔



## بدترین دشمن

ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفر گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے روکا، اور کہا:

اے امیر، میں خدا کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری گردن ابھی اور اسی وقت مار دے۔

عبداللہ نے پوچھا: ”آخر کیا بات ہے؟“

وہ کہنے لگا:

”میرا ایک بدترین دشمن ہے، جو میرے پیچھے لگا ہوا ہے، جان کا گاہک بن چکا ہے، اس نے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے اے امیر، مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں اس کا مقابلہ کر سکوں یا اسے شکست دے سکوں۔“

عبداللہ نے دریافت کیا:

”آخر تمہارا دشمن کون ہے؟“

وہ بولا: ”فقر، تنگ دستی۔“

عبداللہ نے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور کہا:

”اسے ایک ہزار دینار دے دو۔“

پھر اس شخص سے کہا: ”یا ابا العرب یہ رقم لو، ہم اب جاتے ہیں لیکن اگر تمہارا دشمن پھر تم پر

حملہ آور ہو تو ہمارے پاس آنا، ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ انصاف کریں گے۔“ (مجانی الادب)

☆.....☆.....☆

### ابن حمران اور ابوالفضل

مستنصر باللہ کے عہد میں ابن حمران نے مصر پر حملہ کیا۔ اس نے بہت سے گھروں کو

پھونک دیا، اور اس کی فوج نے ظلم و جور کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔

لوگ اس جفاکاری سے تنگ آ کر ابوالفضل جوہر کے پاس پہنچے، یہ بہت اچھے واعظ اور

بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں آ کر لوگوں نے فریاد کی، اور اس ظلم و جور کو کسی

طرح دور کرنے کی استدعا کی۔

جوہر نے اس وقت خطاب کیا:

”اگر تو خالق ہے، تو اپنی مخلوق پر رحم کر، اور اگر تو مخلوق ہے تو اپنے خالق سے ڈر“

ظلم کا دور فوراً ختم ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

### لطیفہ

مشہور ظالم اور سفاک گورنر، حجاج بن یوسف ایک مرتبہ اپنے لشکر سے بھٹک کر تہارہ گیا۔

اتنے میں اسے ایک اعرابی نظر آیا۔

حجاج نے پوچھا:

”یا اخا العرب، حجاج بن یوسف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“

اعرابی نے جواب دیا:

”پرلے درجے کا ظالم اور سفاک۔“

حجاج نے کہا:

”پھر تم عبدالملک بن مروان سے اس کی شکایت کیوں نہیں کرتے؟“

وہ کہنے لگا:

”وہ کبخت حجاج سے بھی زیادہ ستمگر ہے، دونوں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار۔“

اس گفتگو کے دوران میں حجاج کا لشکر آگیا، اعرابی سمجھ گیا، جس شخص سے اس آزادی اور

بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا، یہی حجاج ہے لیکن اپنے حواس بجا رکھے اور حجاج سے کہا:

”اے امیر، میرے اور آپ کے مابین جو راز کی باتیں ہوئی ہیں، ان کا علم سوائے خدا

کے کسی کو نہیں ہے۔“

حجاج نے تبسم کیا، اسے انعام دیا اور رخصت کر دیا۔

☆.....☆.....☆

### لطیفہ

ایک اعرابی حجاج بن یوسف کے پاس آیا، اور باتیں کرنے لگا تنے میں کھانے کا وقت

ہو گیا، چنانچہ دسترخوان چٹا گیا، اور حاضرین آکر بیٹھ گئے، وہ اعرابی بھی کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔

آخر میں حلوہ لایا گیا، حجاج نے اعرابی سے منہ موڑ کر ایک لقمہ حلوہ سے کھایا پھر کہا: ”اس

حلوے میں جس نے ہاتھ لگایا، اس کی گردن اڑا دوں گا۔“

چنانچہ جو لوگ دسترخوان پر بیٹھے تھے، انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے اور حلوہ کھانے

کے ارادہ سے باز آ گئے۔

اعرابی کی کیفیت سب سے جدا تھی، ایک طرف حلوا کی کشش دوسری طرف حجاج کا ڈر،

کبھی وہ حلوے کی طرف دیکھتا، کبھی حجاج کی طرف۔ کبھی جی چاہتا کھا جاؤں۔ یہی سوچتا تھا اس جرات رندانہ کی قیمت جان ہے۔

آخر اعرابی نے حجاج سے کہا:

”اے امیر المؤمنین اپنی اولاد کیلئے آپ کو وصیت کرتا ہوں اس سے اچھا برتاؤ کیجئے گا۔“

یہ کہہ کر سارا حلو ایک ہی دفعہ میں چٹ کر گیا۔ حجاج ہنسے ہنستے لوٹ گیا۔

☆.....☆.....☆

### عضد الدولہ کا انصاف

حج کے ارادہ سے ایک شخص بغداد میں وارد ہوا۔ اس کے پاس ایک ہار تھا۔ جس کی قیمت تخمیناً ایک ہزار دینار تھی۔ اس نے چاہا ہار فروخت کر دے لیکن اتفاق کہ کوئی خریدار نہ ملا۔ آخر اس نے امانت کے طور پر ایک تاجر کے پاس اسے رکھوا دیا۔ یہ تاجر اپنی دیانت اور امانت کے لحاظ سے بہت مشہور تھا، اور عام طور پر لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔

حج سے فارغ ہو کر وہ شخص بغداد واپس آیا، تاجر کیلئے مکہ سے وہ ایک ہدیہ بھی لایا۔ تاجر کے پاس پہنچا، اور اے سلام کیا۔

تاجر نے کہا: ”تم کون ہو؟“

اس نے کہا:

”میں وہ شخص ہوں جس نے حج کیلئے جاتے وقت آپ کے پاس اپنا ایک ہار امانتاً رکھوایا تھا۔“

تاجر نے حیرت سے کہا:

”ہار! کیسا ہار؟ میرے پاس تو کوئی ہار نہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیا، کہ وہ اسے باہر نکال دیں۔

وہ شخص روتا دھوتا عضد الدولہ کے پاس پہنچا، وہ اس زمانہ میں وہاں کا امیر تھا، اس نے

اپنی ساری زام کہانی سنائی۔

عضد الدولہ نے کہا:

”تم جاؤ، تاجر کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ۔ جب میں ادھر سے گزروں گا تو تمہیں سلام کروں گا۔ تم سلام کا جواب تو دے دینا لیکن اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا۔“

تھوڑی دیر کے بعد عضد الدولہ کی سواری اس تاجر کے پاس سے گزری وہ حاجی وہیں بیٹھا ہوا تھا، عضد الدولہ نے حاجی سے کہا:

”السَّلَامُ عَلَیْكَ“

وہ بولا: ”وَعَلَیْكَ السَّلَامُ“

اور اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی۔

عضد الدولہ نے اس سے کہا:

”ارے بھائی تم عراق سے یہاں آئے اور ہمارے پاس نہیں آئے؟“

وہ بولا: ”ہاں فرصت نہیں ملی، آ جاؤں گا کسی وقت۔“

عضد الدولہ کی سواری جب گزر گئی، تو تاجر کا برا حال دہشت کے باعث ہوا، اس نے حاجی سے کہا:

”آپ کا ہار کیسا تھا؟“

حاجی نے اپنے ہار کا حلیہ بتایا۔

یہ سنتے ہی تاجر اٹھا اور ہار لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا:

”معاف کیجئے گا، میں بھول گیا تھا بالکل۔“

حاجی، یہاں سے اٹھ کر سیدھا عضد الدولہ کے پاس گیا، اور اسے سارا واقعہ بتایا، عضد

الدولہ نے حکم دیا، تاجر کو اس کی دوکان کے سامنے سولی پر لٹکا دیا جائے، تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔



# بخل، ایثار اور احسان

## بخل کی بدبختی

حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”بخیل اور کنجوس سے زیادہ بدبخت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، وہ اپنی دنیا مال جمع کرنے میں صرف کر دیتا ہے، پھر بھی دنیا میں اسے غم و فکر کے سوا کچھ نہیں ملتا، اور آخرت میں گناہوں کا پشتارہ لا دکر اسے اٹھنا پڑتا ہے، وہ دنیا میں اپنے بخل کے باعث فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں اس سے جب حساب لیا جائے گا، وہ اغنیاء کے زمرہ کا حساب ہوگا۔“

روایت ہے:

”ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ عبدالرحمن اہشم کی عیادت کیلئے گئے، دیکھا، وہ بستر پر کروٹیں بدل رہا ہے۔ گھر کے کونے میں کچھ صندوق رکھے ہوئے تھے، انہیں حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ حضرت کی طرف مخاطب ہوا اور کہا:

”اے ابوسعید! ان ایک ہزار دینار کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، جو اس صندوق میں رکھے ہوئے ہیں۔ جن کی نہ میں نے زکوٰۃ دی۔ نہ زجن سے دوسروں پر احسان کیا۔“

فرمایا:

”کم بخت، آخرتوں نے کس لئے جمع کیا تھا؟“

کہنے لگا:

”تا کہ زمانہ کی مصیبتوں سے بچار ہوں۔ حوادث کے وقوع سے محفوظ رہوں بادشاہ کی جفا کاریوں کا شکار نہ بنوں۔“

پھر وہ مر گیا، جنازہ میں حضرت نے بھی شرکت کی، جب کفن دفن سے فراغت ہوئی تو

آپ نے قبر پر ہاتھ مارا، اور در ثناء کو مخاطب کر کے کہا:  
 ”اس مال کو حلال کر کے استعمال کرنا، تاکہ تمہارے لئے وبال نہ بن جائے۔ اس سے  
 نیکی اور بھلائی کے کام کرنا، تاکہ اس کی برکت میں اضافہ ہو۔“

☆.....☆.....☆

## ایشارِ علیؑ

ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے گھر میں کڑا کے کا فاقہ گزرا۔ آپ نے ایک یہودی سے کچھ  
 اون لیا۔ تاکہ حضرت سیدہ فاطمہؑ سے بنیں۔ جب بن چکیں تو اس کا تین صاع گیہوں ملا۔  
 پہلے دن ایک صاع گیہوں لے کر سیدہ نے پیسا، اور روٹیاں پکائیں جب آپ حضرت  
 علیؑ اور بچوں سمیت کھانے بیٹھیں تو ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:  
 ”اے اہل بیتِ نبوت! میں مسکین ہوں۔ اللہ کے نام پر مجھے کچھ کھلاؤ۔“

چنانچہ وہ چند روٹیاں جو پکی تھیں، اسے دے دی گئیں۔

دوسرے دن پھر حضرت فاطمہؑ نے ایک صاع گیہوں پیسے اور روٹی پکائی۔ جب کھانے  
 کیلئے سب لوگ بیٹھے۔ تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:  
 ”اے اہل بیتِ نبوت! میں ایک یتیم ہوں۔ خدا کے نام پر مجھے کھلاؤ۔ ساری روٹیاں  
 اسے دے دی گئیں۔ وہ دعا دیتا چلا گیا۔“

تیسرے دن پھر وہی ماجرا گزرا۔ حضرت فاطمہؑ جب آٹا گوندھ کر روٹی پکا چکیں، اور  
 سب کھانے بیٹھے۔ تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا:  
 ”اے اہل بیتِ نبوت! میں اسیر ہوں، بھوکا ہوں، خدا کیلئے مجھے کچھ کھلاؤ۔“

پھر ساری روٹیاں اسے دے دی گئیں۔

”سب لوگوں نے پانی پی پی کر رات گزاری۔ لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما  
 السلام بھوک کی شدت سے نڈھال ہونے لگے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول  
 اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آنحضرت ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے



دریافت فرمایا: لیکن سب کے ہاں سے یہی جواب ملا کہ برکت ہے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ وہ بھی بھوک سے بے حال ہو رہے تھے کسی نے کہا:

”یا رسول اللہ! (ﷺ) مقدار بن اسود کے پاس کھجوریں ہیں۔“

اس کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ لیکن وہاں بھی نہ ملیں۔

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا:

”یہ ٹوکری لو، اور اس کھجور کے دخت کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو محمد (ﷺ) نے کہا ہے۔“

اپنی کھجوروں سے ہمیں شکم سیر کر دے۔ اللہ کے حکم سے کھجوریں گرنے لگیں۔ سب لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھائیں۔ باقی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیج دی گئیں، کہ وہ خود کھائیں اور بچوں کو کھلائیں۔ اس واقعہ پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۗ ط (نزہۃ المجالس)

☆.....☆.....☆

## ایشارہ کی انتہا

حدیفہ عدوی روایت کرتے ہیں:

”جنگ یرموک بڑی شدید جنگ تھی۔ جو مسلمان کو کافروں سے لڑنی پڑی اس وقت میں اپنے ابن عم کو تلاش کر رہا تھا۔ تھوڑا سا پانی میرے پاس تھا۔ میں نے سوچا، یہاں پانی کی کمی ہے۔ اگر وہ مل جائے تو اسے پلاؤں۔“

تھوڑی دیر کی تلاش و جستجو کے بعد میرا ابن عم زخمی حالت میں مل گیا، وہ پیاس سے بے حال ہو رہا تھا، میں نے پوچھا:

”پانی پیو گے؟“

اس نے اشارہ سے کہا: ”ہاں۔“

میں نے پانی اس کی طرف بڑھایا۔ اتنے میں آواز آئی:

”آہ، پانی۔“

میرے ابن عم نے اشارہ سے کہا:

”پانی اسے پلا دو۔“

میں پانی لے کر اس طرف بڑھا، یہ ہشام بن عاصؓ تھے، اتنے میں ایک گوشے سے آواز

آئی، کوئی زخمی کراہ رہا تھا:

”آہ، پانی۔“

ہشام نے اشارہ سے کہا:

”مجھے نہیں، اُسے۔“

میں پانی لے کر تیسرے زخمی کے پاس پہنچا، جب پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں وہ دم توڑ چکا ہے،

اب میں پانی لے کر ہشام کے پاس پہنچا، ان کی آنکھیں بھی بند ہو چکی تھیں، اب جلدی سے

اپنے ابن عم کی طرف لپکا، لیکن اس کا کام بھی تمام ہو چکا تھا۔ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ

أَجْمَعِينَ!

☆.....☆.....☆

## لرزہ خیز ایثار

ابو محمد ﷺ الازدی نے ایثار و قربانی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ جس کی مثال ملنا مشکل

ہے، وہ کہتے ہیں:

”مرو کی مسجد میں آگ لگ گئی، مسلمانوں کو شبہ ہوا، یہ حرکت عیسائیوں کی ہے، اشتعال میں

آکر انہوں نے عیسائیوں کے کلیسوں اور عبادت گاہوں میں آگ لگادی اور انہیں جلا ڈالا۔“

سلطان کو یہ حرکت ناگوار گذری۔ اس نے لوگوں کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا، جنہوں

نے عیسائیوں کی عبادت گاہوں میں آگ لگائی اور انہیں جلا یا تھا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت

اس سلسلہ میں گرفتار ہوئی اور سلطان کے سامنے پیش کی گئی، کہ وہ ان گناہگاروں کیلئے سزا

تجویز کرے۔ سلطان نے چند پرچیوں پر یہ الفاظ لکھے:

(۱) کوڑے کی سزا۔ (۲) ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا۔ (۳) قتل کی سزا۔

اور یہ پرچیاں گرفتار شدگان پر پھینک دیں۔ جس کے حصہ میں جو پرچی آئی اس کیلئے وہی سزا نافذ کرنے کا حکم ہوا جو اس میں لکھی تھی۔

قتل کی پرچی ایک شخص پر پڑی، اس نے کہا:

”خدا کی قسم میں قتل ہونے سے نہیں ڈرتا۔ لیکن رہ رہ کے مجھے اپنی ماں کا خیال آتا ہے۔

میرے بعد اس کا کوئی سہارا نہیں رہ جائے گا، نہ کوئی بہن ہے نہ بھائی، نہ کوئی اور عزیز۔“

پاس ہی ایک اور نوجوان موجود تھا، اس پر جو پرچی پڑی تھی اس میں کوڑے کی سزا لکھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا:

”میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے، تم ایسا کرو، اپنی پرچی مجھے دے دو اور میری پرچی تم لے لو، میں قتل ہو جاؤں گا، تم کوڑے کی سزا بھگت لینا۔“

اس نوجوان نے آخر کار اپنے رفیق کی پیشکش قبول کر لی۔ چنانچہ دونوں نے اپنی پرچیاں بدل لیں، اور وہ جوان قتل کر دیا گیا، اور یہ کوڑے کی سزا بھگت کر، اپنی ماں کے پاس پھر پہنچ گیا۔ (الطوطوشی)



## حضرت عثمانؓ اور بیت رسول

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ چار روز تک ہم بھوکے رہے، گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا:

”عائشہ! میرے بعد گھر میں کوئی کھانے پینے کی چیز آئی؟“

میں نے جواب دیا: ”نہیں۔“

یہ سن کر آپ نے وضو کیا، اور نماز پڑھنے کیلئے مسجد تشریف لے گئے ایسا ماجرا اس دن کئی بار گزرا، دن جب ختم ہونے کے قریب ہوا، تو آنحضرت ﷺ کی عدم موجودگی میں حضرت عثمانؓ تشریف لائے، پوچھا:

”رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟“

میں نے بتا دیا، عثمانؓ چلے گئے، اور انہوں نے کچھ آٹا اور تھوڑی سی کھجوریں ہمارے لئے لائے، پھر انہوں نے کہا:

”اس طرح تو دیر ہوگی۔“

چنانچہ وہ پھر چلے گئے اور بھٹتا ہوا گوشت اور کچھ چکی ہوئی روٹیاں بھیجیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لائے، انہوں نے پھر وہی سوال کیا۔ میں نے عثمانؓ کی آمد کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ پھر فوراً مسجد نبویؐ میں تشریف لے گئے، دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا:

”اللَّهُمَّ رَضِيْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْهُ“

(اے خدا میں عثمانؓ سے خوش ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔)

☆.....☆.....☆

## امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا:

”آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ فقرو و فاقہ کی حالت میں بھی جس طرح بن پڑتا ہے سائل کا سوال پورا کرتے ہیں، رد نہیں کرتے؟“

آپ نے جواب دیا: ”میں خود بھی درگاہِ خداوندی کا ایک سائل ہوں، مجھے شرم آتی ہے کہ سائل ہو کر، سائل کا سوال رد کروں۔“

☆.....☆.....☆

## حاتم طائی کا امتحان

قیصر روم کے کانوں تک جب حاتم کے جو دو سخا کی داستانیں پہنچیں، تو اسے بڑی حیرت ہوئی، آخر اس نے طے کیا کہ حاتم کا امتحان لیا جائے، اصلاح و مشورہ کے بعد اس نے طے کیا

کہ اپنے ایک حاجب کو حاتم کے پاس بھیجے۔

حاجب کو روانہ کرتے وقت قیصر نے کہا:

”حاتم ایک فلاں رنگ کے گھوڑے کو بہت عزیز اور محبوب رکھتا ہے۔ لہذا تم اسے بطور

ہدیہ کے اس سے مانگ لینا۔“

حاجب جب دیار طے میں پہنچا، تو آسانی سے حاتم کے پاس پہنچ گیا، حاتم نے ایک

اجنبی کو اپنے ہاں بطور مہمان کے جو آتے دیکھا، تو بچھ بچھ گیا، بڑے تپاک اور اخلاق سے پیش

آیا، اسے قطعاً نہیں معلوم تھا، یہ کون شخص ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور اس کے آنے کی غرض و

غایت کیا ہے؟ اس وقت حاتم کے مویشی چرنے چراگاہ میں گئے ہوئے تھے، اور سوا اس

گھوڑے کے، حاجب جس کا طلبگار ہو کر آیا تھا، کچھ نہیں تھا، حاتم نے آؤ دیکھانہ تاؤ، فوراً اپنے

نئے مہمان کیلئے وہ محبوب گھوڑا ذبح کر دیا، پھر وہ اپنے مہمان سے باتوں میں لگ گیا باتوں

باتوں میں معلوم ہوا کہ یہ شخص قیصر روم کا حاجب ہے اور اس گھوڑے کا طلبگار ہو کر آیا ہے، یہ

معلوم کر کے حاتم کو بہت تکلیف ہوئی۔ اس نے کہا:

”کاش آپ نے پہلے اپنے آنے کی غرض بتادی ہوتی، وہ تو میں آپ کی دعوت کیلئے ذبح

کر چکا، کیونکہ میرے دوسرے مویشی اس وقت چراگاہ میں گئے ہوئے تھے۔“

یہ سن کر حاجب کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے کہا:

”آپ کو جیسا سنا تھا، اس سے کہیں بڑھ کر پایا۔“

اور اسی وقت سے یہ مثل بن گئی۔ ”اکرم من حاتم الطائی“



## حاتم کا دشمن

ایک مالدار شخص حاتم سے بہت جلا کرتا تھا، اس کی دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ وہ حاتم کی سی

محبوبیت نہیں حاصل کر پاتا تھا۔ وہ سخاوت کرتا تھا لیکن حاتم سے کم اور چاہتا تھا کہ ناموری اور

شہرت میں حاتم سے بڑھ جائے۔ جب اس مقصد میں وہ کامیاب نہیں ہوا، تو اس نے سوچا،

راستہ کے اس شہتیر کو کس طرح ہٹایا جائے آخر ایک آدمی سے اس نے طے کیا کہ اگر وہ حاتم کو قتل کر دے تو بہت انعام ملے گا؟ وہ آدمی راضی ہو گیا، کیونکہ اسے روپیہ کی ضرورت تھی، اس سے بحث نہیں تھی کہ حاتم کیوں مارا جائے، جو دو ہمت مند شخص حاتم کو قتل کرنے کا پروگرام بنا رہا تھا وہ بہت خوش تھا کہ حاتم کے ہلاک ہونے کے بعد اس کی ساری ناموری اور شہرت اسی کے حصہ میں آئے گی۔

جس شخص سے معاملہ طے ہوا تھا، وہ حاتم کے قبیلہ میں پہنچا، سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات ہوئی، وہ حاتم تھا، لیکن اس شخص نے حاتم کو کبھی نہیں دیکھا تھا، نہ اسے پتہ تھا، حاتم نے اسے نووارد اور مسافر سمجھ کر اپنا مہمان بنا لیا، خوب ٹھاٹھ دار دعوت کی، پھر پوچھا:

”آپ کیوں تشریف لائے؟“

اس نے ادھر ادھر دیکھ کر راز دارانہ لہجہ میں کہا:

”حاتم کو قتل کرنے آیا ہوں۔“

حاتم نے پوچھا: ”کیوں؟“

وہ بولا: ”اس لئے کہ فلاں آدمی حاتم کی شہرت سے جلتا ہے، اس نے اسے قتل کر ڈالنے

کی صورت میں مجھے بہت سی دولت دینے کا وعدہ کیا ہے؟“

حاتم نے کہا: ”پھر تو ضرور اسے قتل کیجئے۔“

وہ شخص تین دن تک حاتم کا مہمان رہا، چوتھے روز اس نے کہا:

”آخر حاتم ہے کہاں؟“

حاتم نے کہا: ”ابھی بلاتا ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد حاتم تنگی تلواریں لئے ہوئے اپنے مہمان کے کمرے میں داخل ہوا اس

حالت میں حاتم کو دیکھ کر وہ سہم گیا۔ حاتم نے اسے دلاسا دیا اور کہا:

”تم گھبراتے کیوں ہو، جس کام کیلئے تم آئے ہو، اسے انجام دینے کا وقت قریب آ گیا

ہے، یہ تلواریں۔“

اس آدمی نے تلواریں لے لی اور کہا: ”لیکن حاتم کہاں ہے؟“

حاتم نے کہا: ”تمہارے سامنے“۔

یہ سنتے ہی شدتِ دہشت سے وہ شخص بیہوش ہو کر گر پڑا، حاتم نے اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں، بڑی دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا، حاتم نے اس سے کہا:

”تم بے تامل مجھے قتل کرو، اور اپنا انعام حاصل کرو“۔

وہ بولا: ”مجھ پر لعنت ہو اگر میں ایسا کروں، آپ جیسے شخص پر وار کرنا، اور آپ جیسے شخص کی

جان لینا، بہت بڑا پاپ ہے، کیونکہ اس کے مقابلہ میں کتنی ہی بے اندازہ دولت کیوں نہ ملے“۔

اور پھر وہ واپس چلا گیا۔



## خود اعتمادی، عزتِ نفس اور شجاعت

### ہمتِ بلند

کافور اشدی اور اس کا ایک دوست دونوں کے دونوں سیاہ قام تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، ان دونوں کو فروخت کرنے کیلئے ان کا آقا مصر آیا، تاکہ بازار میں انہیں بیچ دے اور اپنے دام کھرے کرے، کافور کے ساتھی نے یہ تمنا کی کہ خدا کرے وہ کسی بھٹیاریہ کے ہاتھ فروخت کیا جائے، تاکہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور جس چیز کی طرف طبیعت مائل ہو وہ بھٹیاریہ کی دوکان سے کھانے کو مل جائے، اور کافور غلامی میں بھی سلطانی کے خواب دیکھ رہا تھا، اس کی تمنا تھی کہ وہ اس ملک کا فرماں روا بن جائے۔ جو حکم دے اس کی تعمیل ہو، جس کام سے منع کرے، اس طرف لوگ رخ نہ کریں۔ چنانچہ کافور کا ساتھی ایک بھٹیاریہ کے یہاں فروخت کر دیا گیا، اور خود کافور مصر کے ایک فوجی افسر کے ہاتھوں بکا۔

زمانہ گزرتا گیا، یہاں تک کہ کافور کے آقا کا انتقال ہو گیا، اس نے اس طرح اپنے آقا کی خدمت کی تھی، اور ایسی سوجھ بوجھ، اور جرأت و ہمت کا ثبوت دیا تھا کہ اس سے آقا کی نظر میں اس کی وقعت بڑھتی گئی اور وہ برابر ترقی اور عروج کی طرف گام فرسار ہا آقا کے انتقال کے بعد وہ اس منصب پر فائز ہو گیا، اپنی ذکاوت اور دانش سے وہ رفتہ رفتہ پہ سالار افواج ہو گیا، اس کی بات سن کر لوگ لرز جاتے تھے، یہ عالم تھا اس کے دبدبہ اوطنظنہ کا اس کی ترقی اور عروج کا سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ وہ نہ صرف مصر، بلکہ شام اور حرمین کا فرمانروا بن گیا۔

ایک روز کافور کا گزر ایک بھٹیاریہ کی دوکان پر ہوا۔ وہاں اس کا پرانا ساتھی برے حالوں زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ کافور نے کہا:

”اس کی ہمت نے ساتھ چھوڑ دیا، اور یہ بدبختی کی منزل پر پہنچ گیا میری ہمت میرے



ساتھ رہی، اور میں جہاں ہوں ایک دنیا جانتی ہے۔“

☆.....☆.....☆

## اعتمادِ نفس

عرب کی تاریخ اس حقیقت کی امثال و شواہد سے بھری ہوئی ہے کہ غربت، کم مانگی، اور افلاس کے عالم میں لوگوں نے زندگی کا آغاز کیا لیکن بہت جلد وہ عروج و ارتقاء کی اس منزل پر پہنچ گئے کہ خلقت نے انہیں عقیدت کے کاندھوں پر بٹھایا، دنیا نے ان کی بڑائی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ اور انہوں نے اپنی عظمت کا پرچم اس طرح لہرایا کہ دشمن اور مخالف بھی ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ذیل میں عرب کے چند اکابر کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے فقر سے زندگی شروع کی اور انتہائی بلندی پر پہنچ گئے۔

### (۱) مُتَنَبِّئِی!

ابو الطیب متنبی۔ مشہور اور یگانہ روزگار عرب شاعر، اس کا باپ بہشتی تھا لیکن یہ اپنی ذہانت اور جودت کے بل بوتے پر شاعر بنا اور اس کی فلسفہ طرازی حکمت آفرینی اور فصاحت و بلاغت کے آگے دنیا کے بڑے بڑے صاحبانِ علم و فضل سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔

### (۲) جریر!

یہ بھی بڑے پایہ کا شاعر تھا، اس کے کلام کی دل نشینی اور خوبی نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا، یہ وقت کا بہت بڑا شاعر مانا گیا ہے، اس کا باپ ایک گداگر تھا، لیکن اس نے سیم و زر کی بجائے علم و فضل کی رلہ یوزہ گری اختیار کی، اور ادب کے ایسے درجہ پر پہنچ گیا۔ جہاں تک پہنچنا ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔

## (۳) ابو تمام!

ابو تمام حبیب الطائی بہت بڑا شاعر تھا، مصرع میں پروان چڑھا، زندگی کا آغاز اس طرح ہوا کہ مصرکی جامع عمرو بن عاص میں یہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ لیکن طبیعت شروع ہی سے شعر کی طرف مائل تھی، شعر کہنے لگا اور آخر کار اکابر شعرا میں شمار ہونے لگا، الفاظ کی درو بست، شعر کی صناعت اور حسن اسلوب کا بادشاہ مانا گیا۔ اس کی کتابت (الہماہ بہت مشہور ہے اور اب تک مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

## (۴) ابو بکر رازی!

مشہور اور یگانہ آفاق طبیب، بچپن کا آغاز اس طرح ہوا کہ عود بجا کر روزی کھاتے تھے۔ پھر کتب طب اور فلسفہ کا شوق ہوا، مطالعہ کیا، پڑھا، محنت سے علم حاصل کیا، بڑے بڑے اساتذہ کے آگے زانوئے شاگردی سے کیا اور جو علم جہاں سے ملا، وہ حاصل کر کے دم لیا، یہاں تک کہ اپنے وقت کے امام فن مانے جانے لگے۔ طب میں ایسی ترقی کی کہ مریض کیلئے ان کا ہاتھ پنجہ عیسیٰ بن گیا۔ فن طب میں متعدد بلند پایہ اور نادرہ روزگار کتابیں تصنیف و تالیف کیں، جن سے شائقین فن اب تک فیض حاصل کرتے اور دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں ”الحادی“ اور ”الجامع“ بہت مشہور ہیں۔

## (۵) یاقوت الحموی!

مشہور زمانہ مؤرخ اس کی کتاب ”معجم البلدان“ کتب حوالہ میں شمار کی جاتی ہے، اور یہ پایۂ استناد کے قائل ہیں، اور اپنی تاریخی کتب کی افادیت، معنویت اور استناد کے قائل ہیں، اور اپنی تاریخی کتب میں برابر اس کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔

یا قوت کی ابتدائی زندگی کا آغاز غلام غلامی سے ہوا، ایک تاجر نے جو بغداد کا رہنے والا تھا یا قوت کو ستے داموں خرید لیا، تاجر کا نام ابراہیم الحموی تھا، اسے کیا معلوم تھا جسے وہ خرید رہا ہے، وہ کیا ہے؟ اور آگے چل کر کیا بننے والا ہے۔ جب سن رشد کو پہنچا تو اس نے اپنے آقا کے ساتھ سفر و سیاحت میں وقت صرف کرنے لگا، چنانچہ مذکورہ کتاب دراصل انہی نقوش کا نتیجہ ہے جو غلامی کے زمانہ میں آنکھوں کے راستے دل پر ثبت ہوئے۔ جغرافیہ کے فن یا قوت کی کتاب ”معجم البلدان“ کا کوئی جواب نہیں۔

## (۶) المعز لدين الله!

فاطمی خاندان کا پہلا خلیفہ، مصر کے موجودہ پایہ تخت ”قاہرہ“ کی بنیاد اسی کی ڈالی ہوئی ہے، جب یہ مصر میں داخل ہوا تو ایک بہت بڑے عالم ابن طباطبائی نے معز سے پوچھا:

”امیر المؤمنین آپ کا حسب و نسب کیا ہے؟“

معز نے جواب دیا:

”جلد ہی دربار منعقد کروں گا، وہاں اپنا حسب و نسب آپ سب کے سامنے بیان کروں گا۔“

جب معز کے امور مملکت پایہ تکمیل کو پہنچ گئے تو اس نے اپنے محل میں لوگوں کو بلایا۔ سامنے میان رکھی تھی، جس میں تلوار موجود تھی۔ معز نے میان سے تلوار نکالی، اسے اوپر اٹھایا، اور کہا:

”یہ میرا نسب ہے۔“

پھر اس نے اشرفیاں لٹائیں اور کہا:

”یہ میرا حسب ہے۔“

اس کے بعد کس میں یارا تھا کہ وہ تاب گفتگور کھتا، سب کی گردنیں جھک گئیں۔



## عزتِ نفس

حاتم طائی سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا:

”کسی شخص کو آپ نے اپنے سے زیادہ بلند و برتر بھی پایا؟“

حاتم نے جواب دیا: ”ہاں“۔

سوال ہوا: ”وہ کون تھا؟“

حاتم نے کہا: ”ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو لکڑیاں چننے دیکھا، میں نے اس

سے پوچھا:

”کیا تمہارے کانوں تک حاتم کے جو دو سخا کی داستان نہیں پہنچی؟“

کہنے لگا:

”ہاں پہنچی ہے، بہت کچھ سنا ہے میں نے حاتم کے بارے میں۔“

میں نے دریافت کیا: ”اس نے تمہاری کبھی دعوت بھی کی؟“

جواب دیا:

”مجھ سے بڑھ کر بد بخت اور نامراد کون ہو سکتا ہے، اگر میں اس کی دعوت قبول کر کے اس

کے دسترخوان پر پہنچ جاؤں؟“

میں نے پوچھا: ”یہ کیوں؟“

بڑی آن سے اس نے جواب دیا:

”جو مزہ اپنے دست و بازو کی قوت سے کمائی ہوئی تان جو میں میں آتا ہے، وہ کسی کے

دسترخوان کے الوانِ نعمت سے نہیں آتا۔“

☆.....☆.....☆

## صلاح الدین ایوبی

سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب، مسلم تاریخ کا بہت بڑا فرمانروا، جس کی عظمت و

جلالت، ہمت و تہور، اور شجاعت و بسالت کے افسانے زبانِ زوِخاس و عام ہیں، اس کی ولادت ۵۳۲ھ میں ہوئی، باپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی، پھر سنِ رشد کو پہنچنے کے بعد نوزادین محمود بن زنگی، فرمانروائے ملک شام کی خدمت میں مامور ہوا، وہاں رہ کر امور سیاست اور مہماتِ ملکی میں دسترس حاصل کی، اور رفتہ رفتہ عروج اور ہر دلعزیزی کے ایسے مرتبہ پر پہنچ گیا، جہاں تک پہنچنا ہر کہ وہ کیلئے آسان نہیں۔

پھر زنگی نے اس کی وفاداری، حسنِ خدمت اور جوشِ کار کو ملحوظ رکھ کر مصر بھیج دیا تاکہ وہاں کے گورنر کی مدد کرے، اور اس کے ساتھ مل کر ملکی و ملی خدمت انجام دے۔

۵۶۷ھ میں عاضد لدین اللہ گورنر مصر کا انتقال ہو گیا، اس منصب پر صلاح الدین کو مسمور کر دیا گیا۔ گورنروں کے فرائض و واجبات اس خوبی سے انجام دیئے اور ایسی شہرت اور محبوبیت حاصل کر لی کہ رفتہ رفتہ بلادِ شام و عراق و یمن پر اس کا پرچم لہرانے لگا۔

ارضِ مقدّس، فلسطین اور بیت المقدس پر جب پورے اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی کے ساتھ عیسائی ممالک فرانس اور انگلستان وغیرہ کے فرمانرواؤں نے اپنی افواج قاہرہ کو لے کر حملہ اور تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع کیا تو صلاح الدین نے پورے استقلال و شجاعت کے ساتھ عیسائی دنیا کے اس مجموعی اور متحدہ حملہ کا مقابلہ کیا اور کامیاب رہا۔

ایک روز صلاح الدین نے انگلستان کے بادشاہ کو جسے اس کی بہادری کے باعث ”شیر دل“ کہتے تھے، پیادہ پا اپنے سے لڑتے ہوئے دیکھا، تو اس نے انگلستان کے بادشاہ کو خاص اپنی سواری کا گھوڑا دیا اور کہا:

”میری نظر میں تمہارا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ میں تمہیں پیادہ لڑتے دیکھوں۔“

۵۷۹ھ میں صلاح الدین کی دمشق میں وفات ہوئی، صلاح الدین کے ماثر میں (مصر کے اندر) ایک مدرسہ ہے، جو امام شافعی کے مرقد کے پاس اس نے تعمیر کرایا تھا، ایک اور مدرسہ اس نے مشہد حسینی کے جوار میں بنا دیا تھا قدس اور مصر میں بھی مالکیہ کیلئے اس نے مدرسے تعمیر کرائے اور بہت بڑی جاگیر ان کیلئے وقف کی، اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ

تھی کہ اس نے کوئی چیز اپنے نام سے منسوب نہیں کی، سوائے دمشق کے مدرسہ ”صلاحیہ“ کے۔ اسلام کی تاریخ اس کے نام اور اس کے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

☆.....☆.....☆

## تیمور لنگ

تیمور لنگ کا شمار بڑے باہمت اور حوصلہ مند لوگوں میں ہوتا ہے، اس کے بارے میں روایت ہے کہ ماں کے پیٹ سے اس حالت میں پیدا ہوا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں خون بھرا ہوا تھا، بچپن ہی سے بڑی منجلی عادتوں کا مالک تھا، سرکش، اور تند مزاج گھوڑوں کو بھگاتا، اور پسینہ پسینہ کر دیتا، آخر کار انہیں رام کر کے رہتا، وحشی جانوروں اور درندوں کا شکار بڑے شوق سے کرتا، اس کام سے اتنی دلچسپی تھی کہ وقت کا بڑا حصہ اسی میں صرف ہو جاتا، بارہ برس کی عمر سے لڑائیوں اور جنگوں میں شرکت کرنے لگا، ان لڑائیوں میں اس نے ایسے کرشمے اپنی بہادری اور شجاعت کے دکھائے کہ لوگ اس کا ادب و احترام کرنے لگے۔ اس کی دہشت بیٹھ گئی اور لوگ اس سے خائف رہنے لگے اپنے قبیلہ میں بہت جلد یہ سب سے زیادہ ہیبت ناک آدمی بن گیا۔

باپ کے مرنے کے بعد یہ قبیلہ کا سردار بھی بن گیا، اس کی سرگرمیوں کا رخ بہت جلد فتوحات کی طرف ہو گیا۔ اور اس نے مختصر سے عرصہ میں سخت و شدید معرکوں کے بعد، خوارزم، خراسان، فارس، جنوبی روس، بلاد ہند اور شام کے بہت سے علاقے فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لئے۔ بغداد پر کئی مرتبہ اس نے قبضہ کیا، اور جب حملہ کیا، اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ایک مرتبہ ترکوں سے بھی اس کی لڑائی چھڑ گئی، خود سلطان بایزید کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا۔ اس نے ترکوں کو شکست دی، اور سلطان کو اسیر کر لیا۔

ان فتوحات سے فارغ ہو کر تیمور لنگ اپنے پایہ تخت سمرقند میں سات سال کی طویل مدت کے بعد پہنچا، اور اب اس نے داخلی امور کی طرف زیادہ توجہ دی، مدرسے بنائے، بڑی بڑی تعلیم گاہیں قائم کیں، شفا خانوں کی بنا ڈالی، عدل و انصاف کے ساتھ اور فرماں روائی

کرنے لگا۔ فتح مندی کی ہوس نے اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہر وقت ایک ہی دھن میں مست اور محو رہتا تھا، کہ اب کس علاقے کو زیر نگین کر لے؟ اس کی تمنا یہ تھی کہ ساری دنیا کا بادشاہ بن جائے۔ اسی لئے اس نے اپنا لقب ”صاحبزادہ“ یعنی بادشاہ عالم مقرر کیا تھا۔  
تیمور کہا کرتا تھا:

”جس طرح اس دنیا کا صرف ایک خدا ہے، اسی طرح اس دنیا کا صرف ایک بادشاہ ہونا چاہیے۔“

اس کے پروگرام میں چین اور جاپان کی فتح بھی شامل تھی۔ لیکن موت نے مہلت نہ دی، راستہ ہی میں وفات پا گیا، اور ساری آرزوئیں اور تمناؤں میں دھری کی دھری رہ گئیں۔

☆.....☆.....☆

### ابو جعفر منصور

ابو جعفر منصور کے حاجب ربیع کا بیان ہے:

”خلیفہ جعفر کو اطلاع ملی کہ ایک شخص کے پاس بنو امیہ کے ودائع اور اموال محفوظ ہیں اور وہ چپ چاپ انہیں احتیاط کے ساتھ رکھے ہوئے ہے۔“  
خلیفہ نے مجھ سے کہا:

”اسے میرے سامنے حاضر کرو۔“

میں اسے لے کر خلیفہ کے حضور میں پہنچا، منصور نے کہا:

”ہمیں معلوم ہوا ہے تمہارے پاس بنو امیہ کے ودائع اور اموال ہیں؟ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے سامنے انہیں پیش کرو۔“

وہ بولا:

”اے امیر المؤمنین کیا آپ ان کے وارث ہیں؟“

منصور نے کہا: ”نہیں۔“

وہ کہنے لگا: ”بنو امیہ کے وہ لوگ جن کی امانتیں میرے پاس رکھی ہیں کیا آپ کیلئے

حیثیت کر گئے تھے؟“

منصور نے کہا: ”ایسا بھی نہیں ہوا۔“

وہ بولا: ”پھر آپ مجھ سے کیوں طلب کرتے ہیں؟“

منصور کچھ دیر سر جھکائے رہا، پھر اس نے سر اٹھایا اور جواب دیا:

”بنو امیہ ظالم تھے، یہ دولت و ثروت انہوں نے ظلم کر کے حاصل کی۔ میں مسلمانوں کا

وکیل ہوں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ یہ مال لے کر بیت المال میں داخل کر دوں۔“

وہ بولا: ”یا امیر المؤمنین، سب سے پہلے تو اس کا ثبوت دیجئے کہ میرے پاس بنو امیہ کا

جو مال ہے، وہ غصب اور ظلم سے حاصل کیا گیا ہے اس میں خیانت کو دخل ہے، وہ مسلمانوں

سے زبردستی حاصل کیا گیا ہے۔ آخر بنی امیہ کے پاس مسلمانوں کے مال کے علاوہ خود ان کا

ذاتی مال بھی تو تھا کچھ؟“

منصور نے سر جھکایا، پھر اس نے سر اٹھایا اور میری طرف مخاطب ہو کر کہا:

”اے ریشاب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

پھر منصور اس آدمی کی طرف مہمکت ہوا، اور متبسم ہو کر کہنے لگا:

”کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ، میں پوری کر دوں گا؟“

کہنے لگا:

”جی، ایک ضرورت ہے، آپ سرکاری ڈاک کے ذریعہ میرا ایک خط شام میں میرے

متعلقین کو پہنچادیں، تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں، میری طرف سے، اس کی تکمیل کے بعد دوسری

عرض کروں گا۔“

منصور نے کہا:

”دوسری بھی کہہ دو۔“

وہ بولا: ”میں آپ کے کرم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس شخص کو میرے سامنے بلائیے،

جس نے میری چغلی آپ سے کھائی.....“

خدا کی قسم، میرے پاس بنی امیہ کی کوئی چیز نہیں ہے، نہ دولت نہ امانت نہ مجھے یہ علم ہے



کہ ایسی چیزیں کسی دوسرے شخص کے پاس ہیں،  
میں نے آپ سے اس بارے میں ابھی جو گفتگو کی، وہ محض اخلاص کے جذبہ سے کی، کہ  
آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو ناروا ہو۔“

پھر امیر المؤمنین منصور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:  
”اس شخص کو اس کے سامنے لاؤ، جس نے اس کی چغلی مجھ سے کی تھی۔“  
ربیع کا کہنا ہے:

میں نے اس شخص کو لا کر سامنے کر دیا، جب اس نے چغلی خور کو دیکھا تو کہا:  
”یہ میرا غلام ہے، جو میرے تین ہزار دینار لے کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔“  
منصور نے جب یہ سنا تو غلام پر سختی کی اور کہا:  
”سچ سچ بتا کیا معاملہ ہے؟“

غلام نے آخر اقرار کر لیا کہ واقعی دو تین ہزار دینار لے کر اپنے آقا کے ہاں سے بھاگ  
کھڑا ہوا تھا۔

منصور نے غلام کے آقا سے کہا:  
”اب تم اسے معاف کر دو۔“

وہ بولا: ”یا امیر المؤمنین، میں نے اس کا جرم معاف کیا، اس کی خطا بخش دی، اپنے  
مطالبہ سے دستبردار ہو گیا، اور مزید تین ہزار دینار سے دیتا ہوں۔“

منصور نے کہا: ”یہ کرم مزید کیوں؟“

وہ بولا: ”آپ کی سفارش کے صدقہ میں۔“  
یہ کہا اور چلا گیا۔

اس کے بعد منصور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا تھا، کہتا تھا:  
”ربیع، اس آدمی کا بسا کوئی آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔“

ربیع کا بیان ہے کہ منصور کے سامنے اس جرأت اور ہمت کے ساتھ اس شخص کے علاوہ  
کسی اور کو میں نے کبھی بات کرتے نہیں دیکھا۔

## موت کے دروازہ پر

احمد بن ابی داؤد قاضی روایت کرتے ہیں کہ:

میں نے موت کا مقابلہ میں تمیم بن جمیل خارجی سے بڑھ کر کسی کو ٹڈرا اور جری نہیں پایا، اس شخص نے معتمد باللہ کے خلاف خروج کیا۔ پکڑا گیا۔ اسیر کر کے خلیفہ کے سامنے لایا گیا، یہ دربار نام کا دن تھا۔ معتمد مسندِ خلافت پر متمکن تھا، دربار میں عوام اور خواص سب حاضر تھے۔

معتمد نے حکم دیا: ”تکو اور نطع (چمڑے کا وہ ٹکڑا جس پر قتل کرتے وقت آدمی کو بٹھاتے تھے تاکہ اس کا خون زمین پر نہ گرے) لایا جائے۔“  
فورا حکم کی تعمیل ہوئی۔

معتمد نے کہا:

”اسے نطع پر بٹھا دو اور اس کی گردن مار دو۔“

معتمد نے دیکھا وہ قتل ہونے کیلئے نہایت بے پروائی اور پندار کے ساتھ نطع کی طرف جا رہا ہے، موت کی طرف قدم بڑھ رہے تھے، لیکن نہ چہرے پر ہراس کا اثر تھا نہ دہشت کا، وہ اس طرح خراماں خراماں چل رہا تھا جیسے کوئی گلگشت کو نکلتا ہو۔

معتمد کو تمیم کی اس ادا نے اپنی طرف متوجہ کر لیا، پھر اس نے اس سے باتیں چھیڑ دیں، تاکہ اس کی عقل اور فصاحت و بلاغت کا بھی کسی حد تک اندازہ کر سکے، چنانچہ اس نے پوچھا:  
”تمیم اگر کوئی عذر اپنی برأت کیلئے پیش کر سکتے ہو تو پیش کرو، ہم سنیں گے، اور اگر معقول پائیں گے تو تمہیں بری بھی کر دیں گے۔“

تمیم نے جواب میں یہ شعر پڑھے:

”تکو اور نطع کے مابین، میں موت کو دیکھ رہا ہوں، وہ مجھے گھور رہی ہے لیکن میں اس کی

پرواہ نہیں کرتا۔“

”میں جانتا ہوں آج میرے قتل کا دن ہے اور تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے، لیکن

اللہ جو فیصلہ کر چکتا ہے بندہ اس میں دخل نہیں پاسکتا۔  
 کون شخص ہے جو ایسے موقع پر دلیل اور حجت پیش کرے جب موت کی تلوار اس کی  
 آنکھوں کے سامنے چمک رہی ہو؟  
 میں موت سے ذرا بھی نہیں ڈرتا، اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وقت سے پہلے موت  
 نہیں آسکتی۔

خلیفہ معتمد بن کررونے لگا اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا:  
 ”إِنَّ مِنَ الْبَيَانَ لَمِسْحُورًا“

پھر اس نے تمیم کو معاف کر دیا، اور پچاس ہزار درم انعام دیئے۔

☆.....☆.....☆

### ہارون رشید کا طبیب

خلیفہ ہارون رشید کا ذاتی طبیب ایک عیسائی تھا، ایک مرتبہ خلیفہ کے سامنے طبیب بیٹھا  
 تھا، اور باتیں ہو رہی تھیں، اتفاق سے علی بن حسین بن واقد بھی ملو جو دتھے۔  
 طبیب نے علی سے کہا:

”علم کی دو قسمیں ہیں: ”عِلْمُ الْأَبْدَانِ اور عِلْمُ الْأَدْيَانِ“۔  
 یعنی جسم کا علم، اور مذہب کا علم، لیکن آپ کی کتاب (قرآن) میں علم طب کا کچھ بھی ذکر  
 نہیں ہے؟“

علی نے جواب دیا:

”اللہ میاں نے ساری طب کو آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے۔“

طبیب نے پوچھا:

”وہ کیا ہمیں بھی سنائیے۔“

علی نے کہا:

اللہ فرماتا ہے: ”كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا“ یعنی کھانے پینے میں اعتدال سے کام لو۔

طیب نے کہا:

”طب کے بارے میں آپ کے رسول ﷺ سے بھی کچھ مروی ہے؟“

علی نے کہا:

”کیوں نہیں، بہت سادہ الفاظ میں، بہت بڑی بات۔“

طیب نے دریافت کیا:

”وہ بھی فرمادیتے؟“

علی نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”الْمَعْنَةُ بَيْتُ الدَّاءِ وَالْحَمِيَّةُ رَأْسُ كُلِّ دَوَاءٍ

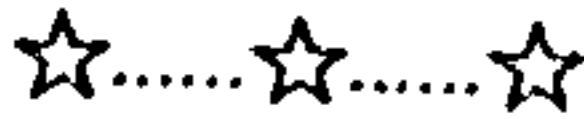
وَالْحَطُّ كُلُّ بَدَنٍ مَاعُودَتَهُ“.

یہ سن کر نصرانی نے کہا:

”تمہارے نبی ﷺ نے اور تمہاری کتاب (قرآن) نے پیارے جالینوس کیلئے کچھ بھی

نہیں چھوڑا، ساری طب ان چند الفاظ کے اندر آگئی ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ کچھ کہا

بھی نہیں جاسکتا۔“



## ادب ضبطِ نفس، عفو و عدل صدق و امانت

### باپ اور بیٹا

ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شکایت کناں حاضر ہوا:

”یا رسول اللہ (ﷺ) میرے باپ نے میرا مال لے لیا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اپنے باپ کو لے کر آ۔“

تھوڑی دیر کے بعد، وہ نوجوان ایک بوڑھے کے ساتھ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمہارا بیٹا تمہاری شکایت کیوں کرتا ہے؟ کیا تم اس کا مال لینا چاہتے ہو؟“

باپ نے جواب میں یہ شعر پڑھے:

”میں نے تجھے کھلایا، پلایا، پروان چڑھایا، تجھ سے محبت کی، تجھ پر پروانہ وار جان چھڑکتا

رہا۔ رات کو اگر تیری طبیعت خراب ہوتی، تو راتوں کو خود جاگا، پر تجھے تکلیف نہ ہونے دی۔

تو میرے احسان اور شفقت و محبت کا بدلہ یوں دے رہا ہے، جیسے تو کوئی بڑا سخی اور دریا

دل ہے اور میں فقیر و بے نوا۔“

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے لڑکے کو باپ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

”تو اور تیرا مال، تیرے باپ ہی کا ہے۔“

☆.....☆.....☆

سکندرا عظیم اور اس کا معلم

سکندرا عظیم کی عظمت و جلال سے ساری دنیا واقف ہے، یہ وہ شخص ہے جس نے ساری

دنیا کو فتح کرنے کا خواب دیکھا تھا، اور بڑی حد تک اس خواب شریر کی تعبیر بھی دیکھ لی، اس نے بڑے بڑے ملک فتح کئے، بڑی بڑی قوموں اور ملتوں کو غلام بنایا، سرکشوں اور باغیوں کی گردنیں اڑائیں، جہاں پہنچا وہاں اس نے اپنی عظمت و جلال کا ڈنکا بجایا، آج بھی تاریخ میں سکندر کا نام زندہ ہے اور شاید قیامت تک زندہ رہے گا۔

سکندر اپنے استاد کی عظمت و بزرگی اپنے باپ سے زیادہ کرتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ اس سے پوچھا گیا:

”کیا بات ہے کہ آپ اپنے استاد کی تعظیم اپنے والد سے زیادہ کرتے ہیں؟“

سکندر نے جواب دیا:

”اس لئے کہ میرا باپ میری فانی زندگی کا سبب ہے اور میرا استاد میری اس زندگی کا سبب ہے جو باقی رہے گی، فنا نہ ہوں۔“

☆.....☆.....☆

## واثق باللہ کا ادب

عباسی خلفاء نے جس شان اور آن بان کے ساتھ حکومت کی، اس کی دلچسپ اور طویل داستانیں تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں۔ عباسی خلفاء کی منجملہ اور خصوصیتوں کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ علم کے قدردان تھے علماء کا احترام کرتے تھے۔ اور اپنے استادوں کی عظمت اور بزرگی، ادب و جلال میں تو وہ بہت زیادہ آگے تھے، اس خاندان میں کوئی خلیفہ ایسا نہیں ملے گا۔ جو اس خصوصیت کا حامل نہ ہو۔

ایک مرتبہ خلیفہ واثق باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا، کہ اس کا معلم محمد بن زیاد آیا خلیفہ نے بہت زیادہ اس کی عزت و تکریم کی۔

یہ دیکھ کر ایک شخص نے اس سے پوچھا:

”اے امیر المؤمنین! یہ کون شخص ہے، جس کا آپ اس درجہ احترام فرماتے ہیں؟“

واثق نے جواب دیا:

”یہ وہ شخص ہے، جس نے خدا کی معرفت مجھ پر منکشف کی، مجھے علم دیا، اور مجھے خدا کی رحمت سے قریب کر دیا۔“



## حضرت عمرؓ کی بہو!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، کہ آپ نے ایک بڑھیا کو دودھ دوتے ہوئے دیکھا، آپ تھوری دیر وہاں ٹھہر گئے آپ نے بڑھیا سے کہا:

”دیکھو بڑی بی! مسلمانوں کو دھوکا نہ دینا، اپنے دودھ میں پانی نہ ملانا۔“

بڑھیا نے جواب دیا: ”امیر المؤمنین کا حکم سر آنکھوں پر۔“

کچھ روز کے بعد حضرت عمرؓ کا پھر ادھر سے گزر ہوا، آپ نے بڑھیا سے کہا:

کیا میں نے تجھ سے عہد نہیں لیا تھا کہ تو دودھ میں پانی نہیں ملایا کرے گی؟“

بڑھیا نے جواب دیا:

”خدا کی قسم اے امیر المؤمنین! اس روز سے میں نے پانی نہیں ملایا۔“

ابتنے میں خیمہ کے اندر سے بڑھیا کی لڑکی نے ذرا زور سے کہا:

”اماں جھٹی قسم نہ کھاؤ۔ تم نے عہد شکنی کی، تم نے پانی ملایا۔“

حضرت نے کان میں لڑکی کے یہ الفاظ پڑے تو انہیں لڑکی کی صداقت اور جرأت پر بڑی

حیرت اور مسرت ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادوں سے کہا:

”تم میں سے کون اس سے شادی کرنے کو تیار ہے؟“

ممکن ہے خدا اس کے لطن سے کوئی ایسی ہی سعید اور صادق ہستی پیدا کرے؟“

آپ کے صاحبزادے عاصم نے کہا:

”اے امیر المؤمنین میں اس لڑکی سے شادی کرنے پر تیار ہوں۔“

چنانچہ بڑھیا کی لڑکی سے حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عاصم کی شادی ہو گئی، اس لڑکی کے

بطن سے ام عاصم پیدا ہوئیں جن سے عبدالعزیز بن مروان کی شادی ہوئی، اور ام عاصم کے لطن

سے تاریخ کی وہ مشہور اور غیر فانی ہستی پیدا ہوئی جس کا نام حضرت عمر بن عبدالعزیز ہے، جن کے دور خلافت کے بارے میں مورخین اس پر متفق ہیں کہ وہ خلافت راشدہ کے دور ہمایوں کا پرتو تھا۔ (نہایۃ الارب)



## حضرت علی کی امانت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں جہاں اور خصائص اور کمالات تھے، وہاں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ غایت درجہ امین تھے، مسلمانوں کے مال کی رکھوالی اس طرح کرتے تھے، جس طرح کوئی اپنے مال کی رکھوالی کرتا ہے، اسی طرح امانت داری کے جذبہ کے ماتحت آپ نے بھائی تک کو مخالف بنالیا، لیکن اپنی امانت اور دیانت پر حرف آنا کسی طرح بھی گوارا نہیں کیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، کہ آپ کے بھائی عقیل نے، جو مالی دشواریوں میں گرفتار تھے، آپ سے سوال کیا کہ بیت المال میں سے کچھ رقم دے دی جائے، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

”مسلمانوں کے بیت المال میں سے کسی غیر مستحق کو میں کچھ نہیں دے سکتا، چند روز انتظار کرو، میرا مال آنے والا ہے، وہ آجائے تو میں تمہیں دے دوں گا۔“  
لیکن عقیل انتظار نہ کر سکے، وہ معاویہ کی جماعت میں شریک ہو گئے۔



## ابو ہریرہ اور بحرین کی آمدنی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں بحرین سے بہت سا مال و زر لے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ عشاء کی نماز میں نے آپ ہی کے ساتھ پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے دریافت کیا:

”کیا لے کر آئے ہو؟“



میں نے جواب دیا: ”پانچ لاکھ“۔

حضرت نے فرمایا: ”کچھ معلوم بھی ہے، کیا کہہ رہے ہو؟“

میں نے عرض کیا: ”پانچ لاکھ کہہ رہا ہوں“۔

فرمایا: ”اپنے گھر واپس جاؤ، گنو اور کل میرے پاس آؤ“۔

دوسرے روز جب میں حاضر ہوا تو پھر پوچھا:

”کیا لے کر آئے ہو؟“

میں نے وہی جواب دیا، جو کل دے چکا تھا، آپ نے فرمایا:

”پھر سوچ لو، کیا کہہ رہے ہو؟“

میں نے کہا:

”ایک لاکھ، ایک لاکھ..... یہاں تک کہ میں نے پانچ لاکھ تک کی گنتی پوری کر لی“۔

حضرت میری امانت اور دیانت سے بہت خوش ہوئے اور ساری رقم مستحقین کے مابین

تقسیم کر دی۔



## قاضی ابو حازم کا عدل

ابوالحسن عبدالواحد لکھنوی بیان کرتے ہیں:

میں قاضی ابو حازم کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوا، اتنے میں امیر المؤمنین خلیفۃ

المسلمین المعتمد باللہ کے پاس سے ظریف المخلد کی آیا، اور گویا ہوا:

”آپ سے امیر المؤمنین نے فرمایا ہے، فلاں شخص میرا دین دار ہے، ہمیں معلوم ہوا

ہے، اس کے قرضخواہوں نے آپ کے ہاں اس کا افلاس ثابت کر دیا ہے، آپ نے ان

لوگوں کے مابین اس کا مال بانٹ دیا ہے، لہذا ان ہی کی طرح اس کے مال میں میرا بھی ایک

حصہ رکھ دیجئے“۔

ابو حازم نے جواب دیا:

جا کر خلیفہ سے کہہ دینا، خدا آپ کی عمر طویل عطا فرمائے، خلیفہ کو یاد دلا دینا کہ جب اس نے مجھے منصب قضا سونپا تھا تو کہا تھا، اپنی گردن کا بوجھ تمہاری گردن پر ڈالتا ہوں۔ لہذا انہیں اس پر قائم رہنا چاہیے اور معلوم ہونا چاہیے کہ میں بغیر دلیل اور ثبوت کے کوئی حکم نہیں دے سکتا۔

ظریف واپس چلا گیا، اور جو کچھ اس نے قاضی سے سنا تھا، خلیفہ کو کہہ سنایا:  
خلیفہ نے کہا:

”قاضی صاحب سے جا کر کہہ دو، فلاں فلاں دو شخص میرے گواہ ہیں، ان کا شمار اعیان دولت اور ارکان حکومت میں ہوتا ہے۔“

ظریف نے واپس آ کر قاضی سے یہ بات کہہ دی۔

قاضی صاحب نے کہا:

”وہ دونوں میرے پاس آئیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا اگر میں نے ان کی شہادت قابل قبول سمجھی تو قبول کر لوں گا۔ ورنہ رد کر دوں گا۔“

لیکن معتضد نے ان دونوں کو اس لئے گواہی دینے نہیں بھیجا کہ ممکن ہے ان کی شہادت قاضی صاحب رد کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معتضد کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا گیا، اور خلیفہ وقت ہونے کے باوجود وہ کچھ نہ لے سکا۔ (العقد الفرید)

☆.....☆.....☆

## قاضی اور خلیفہ

دارقطنی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحیم بن قاضی اسمعیل سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد قاضی اسمعیل کی تولیت میں ایک یتیم لڑکا تھا، اس کی ماں کی بہن قصر خلافت میں رہتی تھی، لڑکا جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اپنی بہن سے کہا:

”کسی دن موقعہ پا کر امیر المؤمنین سے عرض کرو کہ قاضی اسمعیل اب میرے لڑکے پر سے پابندی اٹھالیں۔ اور اپنے باپ کے مال و منال میں سے جو چاہے خرچ کر سکے۔“

بہن نے موقع پا کر یہ درخواست خلیفہ کے گوش گزار کی۔ خلیفہ معتضد باللہ نے عبید اللہ بن سلیمان بن واہب کو بلایا جو اس کا وزیر تھا اور کہا:

”قاضی اسمعیل سے کہہ دو کہ وہ فلاں لڑکے کے اوپر سے پابندیاں ہٹالیں۔“

عبید اللہ نے قاضی اسمعیل سے کہا:

”امیر المؤمنین نے آپ کو حکم دیا ہے کہ فلاں یتیم لڑکے کے اوپر سے پابندیاں ہٹالیجئے اور اس کا مال و منال واگذار کر دیجئے۔“

قاضی اسمعیل نے جواب دیا: ”دیکھا جائے گا۔“

پھر قاضی صاحب نے لڑکے کے بارے میں دریافت کیا انہیں معلوم ہوا کہ ابھی سن رشد کو نہیں پہنچا ہے، چنانچہ انہوں نے پابندیاں جاری رکھیں۔ کئی ہفتے گزر گئے۔

لڑکے کی ماں نے پھر اپنی بہن کو یاد دہانی کی، وہ پھر امیر المؤمنین کے پاس پہنچی اور عرض گزار ہوئی معتضد نے کہا:

”کیا میں نے واگذاری کا حکم نہیں دیا تھا؟“

وہ بولی: ”بیشک آپ نے حکم دیا تھا، مگر اب تک اس کی تعمیل نہیں ہوئی۔“

معتضد نے فوراً اپنے وزیر عبید اللہ کو طلب کیا اور کہا:

میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ قاضی اسمعیل تک میرا یہ فرمان پہنچادے کہ فلاں لڑکے کا مال و اگذار کر دیا جائے، پھر کیا ہوا؟“

عبید اللہ وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا:

میں نے قاضی اسمعیل سے اسی وقت کہہ دیا تھا، انہوں نے جواب دیا: ”دیکھا جائے گا۔“

معتضد نے کہا: ”پھر قاضی صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں یہ میرا فرمان پہنچادو۔“

عبید اللہ نے پھر قاضی صاحب سے کہا:

”امیر المؤمنین نے آپ کو حکم دیا ہے کہ فلاں لڑکے کا مال واگذار کر دیا جائے۔“

قاضی صاحب نے ذرا دیر کیلئے سر جھکایا، پھر قلم دوات مانگا۔ کچھ لکھا، مہر لگائی اور کہا: ”

امیر المؤمنین تک پہنچا دیجئے، اس میں ان کے ارشاد کا جواب مرقوم ہے۔  
وزیر عبید اللہ نے وہ خط لیا، اور سیدھا معتقد باللہ کے حضور میں حاضر ہوا، اور خط دیتے ہوئے ناگواری کے ساتھ کہا:

”قاضی صاحب کا خیال ہے، کہ اس تحریر میں آپ کے فرمان کا جواب موجود ہے۔“  
معتقد باللہ نے وزیر کے ہاتھ سے وہ خط لے لیا، کھولا، پڑھا پھر الگ رکھ دیا اور کہا:  
”اب قاضی صاحب سے اس معاملہ میں کچھ نہ کہا جائے۔“

عبید اللہ وزیر نے وہ خط اٹھا کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:  
”یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق،  
ولا تتبع الہوی فیضلک عن سبیل اللہ۔“  
یعنی: ”اے داؤد! ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا، پس لوگوں کے مابین حق کے ساتھ حکومت کر، خواہشات کے پیچھے نہ چل، وہ تجھے اللہ کے راستہ سے بہکا دیں گی۔“ (العقد الفرید)

☆.....☆.....☆

### احنف بن قیس!

احنف بن قیس اپنے حلم اور بردباری، غنودر گذر، اور ضبط نفس کے اعتبار سے یگانہ اور فرد فرید مانے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ان سے جھگڑ پڑا، اور اس نے کہا:  
”آپ نے اگر ایک کہی، تو میں دس سناؤں گا، یہ یاد رہے۔“

احنف نے جواب دیا:

”میرے بھائی! اگر تم دس سنا لو گے تب بھی ایک نہ سنو گے۔“

وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

احنف کے بارے میں اس طرح کی اور بھی بہت سی دوسری حکایتیں مشہور ہیں جن سے ان کے غنودر گذر اور حلم و بردباری نمایاں ہوتی ہے، ان تمام حکایات کا ماہصل اور

لب لباب یہ ہے کہ اگر انسان دوسرے کی غلطیاں نظر انداز کرنے کی عادت ڈال لے، تو خود بھی ذہنی اور قلبی اذیتوں سے محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے نہ صرف کوئی تکلیف ہی نہیں پہنچتی بلکہ اس کے طرزِ عمل اور حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر وہ خود بھی راہِ یاب ہو جاتے ہیں۔



## اسرار و حکم

### حضرت علیؑ کی وصیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امامؑ سے نصیحت و وصیت فرماتے ہوئے کہا:

”اے میرے بیٹے۔“

اپنے نفس کو ترازو بنا لے، جو تیرا اور تیرے غیر کا معاملہ ٹھیک ٹھیک تیرے سامنے تول دیا کرے، دوسرے کیلئے بھی وہی پسند کر جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے، اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر احسان کیا جائے تو دوسرے کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کر، جو چیز تو دوسروں کی ناپسند کرتا ہے، اپنے اندر سے بھی اسے نکال دے تو لوگوں سے راضی رہ وہ تجھ سے راضی اور خورسند رہیں گے، وہ بات منہ سے نہ نکال جس کا تجھے علم نہیں، وہ بات بھی منہ سے نہ نکال جس کے بارے میں تو نہیں چاہتا کہ لوگ تیرے لئے کہیں۔“

☆.....☆.....☆

### حضرت عمرؓ گھر کے اندر!

ایک شخص جس کا نام عامر تھا، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو حضرت نے ایک اچھے عہدے پر مقرر کر رکھا تھا، یہ شخص جب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے ہیں، اور آپ کے بچے آپ کے پیٹ پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر عامر کے چہرے پر ناگواری کے اثرات پیدا ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے اس کی کیفیت بھانپ لی اور دریافت کیا:

”تمہارا سلوک اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا ہے؟“

جواب دیا: ”جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں، تو بولتے ہوئے لوگ خاموش ہو جاتے ہیں۔“  
حضرت نے فرمایا: ”تم امت محمدی ﷺ کے ایک فرد ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتے، کہ  
ایک مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس رفیق و محبت اور شفقت اور عطف و کرم کا برتاؤ کرنا  
چاہیے۔“



## رسول ﷺ کا برتاؤ حیوانوں کے ساتھ

(۱)

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اپنے بعض اصحابؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ  
آپ کے سر مبارک کے اوپر ایک کبوتری پھڑ پھڑاتی ہوئی آئی، وہ بہت گھبرائی ہوئی اور سہمی  
ہوئی تھی، آپ نے فرمایا:

”اس کبوتری کو کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔“

ایک صحابی نے عرض کیا:

”میں نے اس کے انڈے لے لئے ہیں۔“

فرمایا: ”وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھائے تھے۔“

(۲)

ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ نے ایک بلی کو دیکھا کہ پیاس سے بے حال ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ  
نے پانی سے بھرا ہوا برتن خود اپنے دست مبارک سے اس کی طرف بڑھایا، بلی نے خوب سیر  
ہو کر پانی پیا، اور جس راستے سے آئی تھی اسی راستے چلی گئی۔

(۳)

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں، وہ ایک ساڈنی پر بیٹھی تھیں، اتفاق سے ساڈنی کی رفتار میں کسی تکلیف کے سبب کچھ فرق تھا۔ حضرت عائشہ بار بار اسے کوچتی تھیں اور مارنے کیلئے ہاتھ اٹھاتی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر رحمۃ اللعالمین سے ضبط نہ ہو سکا، آپ سے ساڈنی کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا:

”اے عائشہ! رحم کرو، رحم!“

حضرت عائشہ صدیقہ یہ سنتے ہی باز آگئیں۔

ان روایات و واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول امی ﷺ کو صرف نبی نوع انسان ہی کا نہیں بلکہ حیوانات تک کی تکلیف اور مصیبت کا کتنا زیادہ احساس تھا، اور آپ صحیح معنی میں رحمۃ اللعالمین تھے یعنی صرف مسلمان کیلئے نہیں بلکہ تمام جانداروں کیلئے خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان۔

☆.....☆.....☆

### امام حنبل کی روایت حدیث

امام احمد بن حنبل کو خبر ملی کہ ماورالنہر میں ایک شخص عالم ہے، جو احادیث ثلاثیہ کی روایت کرتا ہے۔ یہ خوشخبری سن کر امام احمد بن حنبل نے فوراً کوچ کی ٹھانی اور قطع منازل کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔

وہاں پہنچ کر دیکھتے کیا ہیں کہ وہ حضرت بڑے انہماک اور شفقت سے ایک کتے کو کھانا کھا رہے ہیں۔ امام احمد نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، اور پھر اپنے کام میں لگ گئے۔ یعنی کتے کو کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور امام احمد بن حنبل کی طرف سے توہم بنائی۔ یہ بات امام صاحب کو دل ہی دل میں ناگوار گزری، کہ کتے پر تو یہ التفات اور انساں سے یہ بے برہمی۔



جب وہ کتے کو خوب سا کھانا کھلا چکے تو امام صاحبؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:  
 ”شاید تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ میں کتے کی طرف تو متوجہ رہا لیکن تمہاری  
 طرف ملتفت نہیں ہوا؟“

امام نے فرمایا: ”آپ سچ فرماتے ہیں۔“  
 کہنے لگے:

”حدیثی ابو الزناد عن الاعرج، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ان النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم من قطع رجاء من ارتجاء، قطع اللہ رجاءہ یوم القیمة  
 فلن یلج الجنة.“

یعنی: ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی  
 امیدوار کی امید منقطع کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی امید قطع کر دیں گے، اور وہ ہرگز  
 جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔“

پھر انہوں نے کہا:

”میں نے اس کتے کی امید منقطع کرنا مناسب نہیں سمجھا، کیونکہ یہ میرے پاس امیدوار  
 آرزو کے ساتھ آیا تھا۔“

امام احمدؒ نے فرمایا:

”یہ حدیث میرے لئے بہت کافی ہے.....“

پھر وہ واپس چلے گئے۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو حیوان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ جب  
 وہ امید لے کر اس کے پاس آئے اس کا فرض ہے کہ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے، بلکہ جو  
 کچھ ہو سکے اس کے لئے کرے۔



## حضرت ابو بکرؓ کی استقامت

آنحضرت ﷺ نے جب اس دنیا سے کوچ فرمایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس درجہ سراسیمہ ہوئے کہ تلواریں سونت کر کھڑے ہو گئے، اور کہا:

”جو کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات فرمائی، اس کی گردن مار دوں گا۔“

اسی اثناء میں حضرت ابو بکر شریف لے آئے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

”من كان يعبد محمدًا فان محمدًا اقدمت ومن كان يعبد الله فان

الله حيي لا يموت“.

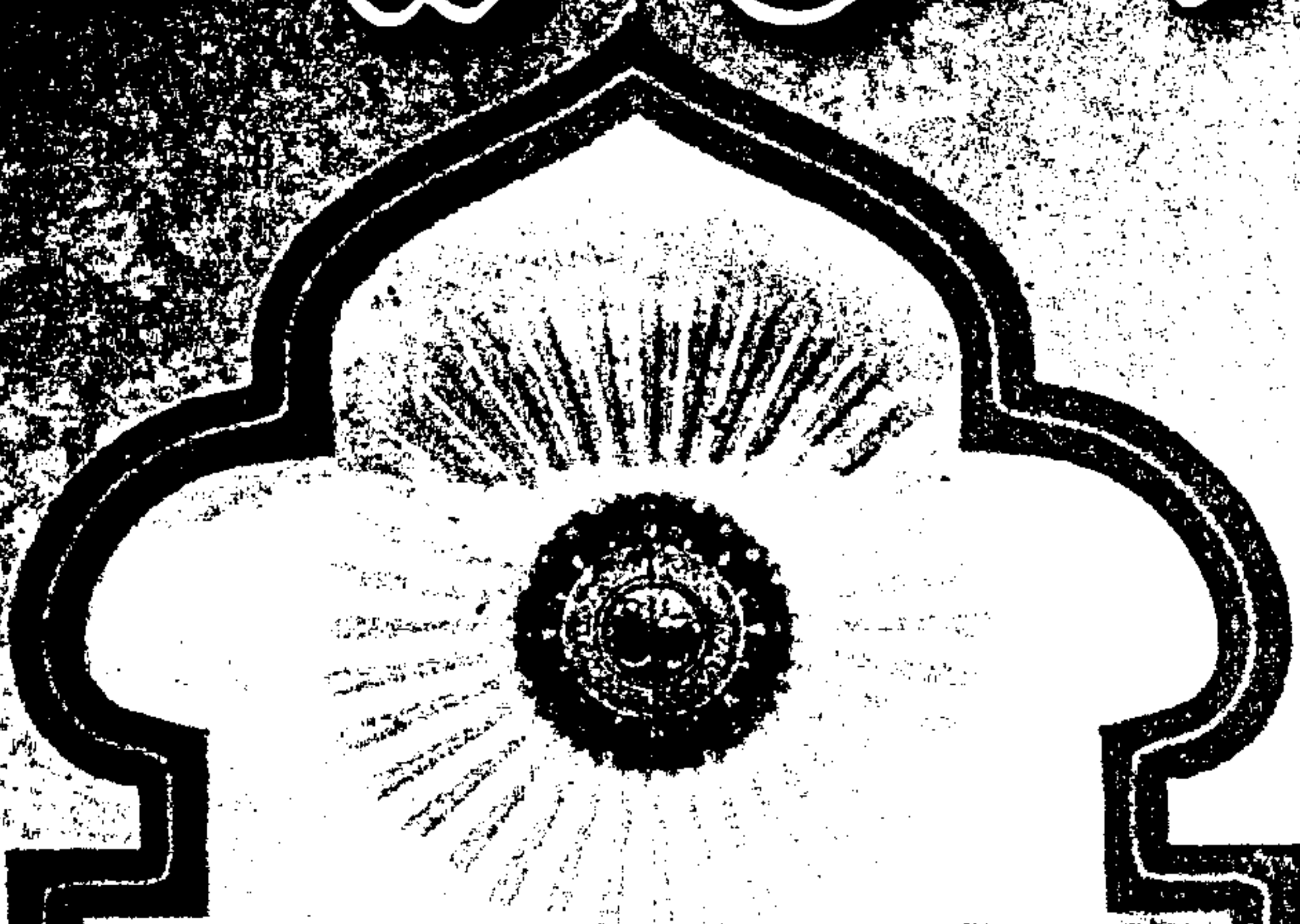
یعنی جو کوئی محمد کی پوجا کرتا تھا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے وفات فرمائی، اور جو

خدا کی پرستش کرتا تھا، اسے جاننا چاہیے، کہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔“

یہ سنتے ہی حضرت عمر ہوش میں آگئے اور سب کی آنکھیں کھل گئیں۔



# اسلامی حکایات



یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور دلچسپ ترین حکایات  
پر مشتمل ہے۔ یہ دلچسپ حکایات تمہاری تعلیم کا بہترین اور سب سے  
زیادہ فائدہ دینے والی چیز ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر تمہاری تعلیم  
میں اضافہ ہوگا اور تمہاری زندگی میں بہتری آئے گی۔



زاوہ پبلشرز